ہدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں۔
آپس میں مہربان ہیں۔

ھدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین،
استاذ الاساتذہ، منبع الحکمۃ ومعدن العلوم
حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ
ضریحہ، وبرد مضجعہ (بانی دارالعلوم دیوبند)

ناشران:

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

قیمت:- چھتیس روپے/36

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 057159
★ MAILSI ★

نام کتاب ..... ہدیۃ الشیعہ

مصنف ..... مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ناشر ..... نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

تعداد ..... پانچ صد (۵۰۰)

صفحات ۵۳۸

پریس ..... معارف پرنٹنگ پریس۔ لاہور

ملنے کا پتہ ..... نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

" " ..... مکتبہ نعمانیہ۔ اُردو بازار گوجرانوالہ

سائز ..... $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۸}$

قیمت ..... ۳۶ روپے

فہرست مضامین ہدیۃ الشیعہ

مضمون	صفحہ
تقدیم الکتاب از ناشر	۲
سرسید کے تاثرات مولٰنا کے بارے میں	۵
سبب تالیف	۹
کتاب کے جواب کی صحیح راہ	۱۰
ایک شبہ کا ازالہ	۱۱
نقل روایات میں مصنف کا رویہ	″
تحفہ اثنا عشریہ پر اعتماد	″
شیعہ کو ہمدردانہ مشورہ	۱۲
شیعہ کی دلیرانہ غلط بیانی	″
عمار علی شیعی کی دروغ گوئی کا ایک دلچسپ پہلو	۱۳
باب ۔ مذہب اہلسنت موافق قرآن مجید وحدیث پاک ہے۔ اور مذہب شیعہ مخالف ہر دو	۱۴
اہل سنت اہل حق اور شیعہ اہل باطل ہیں دلائل	″
مضمون آیت پر تفصیلی نظر اور حق تلاوت میں ایمان کا انحصار	″
اہل سنت سے ادائیگی حق تلاوت اور شیعہ کی اس سے قطعی محرومی۔	۱۵
بروئے آیت قرآنی قرآن کا حفظ ہونا حق ہونے کی نشانی	″
شیعوں کے حافظ نہ ہونے کا واقعات سے ثبوت	″
شیعہ ادائیگی حق تلاوت سے کیوں محروم ہیں۔	۱۶
شیعہ اپنے اساتذہ کے حق میں گستاخ ہیں۔	۱۷
تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے پیرو بھی حسب ایمانی میں شامل ہیں۔	″
آیت کے شان نزول سے بیان مذکور کی تائید	۱۸
ادائیگی حق میں دونوں فرقوں کی اکثریت کا لحاظ	۱۸
شیعوں کی راہ گزر نیا اور اس کا انسداد	۱۹
اہلسنت کی کلام اللہ سے عقیدت اور شیعوں کی نفرت،	″
شیعوں کی نظر میں کلام اللہ کی حیرتناک بے وقعتی	۲۰
حق تلاوت سے خشوع وخضوع مراد لینے میں نہ شیعوں کی مطلب براری ہے اور نہ یہ احتمال آیت شریفہ پر چسپاں ہے۔	″
خشوع وخضوع مراد ہو تو ترتیب معانی الٹ جاتی ہے	۲۱
حق تلاوت سے کثرت تلاوت مراد ہو تو ترتیب معانی درست ہو گی۔	۲۲
آیت مذکورہ میں ایک شبہ کا ازالہ	″
آیت مذکورہ کے ذیل میں ایک اور فائدہ	۲۳
استدلال مذکورہ پر ایک شبہ کے دو جواب	۲۴
کلام اللہ پر بے اعتباری اپنے پاؤں پر کلہاڑی ہے	۲۵
کلام اللہ غیر معتبر ہو تو حدیث بھی غیر معتبر ہو گی۔	″
اہل بیت کا عمل کمی بیشی کے خیال کو لغو ثابت کرتا ہے	″
قرآن کا حد درجہ شیوع کمی بیشی پر ضرب کاری ہے	۲۶
قرآن کی بے پناہ شہرت عثمان کی عفت کا نشان ہے	″
قرآن کی حفاظت کا ثبوت خود قرآن مجید سے	۲۷
موجودہ قرآن دو تہائی کم ہے (عقیدہ شیعہ)	۲۸
حفاظت قرآن کے دو غلط مفہوم	۲۹
اَلذِّکر کے عجیب فوائد	۳۰
حفاظت قرآن کے غلط مغنوں کا جواب	۳۱
حفاظت کا شیعی معنی۔ یہود ونصاریٰ کو لب کشائی کا موقع دینا ہے	۳۲

شیعہ آئمہ کو حلت و حرمت میں مختار ماننا چھوڑیں تو نصاریٰ سے مقابلہ ممکن ہے۔	۳۳
تفویض کے خیال کی قرآن۔ سخ کنی کرتا ہے۔	۳۵
عقیدۂ تفویض قرآن کو کتب منسوخہ کی حیثیت دیتا ہے	〃
امام مہدی نزول کے وقت احکام قرآن پر عمل نہ کرینگے	۳۶
تفویض کا انکار اعتراضات سے بچاتا اور ختم نبوت پر ایمان پختہ کرتا ہے۔	۳۷
حق کے زور سے ابن بابویہ آخر سنیوں کا ہمزبان ہو گیا	۳۸
آیت مذکورہ سے سنیوں کی فضیلت کا انکشاف	〃
آیت سوم کی بصیرت افروز تشریح	۴۱
حزن کے معنی سمجھنے میں بعض نا انصافوں کی فاش غلطی	〃
شیعوں کی غلط فہمی کی ایک پر مذاق توجیہ	۴۳
اللہ کی معیت کی وضاحت	۴۴
آیت معیت سے حضرت ابوبکر کی مدد کا ثبوت	〃
آیت معیت میں شیعوں کی طرف سے ایک عبارتی دھوکہ اور جواب	۴۵
	〃
دار الندوہ کے واقعہ کی اصل شکل	۴۶
ملا عبداللہ شہدی کی بے اختیارانہ حق گوئی	۴۸
سفر ہجرت میں صدیق کو ساتھ لینے کے وجوہ	〃
آیت معیت کی منصفانہ ترجمانی	۵۰
آیت میں شیعوں کی ایک تاویل اور اس کا جواب	۵۱
آیت معیت کے الفاظ بھی شیعوں کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں	〃
معیت حق صدیق کی ذات کے ساتھ تھی	۵۳
آیت میں معنا کا لفظ صدیق کے رتبہ کا آئینہ دار ہے	۵۴
لاتحزن کی ایک غلط تاویل اور اس کا جواب	〃
تقیہ کا عذر لنگ۔	۵۶
صاحبہٗ کی لطیف تشریح اور صحابی و صاحب کا مفہوم	۵۷
صاحب بمعنی صحابی نہ ہو تو کچھ قدح نہیں	۵۷
نقل معنی کی حقیقی صورت	۵۸
لفظ صاحبہ میں بہ نسبت لفظ صحابی زیادہ فضیلت ہے۔	۵۹
خلافت صدیقی پر اعتراض اور اس کا جواب	۶۰
باب وعدہ خلافت و استخلاف	۶۲
آئینہ تمکین معتقدات شیعہ کے کسی طرح مطابق نہیں	۶۳
جن سے وعدہ تھا۔ انکو تمکین ہی حاصل نہ ہو سکی تو وعدہ پھر بھی غلط ہی نکلا۔	۶۴
استخلاف بمعنی توطن نہیں بلکہ بمعنی تسلط ہے	۶۵
آیت سے صرف خلافت ہی نہیں بلکہ ترتیب خلافت بھی معلوم ہوتی ہے	۶۶
آیۂ استخلاف کے مصداق صرف خلفائے اربعہ ہیں	۶۷
آیۂ استخلاف کی نبیا و مہاجرین کی ترجمانی ہیں۔	۶۸
آیت استخلاف سے حقیت خلافت قریش بھی ظاہر ہے۔	〃
آیت مرقومہ حضرت فاروق کی نباہت کی دلیل ہے	۶۹
وصال کے وقت فرمان نبوی کی تعمیل نہ ہو سکنے کے اسباب	۷۰
حضرت عمر کی رائے کا فنان	۷۱
کاغذ قلم دوات نہ لانے میں سبھی شریک تھے	۷۲
صرف فاروق کیوں؟	
یہ خواب کہاں سے آیا کہ مقصد نبوی کتابت خلافت علیؓ تھا۔	۷۳
کتابت و تحریر خلافت صدیق قرین قیاس ہے	۷۴
خلفائے اربعہ اصالتاً اور دوسرے بطفیل خلفاء نعمت خلافت سے نوازے گئے۔	۷۵
ومن کفر شیعوں کے کفران نعمت کی طرف اعجازی اشارہ ہے	۷۶

تبرا حضرت علی کی نہیں، امیر معاویہ کی تقلید و اتباع ہے۔	۷۷
الفاظ آیت تحفظ فضیلت صحابہ کے لئے سنگین حصار کھینچتے ہیں	۷۸
خلفائے ثلثہ پر ارتداد کی تہمت خدا پر جھوٹ کا بہتان بھی ہے	۷۹
ومن کفر کے اصلی مصداق	۸۰
باب مناقب صحابہ بذیل تفسیرات آیہ محمد رسول اللہ الخ	〃
امت میں آنحضرت کے بعد صحابہ اور رسالت کے بعد بغض فی اللہ کا درجہ ہے۔	۸۱
صفات صحابہ میں اشداء کو باقی صفات پر مقدم کرنے کی وجہ۔	۸۲
محبوب کے متعلقین کی محبت محبوب ہی کی محبت ہے	〃
متعلقین محبوب کی محبت محبوب کی محبت کا جزو ہے	۸۳
بدخواہان کی عداوت محبت کا جزو نہیں، لازم ہے	〃
مدح میں ہلکی پھلکی اور بڑھیا خوبی بیان کرنا صحیح ترتیب ہے	۸۴
صحبت کرنا آسان اور دشمنی مشکل خصوصاً اقربا سے	〃
نفس و شیطان کی آمیزش بغیر غلط فہمی سے کوئی غلطی ہو تو امید ثواب ہے	۸۶
مشاجرات صحابہ کا باعث نفس و شیطان نہیں بلکہ بغض فی اللہ تھا۔	۸۷
نفس دب سکتا ہے لیکن اس کا مزاج نہیں بدل سکتا	۸۸
نیکی کی اصل روح۔ اور بدی کی اصل نفس ہے	〃
روح عالم ملائکہ کی ایک چیز ہے۔ اور نفس طبقہ شیاطین میں سے ہے۔	۸۹
انسان میں نیکی بدی کے مختلف دور۔ ملائکہ اور شیاطین کی تقویت اور تاثیر سے ہوتے ہیں	〃
نفس دب جائے تو اشداء علی الکفار کا مقام ہاتھ آتا ہے	۹۰
نفس دب جائے تو بھی قابل اعتبار نہیں	۹۰
انسان ہمیشہ ایک ہی حال میں نہیں رہ سکتا	〃
غلبۂ نفس اور مغلوبیت نفس سے سرزد ہونے والی خطاؤں میں بے حد فرق ہے۔	۹۱
اشداء علی الکفار سے خطا ممکن لیکن ان پر تسلط شیطان ناممکن۔	۹۲
اشداء اور رحماء کے لئے اخلاص لازم اور ریا ناممکن ہے	〃
غلط فہمی کے سبب بڑوں بڑوں سے خطا ہو جاتی ہے	〃
امکان خطا کے باوجود اتنی تعریف دلیل غفران و رضا ہے	۹۴
تعریف صحابہ کا ایک مقصد آنے والے دشمنوں کو چڑانا اور جلانا بھی ہے	
صحابہ کرام شیعوں کے بھی محسن ہیں۔	۹۵
صحابہ کی تعریف قرآن کی پیشین گوئی ہے۔ کہ آئندہ صحابہ کے بدگو پیدا ہوں گے۔	〃
صحابہ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ غیر مشروط ہے	۹۶
ایمان کے معنے اور مراتب یقین	〃
علم الیقین۔ عین الیقین۔ اور حق الیقین	۹۷
محبت حق الیقین کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے	۹۸
صحابہ حق الیقین کے مراتب پر فائز اور حب فی اللہ و بغض فی اللہ میں راسخ تھے	〃
صحابہ کا مقصد صرف رضائے الٰہی تھا	۹۹
صحابہ کی محبت و تسلیم سے اوپر کسی محبت و تسلیم کا درجہ نہیں۔	۱۰۰
حق الیقین کے مراتب میں تفاوت ہے۔	〃
باہمی مناقشات رحماء بینہم کے منافی نہیں ہیں۔	۱۰۱
صحابہ کی رنجش کا سبب بھی محبت تھی	〃
جن روایات پر تشیع کی بنیاد ہے ان کے راویوں کی ثقاہت کا حال	۱۰۲
آیت ہجرت میں رضائے الٰہی کا مدار صرف ہجرت پر ہے	۱۰۴

ہجرت حبشہ اور ہجرت مدنیہ میں ایک عجیب فرق	۱۰۴
آیت السابقون میں صرف ہجرت مدینہ منورہ مراد ہے	۱۰۵
آیۂ ہجرت سے صرف رضائے الٰہی ہی نہیں بلکہ اعلےٰ درجہ کا ایمان اور اعلےٰ درجہ کے اعمال صالحہ بھی ثابت ہوتے ہیں۔	۱۰۶
دوام جنت کی خوشخبری سے بڑھ کر حسن خاتمہ کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔	״
آیات فضائل صحابہ میں شیعہ جو قدح کریں گے وہی خارجی اہل بیت کے بارے میں کرینگے۔	״
صحابہ کے لئے قیامت میں رسوائی نہیں اور کفار و فساق کے لئے رضائے الٰہی نہیں۔	۱۰۷
صحابہ کے مشاجرات نہ کفر تھے نہ فسق۔ کیونکہ دونوں رضائے الٰہی کے منافی ہیں۔	۱۰۸
عقیدۂ تفضیل ائمہ پر آیت اعظم درجہ کی ضرب کاری	۱۰۹
باب عقیدۂ بدا کی تفصیل میں۔	۱۱۰
بدا کی پر خار وادی اور علمائے شیعہ کا اضطراب	״
بدا کے ایک معنے	״
بدا کے دوسرے معنے	״
بدا کے تیسرے معنے	״
بدا کی تین قسمیں	۱۱۱
بدا اور نسخ میں ایک اشتباہ کا ازالہ	״
بدا کی تینوں قسمیں ایک دوسرے کو لازم ہیں	۱۱۲
عقیدۂ بدا کے نتائج۔ (۱) چاردہ معصوم کی مغفرت مشکوک	۱۱۳
امام آخر الزماں کی طویل روپوشی اندیشناک ہے،	״
پسر امام کو امام بنانے میں خدا کو شاید بدا واقع ہوا ہو	۱۱۴
امام زماں کو شاید بدا کی وجہ سے خدا معزول کر چکا ہو	״
عقیدۂ بدا کا استیصال قرآن مجید سے	۱۱۵
قواعد عقائد شیعہ کی رو سے خدا سے خطا ممکن۔	״
معصوم سے ناممکن	״
بدا کا عقیدہ رکھنے والوں کیلئے حضرت جعفر کی بددعا	۱۱۶
حق واضح ہونے کے بعد ما نخالفت ضروری ہے۔	״
پھر کسی اور بات کا انتظار حماقت ہے۔	۱۱۷
بدا جیسے واہی عقیدہ کی غلط بنیادیں	۱۱۸
ابتلاء و امتحان سے مقصود خداوندی قطع حجت ہے نہ کہ تحصیل علم	״
امتحان بغرض قطع حجت کی ایک قرآنی مثال	۱۲۰
بعثت انبیاء اور تکالیف شرعیہ کی وجہ بھی قطع حجت بنی آدم ہے	۱۲۲
دوزخی اور جنتی پہلے ہی طے ہیں۔	۱۲۳
اَخْبَارُکُمْ کے تفسیری فوائد۔	۱۲۴
جیسے بعض جگہ باتفاق ماضی سے مجازاً مستقبل مراد ہے	״
اسی طرح بعض جگہ مستقبل سے بھی ماضی مراد ہے	
حوادث آئندہ یقینیہ کو ماضی اور وقائع مخفیہ ماضیہ کو مجازاً مستقبل سے تعبیر کرنا صحیح ہے۔ اس کی مثال	۱۲۵
ازلی سعادت و شقاوت کی عام فہم مثال	۱۲۶
تینوں زمانے مجتمعۃً موجود ہیں فنا نہیں ہوئے۔	۱۲۷
سب زمانے احاطۂ خداوندی میں ہیں	۱۲۸
ماضی و مستقبل بھی خدا کے لئے حال کا حکم رکھتے ہیں مگر باہم مقدم مؤخر ہیں۔	״
کلام الٰہی میں ماضی و حال و استقبال کے استعمال کی ترتیب	۱۲۹
وقائع عالم قدیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مستمر نہیں	۱۳۰
حصول علم کے دو طریقے۔ بالواسطہ و بلاواسطہ	״
اکثر ایک چیز کا علم بواسطہ اور بے واسطہ دونوں ساتھ آتے ہیں۔	۱۳۱
کبھی علم بواسطہ علم بے واسطہ میں محو ہو جاتا ہے	״
کبھی دو چیزوں کا علم بے واسطہ یا ایک کا بے واسطہ دوسرے کا بواسطہ بھی اکھٹے ہی حاصل ہو جاتے ہیں	״

بے واسطہ اور بواسطہ حاصل ہونے والے علم الٰہی میں کوئی تقدم تاخر نہیں۔	۱۳۲
کلام الٰہی میں ماضی و حال علم بے واسطہ سے تعبیر ہے اور استقبال علم بالواسطہ سے۔	〃
بنی آدم کے علوم چونکہ بواسطہ ہیں، اسلئے بصیغہ استقبال (بواسطہ) تکلم فرمایا۔	۱۳۳
اگر علوم بے واسطہ سے تکلم فرماتے تو وہ بنی آدم پر حجت نہ ہوتے۔	〃
محو و اثبات کی بحث اور علم الٰہی کے دو دفتر	۱۳۴
عقیدۂ بدا کا قرآن مجید سے مضحکہ خیز ثبوت	〃
علم الٰہی قدیم، غیر متغیر، محیط ہے	۱۳۵
عقیدۂ بدا خدا کے لئے جہل مرکب تجویز کرتا ہے	۱۳۶
عقیدۂ بدا تمام موجودات کو ایک طرح خدا پر فضیلت دیتا ہے	〃
تمام عالم علم الٰہی کے محو و اثبات کا دفتر ہے	〃
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ کی عجیب تفسیر	۱۳۷
محو و اثبات علم الٰہی میں نہیں، لہذا بدا کی گنجائش بھی نہیں	۱۳۸
محو و اثبات احکام میں ہو تو حذاقت ہے بدا نہیں	۱۳۹
عقیدۂ بدا پر تیسرا استدلال اور اس کے جوابات	۱۴۰
لفظ میقات کی تفسیر	۱۴۲
بدا کے لئے کذب لازم ہے۔	۱۴۴
مخاطب کی غلط فہمی سے علم الٰہی میں بدا ثابت نہیں ہو سکتا	۱۴۵
آیۂ میقات کی دو دیگر تفسیریں اور بدا کا استیصال	۱۴۶
خاتمۂ مباحثِ بدا	۱۴۷
بدا کے ضمن میں ائمہ کے علم غیب پر بحث	۱۴۸
علم ماکان و مایکون تسلیم کرنے میں مساوات لازم ہے	〃
ایک عجیب تفسیری لطیفہ	۱۴۹
بفرض اگر علوم غیب ائمہ کے لئے ثابت بھی ہو تو	۱۵۰
بدا کا خدشہ دور نہیں ہوتا۔	
مناقب صدیق رض	۱۵۲
صدیق رض کی شجاعت اور استقامت	۱۵۳
مقام تعریف مقام تصریح ہوتا ہے۔ نہ کہ مقام اخفا	۱۵۴
مناقب عمر رض بزبان امیر رض	۱۵۶
باب۔ عقیدۂ تقیہ۔ عقیدۂ تقیہ اور اس کے عقلی و نقلی مباحث	۱۵۷
تقیۂ شیعہ اپنی روایات کے آئینہ میں	۱۵۸
موت پر اختیار، علم غیب، بے انتہا شجاعت، پھر تقیہ کیوں؟	〃
حضرت امیر رض نے وفات کے بعد صدیق کے مناقب حلفاً بیان کئے۔ اس وقت خوف بھی نہ تھا۔	۱۵۹
حکایات تقیہ کی کتب شیعہ، پر زور تکذیب کرتی ہیں	۱۶۱
انبیاء اور ائمہ کا منصب حق گوئی اور صبر و تحمل ہے	۱۶۲
تقیہ اگر فرض تھا تو امام حسین کی شہادت معصیت ہوگی۔	۱۶۳
امام کا اپنی زلت سے حضرت عمر کو مرعوب کرنا	〃
تقیہ از روئے عقل و نقل و عرف	۱۶۵
تقیہ از روئے کلام اللہ	۱۶۶
تقیہ جنت سے محرومی کا سبب ہے	۱۶۷
خوف کفار سے سست ہونا ممنوع ہوا تو تقیہ تو دور کی بات ہے	〃
تقیہ سبب عتاب ہے، نہ کہ موجب ثواب۔	۱۶۸
انبیاء خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔	〃
خاتم الانبیاء کو تبلیغ کا تاکیدی امر	۱۶۹
انبیاء اور ان کے نائبین، سب کا مقصد انذار و تبشیر ہے	〃
آنحضرت کی بعثت کا مقصد ہی اظہار دین تھا	۱۷۰
تبلیغ دین انبیاء، علماء، ائمہ پر فرض ہے۔	۱۷۱
آنحضرت کی مکی زندگی تقیہ کا استیصال ہے۔	۱۷۳
صبر کے فضائل اور ترغیب جس سے تقیہ کی حقیقت کھلتی ہے	۱۷۴

جہاں اظہار حق نہ ہو سکے ہجرت واجب ہے،	۱۷۴
اکراہ میں بھی اظہار حق افضل ہے	۱۷۵
سیدنا ابراہیم کے کسی واقعہ سے اخفارِ دین ثابت نہیں	۱۷۶
اخفائے علاقہ زوجیت اخفائے دین نہیں ہے۔	۱۷۷
بچاؤ اور تقیہ میں عظیم فرق	۱۷۸
حضرت امیر (بزعم شیعہ) سنت احمدی و موسوی وابراہیمی کسی پر بھی عمل پیرا نہ ہو سکے	۱۷۹
دوران خلافت میں بھی امیر پر تقیہ واجب تھا۔	۱۸۰
خلافت امیر میں تقیہ کے بہتان کا پس منظر	〃
حضرت امیر وسائل رکھتے ہوئے بھی اظہار دین نہ کر سکے	۱۸۱
صدیق نے بے سروسامانی میں اظہارِ حق کیا۔	۱۸۲
مقربانِ الٰہی کا طریقہ اظہارِ حق کرنا اور جفائیں اٹھانا	۱۸۳
تقیہ عرف اور دستور کی کسوٹی پر	۱۸۴
حضرت صدیق کو صدیق نہ کہنے والے کے لئے حضرت جعفر کی بددعاء	۱۸۵
امام جعفر پر تقیہ حرام تھا	〃
امام جعفر کی بددعاء سے حقانیت اہلسنت ظاہر ہو گئی	۱۸۸
امام جعفر پر ایک اعتراض جو خودکشی کی نوعیت رکھتا ہے	۱۸۹
نقل خط مولوی عمار علی شیعی	۱۹۱
جواب خط	۱۹۷
نبات طیبات از روئے کلام اللہ شریف	۱۹۸
نبات طیبات کی تعداد از روئے کتب شیعہ	۱۹۹
مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے	۲۰۰
عمار علی کی تاریخ دانی	۲۰۱
مسلمان عورتوں کو قید کفار سے رہائی دلانے کا حکم	۲۰۲
ذی النورین کے فضائل اور شہادت کی تفصیل	۲۰۳
عمار علی کی فتون عربیہ میں مہارت	۲۰۴
ذی النورین کے بچاؤ کے لئے صحابہ اور اہلبیت کی جان کاہی۔	۲۰۶
ذی النورین کے لئے امیر کی مدافعت	۲۰۸
حضرت امام کا کوئی معاملہ ظاہر داری نہ تھا	۲۰۹
دفاع عثمان کے لئے دیگر صحابہ کا رویہ	〃
حضرت علی پر بزدلی کا بہتان	۲۱۰
حضرت علی تمام دنیا پر بھاری تھے	۲۱۱
حضرت علی (بزعم شیعہ) شجاعت میں بے مثل اور اپنی موت پر قابو یافتہ تھے	〃
حضرت علی نے پوری زندگی خوف و ذلت سے گذاری	۲۱۲
حضرت علی باوجود بے مثیل شجاعت کے سید کونین کہلائے (بزعم شیعہ)	۲۱۳
حضرت ام کلثوم کے نکاح کی بحث	۲۱۴
فاروق سے ام کلثوم کا نکاح حضرت عباس نے پڑھا تھا	۲۱۶
(بزعم شیعہ) حضرت عباس اعراف میں ہوں گے	۲۱۷
محبوب سول اعراف میں اور یہودی و نصرانی جنت میں	〃
حضرت علی کی خاموشی بوجہ رضامندی تھی	۲۱۸
فاروق اگر کافر ہوں تو امام پہلے ہوں گے۔ معاذ اللہ	〃
تزویج ام کلثوم کا کتب شیعہ سے ثبوت	۲۱۹
شیعہ کو اہلبیت سے محبت نہیں صحابہ سے عداوت ہے،	۲۲۰
حب علی اگر کافر کو جنت میں لے جائے تو قرابت بھی لے جائے گی	〃
حضرت ام کلثوم سے فاروق کی اولاد	۲۲۴
باب مباحث فدک	۲۲۳
حب اہل بیت و حب صحابہ ایمان کے دو پر ہیں	۲۲۴
حب اہلبیت و صحابہ ایمان کی دو آنکھیں ہیں	〃
شیعوں نے عترت میں سے بعض کی تکریم کی اور اکثر پر تبرا کیا۔	۲۲۵
اہل بیت سے مراد کون ہیں۔	۲۲۶
خاندانِ امام کو عباء میں لے کر دعا، کرنے کی وجہ	۲۲۷
شیعہ اولاد فاطمہ کی اکثریت کے دشمن ہیں	۲۲۹
شیعہ کی امیرؓ سے محبت جو دشمنی سے بھی بدتر ہے	۲۳۰

[illegible]	۲۳۱
[illegible]	״
[illegible]	۲۳۲
[illegible]	۲۳۵
[illegible]	״
[illegible]	۲۳۹
[illegible]	۲۴۰
[illegible]	۲۴۱
[illegible]	۲۴۲
[illegible]	۲۴۳
[illegible]	״
[illegible]	۲۴۴
[illegible]	۲۴۵
[illegible]	۲۴۶
[illegible]	۲۴۷
[illegible]	۲۴۸
[illegible]	۲۵۰
[illegible]	۲۵۲
[illegible]	۲۵۳
[illegible]	״
[illegible]	۲۵۴
[illegible]	۲۵۶
[illegible]	۲۵۹
[illegible]	۲۶۰
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۲
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۴
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۵
[illegible]	۲۶۶
[illegible]	۲۶۸
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۹
[illegible]	۲۷۲
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״

اہلسنت کے ہاں روایت کے صدق و کذب کا معیار قرآن مجید ہے

کا وعدہ ہو چکا۔ اور خدا وعدہ خلاف نہیں

غصب فدک کے بہتان کا تاریخی جائزہ

ئی مخذور لازم آئیں گے۔ پہلا مخذور خویش پروری

ک نہ تھیں تو حقہ کیوں فرمایا۔

ساتواں مالِ غنیمت ائمہ کے لئے حرام اور نہ دیگر مستحقین کے لئے بھی جائز

لئے سب کچھ

[illegible]	۲۴۶
[illegible]	۲۴۸
[illegible]	۲۵۰
[illegible]	۲۵۲
[illegible]	۲۵۳
[illegible]	״
[illegible]	۲۵۴
[illegible]	۲۵۶
[illegible]	۲۶۰
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۲
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۴
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۵
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۸
[illegible]	״
[illegible]	۲۶۹
[illegible]	۲۷۲
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״

فصل۔ کتاب و مصنف کتاب کے متعلق بعض ضروری شرائط

اہلسنت کی کتب میں شیعہ کی روایات

اہلسنت کا نظام حفاظت

عمار ملی کی تاریخ دانی

فدک نبی تھا، موہوب و مملوک نہ تھا

فدک کے مختلف تاریخی دور

ہبہ اور عطاء میں فرق

ذرک کے مسئلہ میں حضرت علی کا رویہ اس دعوے ۲۷۸
کے بطلان کی بڑی دلیل ہے
اہل شیعہ کی طرف سے حضرت علی کے رویہ کی تاویل " ۲۷۹
از روئے قواعد شیعہ سیدہ کا مطالبہ فدک ثابت ۲۸۰
قواعد شیعہ کی رو سے حضرت علی کا ثبوت ۲۸۱
قبول کرنا بھی درست نہ تھا۔
حضرت علی کے رویہ کی دوسری تاویل اور ۲۸۲
اس کا جواب
تیسری تاویل اور اس کا جواب ۲۸۳
چوتھی تاویل اور اس کا جواب ۲۸۴
خلیفہ چہارم کے پاس خلیفہ اول کی نسبت ۲۸۵
اعوان و انصار کی کثرت
کتب اہل سنت میں دعوائے سیدہ برائے ۲۸۶
فدک روایت ضعیف ہونے کی وجہ نہیں
روایت ہبہ کے غلط ہونے کی دوسری دلیل ۲۸۷
کتب اخبار کے مؤلفین نے حضرت کا کلام
نہیں کیا۔ ۲۸۹
قصہ کے پردے میں اہل شیعہ کی خطرناک خیانت ۲۹۰
لسان المیزان میں چند فریب کاریوں کی نشاندہی ۲۹۲
دعوائے فدک کی روایت گو صحیح ہو تب بھی
کام نہیں چلتا۔ ۲۹۴
شیعوں کی پیش کردہ روایت بشرط صحت بھی
ہبہ فدک ثابت نہیں ہوتا۔ ۲۹۶
لفظ عطاء ہبہ اور عاریت میں مشترک
اس پر مسلمہ حدیث سے استدلال ۲۹۷
لفظ عطاء کو بمعنی ہبہ بنانے کی ناکام کوشش ۳۰۱
تعیین معانی کے لئے قرائن کی بحث ۳۰۴
فدک کے لئے سیدہ کی شہادت بھی نامکمل تھی۔ ۳۰۷
حضرت زینب کے بیٹے علی اور عمامہ اس کا جواب "

فدک کے بارہ میں حضرت زید کا قول بھی ہے ۳۱۵
شیعہ قرآن و حدیث کے کسی لفظ کے معنی متعین ۳۰۶
مراد نہیں لے سکتے۔
روایت فدک منقطع ہے ۳۰۷
مشکوٰۃ کی روایت مرفوع متصل ہے۔ ۳۰۸
فدک تا دم آخر خلفائے انبیاء کے تصرف میں رہا ۳۰۹
ہبہ فدک کا دعوٰی ۳۱۰
پر ظلم تھا۔
دعوائے ہبہ بغیر قبض مسلم نہیں علامہ حلی کا بیان ۳۱۱
دعوائے ہبہ فدک کے بطلان پر احادیث الزامیہ "
استدلال۔ "
مسئلہ شہادت و رشاہدین کی تعداد پر مفصل بحث ۳۱۳
سیدہ کو بنا بالہ شہادت کے زیادہ پانے کا دعوٰی ۳۱۴
منشی اکرامت کی روایت کے بطلان پر حضرت ۳۱۷
ہب
نے فدک سیدہ کو واپس دے دیا تھا ۳۱۸
حضرت عمر پر عمار علی کا بہتان ۳۱۹
حضرت صدیق کے حضرت عباس کو بغیر ثبوت کے "
مال دینے کے وجوہ
حضرت ابوبکر کو نہ دینے میں خلیفہ اول ۳۲۱
آنحضرت کی طرح عامہ ہوتا ہے۔
حضرت فاطمہ کی اہل بیت اور ازواج کی حضرت ۳۲۳
علی سے ایک امتیازی محبت ہے۔
اگر امام کا علم امور دین کی طرح آئمہ ۳۲۶
بارے میں کذب کا اہم نہ ہوتا
سیدہ کے کذب کرنے خطا اجتہادی ۳۲۹
قدح نہیں۔
حضرت صدیقہ کا وجود ابلیس کے لئے شرف ۳۳۱
کے موجب ہے تو ابوبکر صدیق ابلیس کے لئے

فصل مذہب حنفیہ کی دلیل میں	۳۶۲
کراہت کی شرعی تعریف اور آنحضرت کا اسم آخر	
تبصرہ حنفیہ کی برأت کا منجملہ اسباب ہے۔	۳۶۳
حدیث ذکر کیا ہم شرکے ہیں مذہب	۳۶۴
شبہ کہ یہ کراہت پر اقتران لعن کا ہوا	۳۶۵
یا حکم امت آنحضرت مستفاد ہوا سکے دلائل	۳۶۶
آنحضرت کی مخالفت ہیں	۳۶۷
حدیث ذکر اس بیان کی نہیں	۳۶۸
جیسے آنحضرت کو اس سے منع فرمایا ایسے ہی	
یا فعلہ کی مستحب ہیں	۳۶۹
یا ان کی فصل دوسری آیت کی ہے	۳۷۰
آنحضرت کے دو گونہ متعلق	۳۷۱
آیت کی حدیث کی کا ہوا	۳۷۲
آیت کی حدیث کی کا ہوا	۳۷۳
آیت کا تعلق نہیں ہے	۳۷۴
آپ کی کہ ہیں	۳۷۵
آپ کی	۳۷۶
آپ کی	۳۷۷
آیت میں لام بیان مصارف کے لئے ہے	۳۷۸
تھا۔ اور آپ آمدنی تقسیم فرماتے رہے	۳۷۹
تمہارے جو ہے کہ	۳۸۰
فئے اور صدقات کا ایک دقیق فرق	۳۸۱
معصوم سے خطاء صادر ہونا محال نہیں	۳۸۲
دلیل کی	۳۸۳
آیت مندرجہ آیت کی تعیین واستحقاق کی	۳۸۴
	۳۸۵

مصارف فئے کی ترتیب	۳۸۶
اموال فئے آپ کی ملک تھے جو کچھ دیدیا	۳۸۷
چھوڑ دیا	۳۸۸
سفر میں دلیل	۳۸۹
فرشتے کہ گرفتے کہا نہیں دفع ضرر میں	۳۹۰
موجود ہیں۔	۳۹۱
اس کا جواب	۳۹۲
وقف کا متعلق کیا ہے؟ اور کونسی چیزیں وقف ہو سکتی ہیں	۳۹۳
اشیاء استعمالیہ میں سے	۳۹۴
سلاح اور کپڑے کیوں وقف کے قابل نہیں۔	۳۹۵
امام ابو حنیفہ کے نزدیک منقولہ کیوں قابل وقف نہیں	۳۹۶
حدیث کے معنی ہیں منقولہ کو وقف کرنے کی ممانعت	۳۹۷
حدیث کی رو سے کسی قسم کی وقف نہیں	۳۹۸
اشیاء منقولہ کا وقف فقراء مساکین کو مفید	۳۹۹
نہیں مگر ان میں قابلیت ہے۔	۴۰۰
ممالک غیر کے	۴۰۱
حدیث میں آنحضرت کے	۴۰۲
مصارف کے مقرر کرنے کی وجہ اہل مصارف کی ناداری	۴۰۳
حدیث کے	۴۰۴
فئے کے معنی کی تعیین	۴۰۵
آنحضرت کی	۴۰۶
اصلاح کے لئے وحی جاری تھی	۴۰۷
آیت انما اللہ یوصیکم اللہ کی مخصص ہے	۴۰۸
یوصیکم اللہ فدک کو شامل ہی نہیں۔	۴۰۹
حدیث کی	۴۱۰
ایسے ہی ماتر کناہ بھی ہے۔	۴۱۱
بعض	۴۱۲
قرآن	۴۱۳

حدیث لانورث منسوخ ہے آیت سے اور روایت
شیعہ من لف
اگر ائمہ نے روایت ذرک بلا واسطہ آنحضرت سے
کی ہے تو دو خرابیاں لازم آئیں۔
حدیث لانورث اگر ابوبکر تنہا روایت کرتے
نہیں آتی۔
فدک اور وراثت انبیاء پر جب مرثیہ کی دلیل
وورث سلیمان میں وراثت مالی مراد نہیں۔
وراثت سے مراد علم دین ہے اور وراثت ائمہ شیعہ
سیاق وسباق آیت سے بھی وراثت علمی ظاہر ہے
کلام اللہ میں وراثت کو صرف علم کے لئے کثرت
سے استعمال کیا گیا ہے۔
کلام اللہ میں وراثت بمعنے تسلط
وراثت بمعنے حاوی ومسلط
کلینی کی روایت جس میں وراثت علی کی تصریح
حضرت زکریا صرف نرینہ اولاد چاہتے تھے
حدیث لانورث حضرت صدیق کے لئے مقدمہ
بڑھ گئی۔
روایت کتنی دفعہ ان راویوں سے مروی ہے
آنحضرت سے سوائے ابوبکر کے کسی نے نہیں
روایت لانورث کو دس بارہ راوی بیان کرتے ہیں۔
ام شعبہ کے نزدیک حضرت علی کی بھی
وزنی ہے۔
بخاری کی شرط پر حدیث لانورث بروایت
حضرت امیر
راویت وآیات میں کوئی تعارض نہیں ہوتا
عقلی سے کہیں وہم ہو جاتا ہے۔
روایات شیعہ سے لانورث کی تائید

صادق اور صدیق کی روایت کا فرق
کلینی کی دوسری موئید حدیث
تارک الدنیا ورثا پر قرض نہیں چھوڑ سکتا۔
ترکہ نبوی میں تمام اہل بیت کا عمل
آنحضرت نے سیرت کو حدیث نہ بنانے کا
بزعم شیعہ علم غیب بھی نہیں۔
حدیث پہنچانے کی ایک مثال بروایت شیعہ
سیدہ کا آپ سے پیغمبر نے ذکر نہ کیا
مسلم شریف کے حوالہ کی حقیقت
ام کلثوم بنت عباس کو بارث کرنا
وراثت پر کلی دلیل ہے۔
حضرت عباس وعلی نے کب
کی تصدیق کی۔
حضرت عمر کا غصہ مبالغہ کی کھلی دلیل ہے۔
مبالغہ کلام اللہ میں بطور محاورہ
حضرت عباس نے بھی الفاظ امام کے ساتھ
کہا حضرت عمر نے کی نسبت
حضرت علی اور حضرت عباس
امام کی اتباع میں شیعہ گروہ بندی کرتے ہیں
حضرت عباس کی، بیان امام کو کہتے ہیں۔
ترکہ نبوی کے میراث ہونے پر
اس کے جوابات
حضرت ابوبکر وعمر رسول اللہ کو
اور بھولنا عیب نہیں۔
حدیث سے علم دین کی کوئی بشارت
سے بھی۔
قرآن میں ہر چیز حضرت کے متعلق ہے

...ائیہ سے سرور ... استشہاد ہیں۔	۴۷۳	بسلسلہ روایات صدیق روایت کے چند فائدے	۴۸۱
حضرت فاطمہ کی ... آنحضرت کی مخالفت میں	۴۷۴	روایات اہلسنت میں سیدہ کی خوشنودی	
کہ کسی ایک بات کے بعد سے افضلیت ہو تو		کا بیان موجود ہے۔	۴۸۰
خضر حضرت موسےٰ سے افضل ہوتے۔	۴۷۴	جنازہ میں شرکت سے روکنے کا حق نہ	۴۸۸
سیدہ سے ... حدیث کے بعد ...		سیدہ کی وصیت میں عام ممانعت تھی کسی	
بات چیت بند کی	۴۸۰	کی تخصیص نہ تھی۔	،،
... حدیث کے بعد سیدہ کو ...		سیدہ کا جنازہ صدیق ہی نے پڑھایا	۴۹۱
...	۴۸۶	خدا اور رسول راضی ہوں تو سیدہ کی ناراضی	
... کی نفی آشکارا	،،	سے کچھ نقصان نہیں۔	۴۹۳
... کے حملہ پر ...	۴۸۸	بضعۃ منی سے اشکال اور اس کے جوابات	۴۹۵
... کمال کی ... تلاش کیجئے		بضعۃ منی کا شان ورود حضرت علی نہیں	
... سے ...	،،	نہ کہ صدیقہ۔	،،
...	۴۹۰	پیغمبر نے نکاح گناہ نہ تھا مگر سیدہ کو کوہ جبہ	
...	۴۹۵	بشر بات غصہ آیا۔	۴۹۷
...		خلاصہ جواب طعن ...	۴۹۹

ملنے کے پتے

قرآن مجید ترجمہ و معرا، اور تفاسیر عربی و فارسی

اور اردو

نیز کتب درسی نظامی کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں و

قرطاسیہ کتابت اور طباعت کے نفیس اور خوبصورت

بہترین کاغذ، دلکش طباعت، نفیس

ملنے کا پتہ:- قرآن کتب خانہ حضرت خانہ و بازار ... لاہور

اعتذار

از

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! ازیں نسبت کتاب "ہدیۃ الشیعۃ" کے بارہ میں کچھ کہنا چیز ضروری بلکہ بے ادبی ہے کیونکہ اس کتاب کے مصنف جناب استاذ العلماء حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند ہیں نہ ان کا نام نامی اس کے مستند ہونے کی پوری ضمانت ہے۔

دراصل یہ کتاب ایک شیعہ عالم مولوی ثمار علی صاحب کے خط کا جواب ہے جس میں مسئلہ خلافت اور مسئلہ فدک کے متعلق بحث فرما کر حضرت شیخ الاسلام کے موقف کو خوب واضح فرمایا ہے۔ یہ کتاب حضرت نانوتوی کے ذہبی شاہکار میں سے ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۸۶ھ میں تصنیف ہوئی اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو کر مقبول عام ہوتے۔ لیکن اس وقت کی طباعت میں بہت اغلاط اور عنوانات نہیں تھے جس کی وجہ

سے استفادہ ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا محمد اسلم صاحب سابق خطیب مسجد ہیڈ کوارٹر کراچی کو کہ انہوں نے پوری کتاب میں پیراگراف اور عنوانات کی سرخی لگا کر کتاب کے سارے مضامین فہرست کے آئینے میں سمو دیئے اور کتاب کی افادیت نمایاں ہو گئی۔ نیز مولانا موصوف نے اس بات کی بھی پوری کوشش فرمائی کہ حتی الوسع مصنف کی اصل عبارت میں تصرف بھی نہ کیا جائے۔

مولانا موصوف نے عربی عبارات کے تراجم بھی ساتھ دیدیئے ہیں کہ اردو خواں حضرات کے لئے بھی استفادہ آسان ہو جائے۔

عنوانات صرف اصل مضمون کی مناسبت سے لگائے گئے ہیں اور پوری کتاب کی اصل عبارت جوں کی توں ہے۔ یہ فہرست والا ایڈیشن مولانا محمد اسلم صاحب نے تقریباً سنہ ۱۹۷۱ء میں اپنے مکتبہ نیو کراچی سے شائع کیا تھا لیکن اب کمیاب تھا اس لئے اس کو بہبود امت کے ذریعہ اب "خانقاہی کتب خانہ لاہور" سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

بندہ نسیم بشیر اعظمی خانقاہی کتب خانہ، لاہور

تاریخ ترتیب خادم اہلسنت نسیم بشیر اعظمی

وسط ستمبر ۲۰۰۰ء

ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۰۱ء

از ناشر

تقدیم الکتاب

از ناشر:

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے محض اپنے فضل وکرم سے میرے جیسے بے بضاعت اور کم سواد طالب علم کو اس عظیم الشان علمی یادگار کے احیاء کی توفیق بخشی۔ ایک مدت تک تو طباعت کا خیال ہی خیال رہا کیونکہ طباعت سے پہلے خود کتاب کا وجود ہونا ضروری ہوا اور کتاب کا کہیں پتہ نہ تھا کان لم یکن۔ اچانک ایسا ہوا کہ ایک روز دوست بزرگ تشریف لائے۔ اور کچھ کتابیں میرے سامنے رکھیں۔ کہ ان کی جگہ بنانی مطلوب ہے۔ کتابیں دیکھیں، تو ان میں وہ مقصود بھی موجود تھا جس کی خاطر مدت دراز سے دل میں رہتی تھی۔

اس وقت تو ان کو بہت ٹالا کہ فرصت کیا اور پھر فراغت مراجعت ہی پڑیں جن سے وہ بزرگ بہت منت سماجت کے بعد کتاب دینے پر آمادہ ہو گئے کام بڑا تھا جس کے لئے بڑی ہمت درکار تھی۔ اور بہال فصل ہی فصل تھا کتاب پڑی رہی اور سوچ بچار میں کافی وقت گزر گیا۔ اس دوران میں ایک [illegible] کا زندہ کیا۔ اور کتاب بھی لے لی مگر کچھ عرصہ بعد صروفیت کا [illegible]

ع:۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

جس طرح کتاب ہاتھ آئی ہاتھ سے [illegible] ظاہر تھا۔ کہ اب پس وپیش کی مزید گنجائش نہیں۔ کام شروع ہونا چاہیے۔ لیکن جب کام شروع کیا۔ تو معلوم ہوا۔ ع۔ کہ مشکل آسان نمود اول ولے۔ کیونکہ کتاب مسلسل نہ تھی۔ کوئی پیراگراف کوئی [illegible] اور باب وغیرہ اس میں موجود نہ تھا۔ جیسا کہ متقدمین کا طریقہ تھا۔ اور یہ طریقہ اس وقت کے لئے [illegible]

تھے۔ کتابوں کے کیڑے تھے مطالعہ کے دلدادہ تھے۔ خالی وقت سے مطالعہ اور کتب بینی ان کے لئے تفریح ونشاط کے ذرائع تھے۔

مذہب جبکہ جنتیں اپنے ہوچکیں۔ ذہنی سکون و اطمینان بجائے علمی مشاغل کے جنتی روایتوں اور قصوں میں تلاش کیا جانے لگا۔ تو ضروری ہوا کہ اب علم کو سہل و خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے۔ تاکہ شائقین کو مطالعہ میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اس نے ایک نئے اسلوب کی خواہش پیدا کی جس کو کتاب کی ترتیب و تدوین کرتے وقت مدنظر رکھا جائے۔ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے جہاں کہیں اس اسلوب کو نظر انداز کیا ہے کتاب بے جان اور بے روح سی ہوگئی ہے۔ ایک ایسا مشغلہ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نظر آئی۔ کہ دست خود دہان خود پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ ترتیب کے کم و بیش کی مناسبت سے چند کتابیں ایسی ہیں جن کو ان کے زمانہ میں عنوانات ملے۔

مگر اس کے باوجود کوئی کتاب کے مرتبہ میں کمی نہیں ہوسکا۔ کیونکہ کتاب کی جان کا تعین اور اس کی ہیئت کہ ہر دو سطر کے بعد ایک نیا استدلال، نیا نکتہ، نیا مضمون اور نیا دعوے نظر آتا ہے کہ اس کثرت سے عنوانات نہیں لگائے جاسکتے۔ اس لئے کتاب کی وسعت اور جامعیت کو فہرست کی تنگ دامنی پیش نہ کرسکے گی۔ ہاں تشویق و ترغیب کا کام ضرور دے گی۔

کتاب جب مصنف کے ذہن سے کاغذ پر منتقل ہوتی ہے تو اس کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ کاغذ پر آنے کے بعد مصنف خود بھی ان مکتوب میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ مصنف خود بھی ان مکتوب میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ پھر اس کی اشاعت کے بعد تو اس کا حق ہی نہیں رہتا۔ پھر اس کی بات یہ ہے کہ بند بیت اور عابد خدا ان سند ہیں کے متعلق تمام بحثیں اور مباحث میں وہ سند ہیں۔ ان کی بات ہی آخری بات ہے۔ مگر اس کے شروع کے بعد ہر جگہ ترتیب و انکشاف ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں کوئی اضافہ نہیں ہے۔ پھر اس بات یہ ہے کہ بند بیت اور عابد خدا ان سند ہیں کے متعلق تمام بحثیں اور مباحث میں وہ سند ہیں۔ ان کی بات ہی آخری بات ہے۔ مگر اس کے

یہ توازن جوش و خروش اور قلم کی جولانیوں کی نذر ہو چکا ہے۔

کتاب کی خصوصیات کے بارے میں اگر کچھ عرض کیا جائے تو سب سے پہلی اور بڑی خصوصیت تو یہی ہے کہ بانی دار العلوم قدس سرہ کی تالیف ہے۔ اور یہ کسی حیثیت سے بھی کا اظہار نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت ہے کیونکہ مولانا کی علمی اور تحقیقی رفعت و امتیاز کے اپنے اور پرائے سب ہی قائل تھے۔ اور ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ استدلال میں دونوں پہلوؤں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ یعنی روایت کے ساتھ درایت اور نقل کے ساتھ عقل کا سلسلہ پوری کتاب میں قائم ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ عرف اور محاورہ بھی زیر بحث ہے۔

تیسری خصوصیت صحابہ کرام سے متعلقہ آیات کی تفسیر و تشریح ہے جو زیادہ تر الہامی ہے۔ آیات کے لفظی اور معنوی فوائد ایسے عجیب و غریب ہیں۔ کہ بڑی بڑی تفاسیر ان سے خالی ہیں۔ اور ما لا عین رأت ولا اذن سمعت کے مصداق ہیں۔ چوتھی خصوصیت بعض ایسی آیات۔ و احادیث پر محققانہ بحث ہے جن کو فریق ثانی استدلال کے طور پر پیش کرتا ہے مگر اس بحث کا امتیاز یہ ہے۔ کہ مصنف قدس سرہ کی تحقیق کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث یا آیت کو فریق ثانی نے اپنی دلیل کبھی بنایا ہی نہیں۔ یہ تو ہماری دلیل ہے۔ زکات و حکم کا بیان اس پر مزید ہے جو انسانی علم و ادراک کا نتیجہ نہیں بلکہ محسوس طور پر عطائے ربانی ہے۔

پانچویں خصوصیت کتب کے مباحث و مضامین کا تنوع اور ترتیب ہے جس کے ضمن میں دینی علوم و معارف کا فی مقدار میں آگئے ہیں جو بے حد قیمتی اور نادر و نایاب ہیں جن سے کتاب کی افادی حیثیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور حضرت مولانا مرتضیٰ صاحب بنوری مدظلہ کا یہ ارشاد بالکل بجا اور درست ہے۔ کہ ہدیۃ الشیعہ میں تحفہ کا بھی زوائد ہے۔ چھٹی خصوصیت کتاب کی سلاست اور سادہ بیانی ہے۔ جو مولانا قدس سرہ کی باقی کتب کے مقابلہ میں بالکل نمایاں ہے۔ کتاب کا اکثر حصہ مادری زبان کی طرح ہے۔ بعض مقامات میں (جو بہت قلیل بلکہ اتنے ہیں) علمی زبان کی وجہ سے کچھ دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بعض فنی مسائل کے بیان میں یہ دشواری ہر ایک

کمبیش آتی ہے۔

آخر میں اپنی اس حقیر کاوش کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس امر کی کوشش پوری پوری کی گئی کہ عنوانات کو کتاب کے ساتھ کامل ارتباط و مناسبت ہو۔ اور کتاب کی علمی شان کا عکس اور پرتو ہوں، مگر چہ نسبت خاک را بعالم پاک؟۔ کہاں یہ کتاب اور اس کی رفعت اور کہاں ہم اور ہماری کاوش؟ بس مقصد اتنا تھا کہ پڑھنے والے کو کچھ اندازہ ہو جائے کہ کتاب میں کیا ہے۔ وہ کسی قدر انشاء اللہ ضرور حاصل ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں جی چاہتا ہے کہ سوانح قاسمی میں سے سرسید کا وہ بیان نقل کر دیا جائے جس میں انہوں نے اظہار عقیدت کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سرسید کی نظر میں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات پر سرسید مرحوم نے رسالہ گزٹ انسٹیٹیوٹ گزٹ، کی اشاعت ۱۸۸۰ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون میں حضرت نانوتوی کے متعلق سرسید نے اپنے تاثرات کا جن لفظوں میں اظہار کیا ہے، وہ الفاظ معاصرانہ چشمک سے مبرا ہونے کے علاوہ حضرت نانوتوی کے علم و عمل اور صلاح و تقویٰ کا ہمہ تمام متین گرتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ وہ حقیقتاً مخلصانہ جذبات کے نتائج تھے۔ ایک ایسے شخص کا اپنے کسی ایسے معاصر کے بارے میں اظہار رائے کرنا جو اس شخص کے خیالات و افکار اور نظریات سے شدید اختلاف رکھتا ہو، ظاہر ہے کسی بے لاگ حقیقت کا حامل ہو سکتا ہے۔ یہ حضرات ایک دوسرے کو ذاتی حیثیت سے کس نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کا اندازہ تصفیۃ العقائد کی ان اصطلاحات سے ہو سکتا ہے جو ان حضرات کے لئے متعین ہوئی ہے۔ اس رسالت میں سرسید اپنے ایک دوست (منشی محمد عارف صاحب) کے نام خط میں لکھتے ہیں۔

"مرحوم مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لے گئے۔ آخری ملاقات ہے۔ یہاں کی کوشش ہوئی کہ یہ نہ جانے پائیں گا۔"

سلہ تصفیۃ العقائد ص ۵ مکتوب سرسید بنام منشی محمد عارف

متذکرہ بالا مکتوب کے جواب میں سرسید کے ان ہی دوست کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا کہ

"ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ منشی سید صاحب (سرسید) کی اولوالعزمی اور دردمندی اہل اسلام کو متقضی ہوئی، اور اس وجہ سے ان کی نسبت اظہار محبت کرو، تو بجا ہے مگر تنہا اس سے زیادہ ان کے فسادِ عقائد کہ سن سن کر ان کا شاکی ہوں، کی طرف سے رنجیدہ خاطر ہوں۔"[1]

اس مختصر تقریب کے بعد سرسید کا ممتاز کردہ مدرسہ مضمون درج ذیل ہے۔

"افسوس ہے کہ جناب ممدوح (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) اسے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو فیق انفس کی بیماری میں بمقام دیوبند انتقال فرما کر بہتوں کو رو دیا ہے۔ اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے نہایت رنج اور فکر اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ آپ کے علم و فضل اور تقوے اور ورع میں معروف اور مشہور تھا ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے جید عالم مدت سے اسحٰق صاحب کے کوئی شخص ان کا مثل ان سامنے میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنی کمال دینداری اور تقوی اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں کی بدولت مولوی محمد اسحٰق صاحب کی مثل اور شخص کہیں خالی نہیں ہے بلکہ چند باتوں میں ان سے زیادہ تھے۔

بہت لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمر میں تعلیم پاتے دیکھا ہے انہوں نے جناب موصوف کو کمال محنت سے تمام کتابیں پڑھی تھیں، ابتدا ہی سے آثار تقوے اور ورع اور نیک مزاجی کے

---

[1] تحمیدیہ عقائد اہلسنت، مکتوب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بنام منشی سید احمد صاحب۔

خود پرستی کے ان کے اوصاف اور نمودار سے نمایاں تھے اور یہ شعر ان کے حق میں

بالکل صادق تھا۔ ؎

ہوئے مرشد زہد شعار ہی ۔۔۔ ہی "مانت ستارۂ بلندی

زمانہ تحصیل ہی میں بیسے کہ وہ ذہانت اور طباعی و ذکی و فہم و فراست میں ممتاز و مشہور تھے۔ ویسے ہی نیک و پرہیزگار بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے۔

بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور ساتھی اور اور لڑکے تھے ان سب کے دلوں کو ایک نہ بیت لگا دیا تھا۔ تبھی تو ان کے ہاتھ شریعت اور سنت کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ان کی کوشش کرتے تھے۔ بیسے ہی ان کی عادت تھی۔ نہیں کی کوشش علوم دینیہ کی تعلیم کرتے تھے بہت خیال رکھتے تھے۔ اور ایک ثابت قدم رہنمائی کرتے تھے۔ اور کوشش پیدا کرتے تھے۔ اور ان کی تعلیم میں

اور ان کی حقیقت نہ ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔

ان کی فرزندی میں جس لگن سے تھے اور ان کی ستارہ

تھا۔ ان کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی کی کوئی انتہا نہیں

تھی۔ ان کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی غیرت تھی۔ جو

غالب آنے کی نہ تھی۔ جو بات کرتے تھے۔ اور کہتے تھے اس کی

پیروی کرتے تھے۔ ان کی آواز میں ایک خاص قسم کی

تھی۔ جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کسی شخص کی

تعریف کے سبب جلا نہیں جاتے تھے۔

کام کرتا ہے یا بری بات کہتا ہے۔ خدا کے واسطے برا جانتے تھے۔ مسئلہ حُبّ لِلّٰہ و بغض للہ کا خاص ان کے برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں۔ ہم اپنے دل سے ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہر طرح شایان محبت کے لائق ہے۔ اس زمانہ میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے۔ ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید محاورۃً ہی میں شاہ عبدالعزیز سے کچھ کم ہو۔ الّا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی اور نیکی اور سیدھی راہ میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحٰق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا۔ درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے۔ اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا ان لوگوں کے لئے جو ان کے ہمعصر تھے بہت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

افسوس ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کچھ کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد تھوڑے سے حسرت و افسوس کے کلمے زبان سے ادا کر دیں یا چند آنسو آنکھ سے بہا دیں اور بس۔ بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگار کو قائم کریں۔ دیوبند کا مدرسہ ان کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے۔ اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اسی کے ذریعہ سے ہم قوم کے دل پر ان کی یادگاری کا نقش جما رہے۔

(نقل بمطابق اصل گزٹ انسٹیٹیوٹ گزٹ

مورخہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۸۰ء نمبر ۹۶۰)

نوٹ:۔ فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید ولد بنی الرحمۃ وآلہ وازواجہ واھل بیتہ وذریتہ واصحابہ اجمعین۔

سبب تالیف ابتدا درود وصلوٰۃ کے بعد بیان کرنا مؤلف کا کہ علماء ناظران اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ واخر رجب ۱۳۵۳ھ بارہ سو تراسی ہجری میں مخدوم العلماء مطاع الفضلاء مجمع البرکات منبع الحسنات زیب طریقت حامی شریعت فخر احباب افتخار اصحاب ملجاء انام مرجع خاص وعام معلم قوانین اطاعت وانقیاد مالک سلسلہ رشد وارشاد بیکرات ظاہری و باطنی مخدومنا ومولانا مولوی رشید احمد گنگوہی دام رشدہ وارشادہ نے ایک خط متضمن بعض خرافات شیعہ جو مولوی عبدعلی صاحب کی طرف سے بنام میر نادر علی صاحب ساکن کرنال نواح الور تھا، ارسال فرمایا ان کے پاس بایں مضمون بھیجا کہ ان خرافات کے جوابات لکھ کر روانہ خدمت مولانا ممدوح کریں۔ اتفاقات سے ان ایام میں حسب ایما بعض احباب کہ ان سے اشتراک نسبی بھی حاصل ہے اوقات فرصت میں دربارہ اثبات توحید ورسالت بدلائل عقلیہ اوراق سیاہ کرتا تھا، سو یہ تحریر اس مرتبہ سے کہ بلی طیر زاد، اس کے جوابات کا لکھنا سخت دشوار معلوم ہوا اور پھر بوجہ بیماری اور بے سروسامانی اور کثرت مشاغل روزمرہ اس خیال سے اور بھی دل تنگ ہوتا تھا، مگر یہ کار دشوار تھا بحکم مولانا ممدوح کے ارشاد سے ناچار تھا لہٰذا تحریر مضامین توحید ورسالت کو اور وقت پر ملتوف رکھ کر خدا خدا کر کے پہنچنے سے نویں روز ہی بعد تحریر سوالات کے جوابات لکھنے شروع کیے۔ مگر تنگدستی پریشانی اور بے سروسامانی اور کچھ قلت فرصت اور کچھ سرگردانی اس لیے ایک دفعہ تو نہ بن پڑا، پراوقات متفرقہ میں لکھ لکھ کر بانزدہم صفر ۱۳۵۴ھ بارہ سو چوراسی میں تمام کیا اور بعد اختتام ھدیۃ الشیعہ اوراق کا نام رکھا۔

انتخاب نام کا راز اور وجہ اس نام رکھنے کی (حالانکہ یہ رسالہ بظاہر ہدیۃ اہلسنت ہے اور اس وجہ سے ہدیہ اہلِ سنت کہنا مناسب تھا) یہ ہے کہ بہ نسبت اہل سنت شیعوں کے حق میں یہ رسالہ زیادہ تر مفید ہے، اہلِ سنت کے لئے تو اس میں اتنا ہی فائدہ ہے کہ کچھوں کے لئے مفید یقین اور کچھوں کے لئے باعث اطمینان ہے، پر شیعوں کے حق میں اگر انصاف کریں تو ذریعہ حصولِ ایمان ہے، کیونکہ ان اوراق میں اگر استدلال ہے تو تین چیزوں سے استدلال ہے۔ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ کتب معتمدہ شیعہ امامیہ عقلیہ واضحۃ الدلالات سو ان تینوں کا مسلم ہونا شیعوں کے نزدیک مسلم

کتب کی کمی صداقت مگر یہ سنکر یہ جو گستاخی اختر شاید کسی کو یہ بدگمانی ہو کہ استدلال ہی کرتے ہیں پھر استدلال کرنا کسی کی کیا بات ہے سو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ رسالہ مجرد ہے بلا کتاب دیکھے ہی کو دیکھ لیجئے۔ ماجد دیانہ ہوں ولیکن بات کا ہوں ٹکانے کی۔ بہرکت اہل بیت کرام اور صحابہ عظام امیدیں ہیں کہ انشاء اللہ منصفان فہیم آفریں ہی کہیں گے اور کوئی کہے تو یہ کہے گا

گاہ باشد کہ کودکِ نادان

بظاہر برد بسے نہ تیرے

سو یہ سب سچ ہے۔ اپنے آپ کو کون نہیں جانتا۔ غرض اپنی نسبت جو کچھ کہئے بجا ہے پر اس مسائل کے مضامین کی حقانیت کا دعوے کوئی نہیں۔ انشاء اللہ ہر منصف فہیم تسلیم کرے گا۔

کتب کے جواب کی صحیح راہ ہاں نادان متعصب اگر دو چار باتوں میں تسلیم نہ کریں۔ تو نادانوں کا نام ہی ہے ان کی زبان سے نہ ان تو چوں ہی نہیں یہ چیاں تو کس شمار میں ہے۔ البتہ دانشمند ذی علم انصاف کریں تو ہمیں ابھی شکایت ہے کیونکہ کسی رسالہ یا کسی کتاب کے جواب کے یہ معنی ہیں کہ تمام استدلالات کو باطل کر دیجئے۔ جیسا کہ اس ہیچمدان نے نسبت خاطر عاطر علمائے عامہ کی (انشاء اللہ العزیز) کر دکھائے ہیں ایک دو بات تو ہر کسی کی قابل گرفت ہوتی ہے جناب من بشر ہیں اور بشر بھی ایسے کہ کمزوریاں نہیں ہوں نہیں جو غلطی کا احتمال نہ ہو۔ بول چال کے سوا کام نہیں کیا جاتا، ہر کتاب کی صحت اور اعتبار باتوں ہی کے ہوتی ہے۔

سو اگر کسی صاحب کو خیال جواب ہو تو بندہ ہیچمدان کی روش پر چلیں یعنی ہر مضمون کے ہر پہلو کو گرفت کریں نہیں تو اس سے کیا کم کہ موافق قواعد علم مناظرہ ہر دعوے کا استدلال پیش کر دیا ہے،

کریں ورنہ دو چار باتوں کی تنقید سے کام نہیں چلتا۔ اس کا تو میں بھی خود مقر ہوں کہ خلا و نسیان سے مبرا نہیں کیا عجب ہے کہ کچھ غلطی ہو گئی ہو اتصفہ اہلِ انصاف سے امید قوی ہے کہ قطع نظر پریشانی تحریر اس رسالہ کے دعووں اور دلائل پر نظر گہری نہ ہوں۔ بلکہ آفرین و تحسین ہی سے پیش آئیں۔

ایک شبہ کا ازالہ اور اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں البتہ ذکر کہیں کہیں ناچار بھی بقدر فرض لازم شیعہ آگیا ہے اس کا بار انہی کی گردن پر ہے یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے مقامات میں ہزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت دارین کے حسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر مردمان فہمیدہ یوں امید رکھے کہ میرے غدر سے پیشتر ہی بشہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔

نقل روایات میں مصنف کا رویہ ہاں بوجہ بے سروسامانی اگر کسی شیعہ کو نقل روایت میں کچھ تامل ہو تو البتہ چند وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اول تو کتب شیعہ کسے میسر و نہ میسر ہوں کہ کیں جو فراہم کریں شیعوں کو بحکم مثل مشہور اہل بیت ادری بما فیہ یعنی گھر کی بات کو خوب جانا کرتے ہیں بلکہ اغلبی مضامین میں کے دیتے ہیں دوم گیرا ذہن و تشنیع اہل سنت کا اندیشہ پھر کوئی سنی لے تو کہاں سے لائے جو کوئی روایت خلاف مطلب میرا کسی رسالہ میں درج کی جائے دوسرے یہ کتابیں گھر میں کی ہوں تب تو ان کے سنی کو کوئی ضرورت ہی نہیں کہ اپنی کتابیں جب پاس نہ ہوں تو دوسروں کی کتابیں کیوں تیسرے اہل سنت مشہور ہے۔ الحمد للہ ہم شیعوں کی دروغ زنی سے شیعوں کے بزرگ سنیوں کا اعتبار ہی نہیں رکھتے پھر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنی مشرب کو بھی جھوٹا بتائیں تو آپ کا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ غرض ہر وجہ سے اس بات میں کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجائے خود ہے

اہل سنت کے لیے استبعاد کی وجہ پر دو ہے کہ الصدق ینجی والکذب یہلک

بہر کیف یہ بات بڑا دقت میں ڈالتی ہے۔ واقعی ان کے سر سامان پاس اس قسم کا سامان کہاں تھا۔ ایک تو اہل سنت کا یہ حسب مثل مشہور

کہنی ہے تو آل کو تیری ایک نظر میں

اور کیا ہی سچ ہے۔ ایک کثرت ہے کہ ہر وقت کذبت قبلک المرسلون تاتا الذین من قبلکم المغترون

بزرگواروں کا کام ہے۔

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

باب

مذہب اہلسنت موافق قرآن مجید و حدیث پاک ہے اور مذہب شیعہ مخالف ہر دو

اہل سنت اہل حق اور شیعہ اہل باطل ہیں۔ دلائل تفصیل اس بات کی کہ اہلِ سنت کا مذہب موافق قرآن

یہ بات کہ پیشوایانِ شیعہ کے حق میں حضراتِ ائمہ نے کیا کچھ کہا ہے اس رسالہ مختصر میں سما نہیں سکتی لیکن بطور

نمونہ ایک ایک دو دو باتیں عرض کرنی ضرور پڑیں۔ بس انصاف اسی سے کام لیں گے، مشتے نمونہ

خروارے بعد ازاں اس خط کی تردید مناسب وقت کی جائیگی۔ مقدم من کلام اللہ میں سورہ بقر میں

پہلے سیپارہ میں یہ آیت ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝	اصل اس کا یہ ہے کہ جن کو ہم نے دی یہ کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو منکر ہوں اس سے سو وہی لوگ ہیں جو کہ نقصان میں ہیں

اس آیت کے مضمون کے دیکھنے کے بعد تصور میں نہیں آتا کہ کسی کو درباره حقیت مذہب اہل

شک رہے اور جب اس میں شک نہ ہا تو اس کا پہلے یقین ہو جائے گا کہ مذہب شیعہ اہل باطل ہے۔

مضمون آیت پر تفصیلی نظر | تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ آیت ہر چند بعض اہلِ کتاب کے حق میں نازل

ہوئی ہے لیکن اس آیت میں کسی کی شان میں نزول ہو کلام

ایمان لانے کو انہیں میں منحصر کر دیا ہے جو اسے خوب پڑھتے ہیں حق پڑھنے کا جب یہ بات

میں منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان کی علامت یہی ہے کہ اس کو خوب تلاوت کیا جائے کوئی

سی خدا کی کتاب کیوں نہ ہو توراۃ ہو یا انجیل یا قرآن شریف۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی ذہین آدمی کسی

مشکل بات کو سمجھ جائے اور خوب سمجھ لے۔ اور دوسرے اس کی تشریح میں ایسی کہیں کہ بہت کوشش

سے سمجھتے ہیں تو گو یہ تعریف اسی کے بنانے کی گئی ہے پر حقیقت میں سارے ہی ذہین

سے نسبت قرآن شریف کے یہ نشانی سوائے اہل سنت کے اور کسی فرقے میں پائی نہیں جاتی خصوصاً شیعہ کہ ان کا تلاوت کرنا تو سب ہی جانتے ہیں۔

اہل سنت سے ادائے حق تلاوت شیعہ کی اس سے قطع محرومی

یہاں تک کہ کلام اللہ کے یاد نہ ہونے میں ضرب المثل ہو گئے ہیں سو اس کا باعث بجز اس کے اور کیا ہے کہ جیسی تلاوت چاہیئے ان سے ویسی تو ہو نہیں سکتی جب تو کلام اللہ کے پڑھنے میں محنت چاہیئے ان سے محنت نہیں ہو سکتی باقی رہا بے تلاوت کرنا، جیسا تلاوت کا حق ہے۔ یاد ہے اور یہاں یہ بیان، اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ پڑھتے پڑھتے بے زبان ہو جاتے ہیں۔

بر بنائے آیت قرآنی قرآن کے حفظ ہونے کا حق ہونے کی نشانی

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جتنے فرقے اہل اسلام میں معدود ہیں ان میں سے جو فرقہ حقانی ہوگا۔ اسی کو کلام اللہ یاد ہوگا اور دوسرے کو یاد نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے کہ باطل پر ہو کر روح خداوند کریم ہو۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ یہ دولت تو سب اہل سنت ہوئی۔ باقی رہا ان کے اور سب فرقے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے چنانچہ آج تک سنا نہیں گیا کہ سوائے اہل سنت کے کسی اور کے روافض و خوارج میں سے یاد ہو، ہو اور فرقوں کا تو ہندوستان میں وجود ہی نہیں، پر سوائے اہل سنت، روافض البتہ بکثرت ہیں کوئی قصبہ اور کوئی شہر خالی نہ ہوگا کہ وہاں ان کے گھر نہ ہوں۔ اور وہ بھی نواح نکھنؤ اور اطراف دکن اور اضلاع سندھ میں باوجود کثرت کے تسلا ایسے نہیں کہ ہے یہاں تک کہ اسی باعث سے تشیع کو ہندوستان میں کمال درجہ کی شہرت حاصل ہوا، ہزاروں نام شیعہ مذہب جو آج پیدا فی الفور کوئی دیکھا نہ سنا اور کسی کے دادا پردادا شیعوں نے حفظ قرآن کی تہمت لگائی ہو تو لاسے یوں ہی کہتے ہوئے سنا کہ یاد تو تھا پر آج کل چھوٹ گیا ہے یا فلاں نہ آتے ہوں۔ اور جو سنانے پر آئیں بھی تو ایک سیپارہ کے سنانے پر آتے ہیں یہ نہیں کہ ایک جلسہ میں یا دو جلسہ میں پڑھ کر دوسرے دن سنا دیں۔

علمیت کے ساتھ حافظ ہونے کا ثبوت

فرزند حضرت شیخ العلماء مولوی جعفر علی صاحب بچپن ہی سے ذہن رسا اور طبع وقاد لے کر آئے ہیں علم و فضل میں بھی نمایاں ہیں تو بایں ذہانت و فطانت و علمیت یہ کیفیت ہے کہ رمضان شریف میں عشرہ سے پہلے بچشم خود اس احقر نے دیکھا ہے کہ جلسہ تلاوت قرآن میں جو دن کو نواب حامد علی خاں کی مسجد میں ہوا کرتا ہے مثل دیگر حفاظ شیعہ مذہب حافظ ہیں

شخص اس کی تلاوت میں مقصر رہا اور بے تقلید کسی اور کے اپنی ہی سمجھ کے موافق اس پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تو ایسی محنت والے تو قانون انگریزی میں بھی بہکتے ہیں جس میں چنداں دقائق نہیں ہوتے، کلام اللہ کو جو مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقائق ہے کیا ذکر کہ سمجھیں گے بلکہ بالیقین کچھ کا کچھ سمجھ جائیں گے، سو ایسے لوگ جو کتاب اللہ کچھ کہے اور وہ کچھ کہیں، گو اپنے عقیدہ میں کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہوں کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور ان پر یہ قول خداوندی سراپا مطابق ہے وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ یعنی جو لوگ کتاب اللہ پر ایمان نہ لائے۔ سو وہی لوگ ہیں اور اس آیت میں بھی ان کی طرف اشارہ ہے يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا یعنی خدا تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو بہکاتا ہے۔

آیت کے شان نزول سے بیان مذکور کی شہادت

اور اس تقریر کی صحت کا موید قوی اس کے سوا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو کتاب اللہ کو خوب توجہ کیا کرتے تھے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتیں جو اس کتاب میں تھیں خوب یاد ہو گئی تھیں اور انکے مراد ہونے سے ان کے ذہن نشین ہو گئے تھے اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ وہی ہیں جن کے اوصاف کو آپ نے مطابق پایا اس اختلاف ہے کہ وہ کتاب کونسی تھی توریت یا انجیل اور وہ لوگ کون تھے یہود یا نصاریٰ

ادائیگی حق تلاوت میں سنی اور شیعہ دونوں میں کثرت کا فرق

بایں ہمہ یہ بھی اہل فہم پر روشن ہے کہ ہیئت مجموعی کی رو سے تمام فرقہ اہلسنت اور علی ہذا القیاس تمام فرقہ شیعہ ایک گنا جاتا ہے۔ سو ہیئت مجموعی اہلسنت کو جدا لحاظ کیجئے اور ہیئت مجموعی شیعہ جدا پیش نظر رکھئے۔ دیکھئے کہ اس فرقہ میں کثرت تلاوت اور تدبر کا جیسا حق ہے پائی جاتی ہے یا فرقہ شیعہ میں اور ہیئت مجموعی کی رو سے سب کا ایک ہی حال ہوتا ہے ایک کی بات سب کی طرف منسوب ہوتی ہے تھوڑی ہے تھوڑی اور ہیئت مجموعی ماتحت ان آنکھوں تک کے احوال کو تمام تر ہیئت مجموعی کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ہاتھ میں کچھ تکلیف ہو تو یوں کہا کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوں، یا فلانا بیمار ہے، کسی نے کسی کو مارا یا یہ کہ کسی نے مارا یا میں نے کسی کو دیکھا یا سب کو کسی نے دیکھا یہ ساری تعبیریں ہیئت کل کی طرف باعتبار مجموعہ کے ہوتی ہیں یعنی مجموعہ کو ایک سمجھ کر جز، کے حال کو کل کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

مقتدا اور اکثر کم و کل سب ہی کا سنا ہوا ہے اور سب ہی کے نزدیک مسلم ہے اکثر کی بات و صفت کل ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے سو اکثر دینداران اہلسنت بکثرت تلاوت میں مشغول رہتے ہیں بخلاف شیعہ کہ ان کا حال

خود عیاں ہے۔

استقبال فرمایا آمنوا نہ فرمایا۔

ہو جانے کے لئے دلوں میں تحریر و تخمین پیدا ہو گیا ہے کہ دونوں زمانوں کی بات
ان کو حق بات معلوم ہو گی ہے تو ان دونوں کی بات بعض خشک اور نخوص ہوتا ہے اور اس کا ترتیب
بالعکس ہوتی جاتی ہے۔

حق تعالیٰ سے کثرت عبادت مراد لینے کی وجہ
میں ترتیب معنی کا نکتہ اور درست رہنا

ہاں اگر حق تعالیٰ سے کثرت عبادت مراد ہو تو یہاں الفاظ
میں ترتیب ملحوظ ہو جائے گی کیونکہ یہ ایمان والے اور
نیک عمل والوں کا تو کثرت عبادت ہی سے حق تعالیٰ سے
ہدایت اور رفع درجات کا [illegible]
مراد دلائل اور کثرت عبادت [illegible]
بات ہے کیونکہ کثرت عبادت [illegible]
قطعی یقینی اور ایمان کامل کی زیادتی اور انوار کیفیات کے [illegible]
تقویٰ بھی مکمل ہو جاتا اور کثرت عبادت [illegible]
کثرت عبادت پر مرتب ہونا اور ترتب ہونا [illegible]
دلالت کرنے والا اس کے [illegible]
آیت مذکورہ میں [illegible]
الفاظ پر مشتمل اور ترتیب [illegible]
اس پر دلیل کرنا اور [illegible]
کرنا اور ایمان کی [illegible]
بعض اشیاء کو [illegible]
دوسرے جہاں سے آگ [illegible]
آگ کے زیادہ ہونے [illegible]
کی حرارت بھی آگ اور [illegible]
کو کہا جاتا ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ [illegible]
کم ہی ہونے کی دلیل [illegible]

[illegible]

آیت تلک امۃ قد خلت کا مصداق

جب اس شبہ کی تردید ہو چکی تو ایک اور فائدہ کی طرف توجہ دلانا ہے کہ آیت تلک امۃ قد خلت سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جن لوگوں کا کل ہے نہیں دیکھی یعنی اس کا انتظار نہیں کیا کہ وہ کیا کرتے ہیں ان لوگوں کی کوئی ذمہ داری آج ہم پر نہیں یا ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں یہ آیت کہتی ہے کہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے جو کچھ کیا وہ ان کے لئے ہے اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہے، ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ جنت کا حق کہتے ہیں یہ آیت کہتی ہے کہ جنت کا حق کسی کو نہیں ملے گا مگر اللہ کی نسبت ہے جو اس کو تسلیم کرے گا اور کہے گا کہ حق ہے اس کو ملے گا، اور یہ کہنا ہے کہ یہ نسبت ہمارے کلام سے پیدا ہوتی ہے یا اپنے کلام سے پیدا ہوتی ہے، اس کا حق تو ہمارا کلام ہونا چاہیے کہ یہ بشارت تو آیت کہتی ہے کہ یہ فرقہ امت کے لئے ہے اور جو فرقہ امت کے ساتھ ہے وہ ہمارا فرقہ ہے، ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ جنت کا حق کہتے ہیں، جنت یا جہنم

اس کے کہ کثرت [illegible] ان کو میسر آئی، وہ فن کلام اللہ کا [illegible] آیت
مذکورہ کے ذکر کرنے سے یہ [illegible] تو اہل علم پر [illegible] گے کہ ہر آیت آیاتِ
خلافت مذہب شیعہ ہیں، اور مذہب [illegible] ہے [illegible] آیات سے
آیت مذکورہ حقیت مذہب [illegible] مذہب شیعہ پر [illegible] ہے، [illegible] خلق
باسرہ واضح ہو جائیگا اور آیت کریمہ [illegible] حقیت مذہب [illegible] پر دلالت کرتی ہو گی
اس وجہ سے یہ آیت قرآن کی بہترین آیت ہو گی، [illegible] ہر آیت پر [illegible]
بیان سے مختصر حال ہر ایک آیت [illegible] مذہب شیعہ کو [illegible] ہے
کل اللہ تعالیٰ کی توفیق سے [illegible] اور مذہب شیعہ کو رد کرتی ہیں اور مذہب اہلسنت کی حقیت اور حقیت
پر دلالت کرتی ہیں، اس رسالہ [illegible] کی گنجائش کہاں ہے، [illegible] تبصرہ [illegible]
اہلسنت کی حقیت اور ان کے مذہب کی حقیت اور [illegible] مذہب [illegible] پر دلالت کرتی ہیں۔

استدلال آیت مذکورہ بر حقیت مذہب اہلسنت و بطلان مذہب شیعہ | بیان اس آیت پر کہ وہ سب سے
اعظم مقام اور مفید خاص و عام ہے کہ [illegible] اس آیت کریمہ کو [illegible] کہ شاید کسی مذہب
کو اس آیت کی ہدایت کو [illegible] سبب کمال طیبت و خوبت [illegible] اور [illegible] دیتے ہیں
کیا ہوا ایک جملہ قرآنی ہے سو قرآن کا [illegible] کیا [illegible] اہلسنت کے مذہب کی
شاید ہی نہیں رہتی اور [illegible] مذہب [illegible] ہیں [illegible] پھر [illegible] کہ یہ آیت [illegible]
بطلان [illegible] اہل سنت چند ہے

شبہ کا ایک [illegible] جواب | اس کا جواب [illegible] مذہب [illegible] شیعہ [illegible]
کلام اللہ میں [illegible] ہوئی نہ بیشی [illegible] اور [illegible] اس کی [illegible]
کمی تو ہوتی ہے زیادتی نہیں ہوتی، [illegible] اجماع [illegible] مرزا سے انکار نہیں ہو سکتا
مگر چونکہ دونوں مذہب [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] نیز [illegible] نفس کو [illegible]
ہی ہے کہ کلام اللہ میں کمی زیادتی دونوں ہوئی ہیں [illegible] اس پر [illegible]
ہیں اس جواب پر [illegible] نہیں ہو سکتی۔

شبہ کا دوسرا جواب | اس لئے [illegible] مذہب [illegible] شبہ [illegible] نہیں ہو سکتا

تیشہ مارنا ہے۔

اہل و عیال کو بھی قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ اور اسی قرآن کے پڑھنے کا ہمارے ہی حکم فرمانے کے

قرآن کا مروجہ شائع ہونا خود ہی کی زبان سے ہی ثابت ہے

ہمارا قرآن مجید جو مسلمانوں کے

لوگوں کو پہنچایا اور ان کو سکھایا جو امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ فرض تھا اور یقین

معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی مشغول سے مشغول مسلمان

سکتا تھا تو بلا عذر لوگوں نے سکھانے میں مشغول ہونا تھا یہاں تک کہ ہمارا قرآن ہمارے

ہی ہزاروں نسخوں میں ہم تک پہنچا بعض لوگوں میں مشہور ہے

لبہ زال آں تک تبرا فتد یہ بات کہ دیوبند کے اہل حدیث

عبادتوں میں پڑھ کر سکتے ہیں اور رات دن نماز میں اور نماز سے ہر کلمہ تک

ہیں۔ اور ہر لڑکے کو اول بدکتب میں تعلیم کرتے ہیں

ہیں۔ یا ہمارا قرآن جیسا کہ نہیں کہ یہ تیرہ سو برس

بتلائی ہیں ذرا کہ کوئی نہ بتائے

بڑھ گئی ہیں سینکڑوں ہزاروں ہیں

گی ہیں ہمارے ہاں ہیں

کرشموں سے زیادہ ہوں۔ آخر خدا نے

کی نہ ہر کوئی اسے چھو سکے

طے نام ہیں کوئی نہیں

قسمت ہی ہے

یا کسی علم

رکھ دیتے ہیں

خطا میں

تو الحاق نہ ہونے

اور کلام اللہ میں الحاق ہو جائے۔ اور اس کا اعتبار نہ رہے۔

قرآن مجید کی بے بنیاد تحقیق کے مروجہ قرآن کے ناقابل اعتماد ہونے کا الزام

جس زمانہ فرض کیجئے

شیعوں کے خیال کے مشرمناک نتائج

باقی رہا یہ احتمال کہ خداوند ذوالجلال وہ کر کہ کہہ گئے ہوں۔ سو یہ خیال خود باطل ہے۔ خداوند صادق القول ایسی تحریفوں سے وعدہ کر فرماتے اور پھر جاتے اور حفاظت نہ کرے معجز کلام اللہ ہی میں یہ بات آئیت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ——— یعنی۔ اللہ تعالیٰ ہرگز خلاف وعدہ نہیں کرتا

مگر شاید کسی شیعہ فرد کہ یہ احتمال پیش آئے کہ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں یا جس کا یاں کیا کہ اس نے کلام اللہ میں کمی دبیشی کی ہے اس کے یہ نہیں خداوند کریم تو اس کا ہے کیا ہے۔ سو اس کا جواب خداوند کریم نے آپ ہم اللہ میں فرما دیا ہے۔ آیت کریمہ تحریفوں کو بیان ہو گی اس میں یہ جملہ موجود ہے۔ لَا تَاْخُذْہُ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی نہ اونگھ ہی نہ نیند ہی اور سورہ مریم میں فرماتے ہیں وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا۔ یعنی تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ سورہ طٰہٰ میں یوں ارشاد ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی۔ نہ بہکتا ہے میرا رب نہ بھولتا ہے۔ اس آیت نے اس احتمال کو بھی مرتفع کر دیا کہ خداوند کریم نے نگہبانی قرآن کا ذمہ لیا ہے۔ یہ غلطی ہوئی ہو یا بھولے سے قرآن کے بارے کسی اور چیز کی حفاظت کر بیٹھے ہوں جب یہ سب احتمال مرتفع ہو چکے تو اب اس امام خاندان نبوی کی پیروی آداء الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کی نسبت میں یہ گزارش ہے کہ جب اس نے حکم اور حکم دونوں کے بارے خداوند کریم سے سند دے کر اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے نزدیک خلیفہ ثالث میں نعوذ باللہ من ہذا القول ہمارے زیادہ نزدیک اول تو کہ اس کا ارادہ پیش نہ گئی دوسرا یہ کہ تم خلیفہ ثالث کے اس قدر معتقد ہو کہ ان کو بھول آتا نہیں سکتے تو خلیفہ ثالث ہی کے ساتھ ہی کیوں نہیں ہو لیتے (نعوذ باللہ من ہذا القول) اگر ہی ہمارے خیال میں تو خدا ہمارے کہنے کی ابراہیم ہمارا قیامت کو خلیفہ ثالث کی خداتعالیٰ کی حفاظت سے نکال کر کبھی کسی کے بارے یا کسی اور کے شیطان ہی سے ہمارا

اسی سلسلہ میں کافی کی روایت مرتبہ قرآن کی اصل اندازہ

پایوں کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں بلکہ

جو ہمارے نزدیک صحیح اکثیت اس کی یہ روایت سراسر بہتان اور افترا ہے۔

عن ھشام بن سالم عن ابی عبداللہ انہ قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرئیل الی محمد

یعنی ہشام بن سالم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ وہ قرآن جو حضرت جبرائیل علیہ السلام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے۔ اس کی
سبعۃ عشر الف آیات	سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ فقط

اب دیکھئے کہ ہم اہلسنت کے پاس جو دو بیس آیتوں کے قریب پانچ ہزار آیتوں کے ہیں تو شیعوں کی اس روایت کے موافق کوئی دو تہائی کلام اللہ چوری گئی۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ خداوند کریم ذمہ کش حفاظت نہ ہوتا۔ اس کی حفاظت کے بھروسے پر آپ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ لکھ ہوئی بڑی بہت ہوتا تو اتنی ہی نقصان ہوتا جتنا تورات و انجیل میں ہوا تھا۔ سو جو لوگ کہ تورات و انجیل کی تحریف کے ثبوت کے درپے ہوئے ہیں وہ بھی یوں نہیں کہتے کہ تورات و انجیل میں اتنا نقصان ہوا ہے بلکہ تحقیق یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی بہت کم بیشی کی ہے سو وہ بھی ہمیں کوئی بات مسلمانوں کے مفید مطلب نہیں کہی ہے یا کوئی ایسی حکمت ہوئی کہ جس کے ظاہر ہونے میں اس کو دشمن کے ہوتی ہے ایسی کہ اس وقت کچھ اور دیگر مدل دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے جب شیعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس اہتمام اللہ اس نظام کے کہ قرآن میں کی حفاظت فرمائی خداوند نے تو خاتمہ کوئی پیغمبر ہمارے دنیا پر کہ آیات خداوندی کی کمی بیشی اور ان کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کیا ان کا کام ہی تھا۔ اس کے خلاف پڑے ہیں ڈالنے والے اور بنے ہیں بنانے والے تحریف و بہتان کہاں بنا کہاں شاید اس فرقہ کے نزدیک کام اللہ کی تورات و انجیل کم ہونے کے یہی معنی ہیں کہ بداعتباری میں ان کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ کہ دلیل آیت ترک وہ ہمیں ہوئی جب ہم شیعہ کے احتمال پیش کریں۔ تو ہمیں ایک بھی احتمال ایسا نہیں ملتا جو ہمارے مدعا کے خلاف ہو اور دوسرا احتمال کہ ہمارے مدعا کے موافق ہے ہم کو ملتا ہے۔ فلہٰذا قرآن موجود ہے۔

سو اول احتمال کا پیدا ہونا تو ہر ہے اول تو یہ ہے کہ آیات قرآن کی نسبت آپ ہی کیا بہتر اس کے کہ آیتیں ہیں جو ہمارے پاس ہیں کہ ہم کو اطمینان ہے کہ اس قرآن کی حفاظت کرتے جو ہمارے پاس ہے تو کہ ہم خداوندی کے معلوم ہوتے ہیں

پھر شک و شبہ نہ رہتا۔ دوسرے وہاں کی حفاظت کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر اس نے خود اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے تو اس نے جس طرح قرآن کے نزول سے پہلے اور بعد کی تمام کتابوں کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اسی ترتیب سے بالخصوص قرآن کے متعلق بھی وعدہ کیا ہے کہ قرآن منزل کی حفاظت کرے۔ نہ کہ اس قرآن کی ہر لوح محفوظ میں عذاب پھر اس کی تبدیلی نسخیت اولاً تو انجیل میں کل موجود نہ تھا۔ قرآن میں کیا اضافیت ہوئی۔ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی کہ اس نے ذکر کیا اور اس نے نہ کیا۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ایک آیت میں ہر ایک بات کا ذکر کیا جائے۔ قرآن کریم نے اپنے بعض احکام کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کی کیفیت کو کسی کا علم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر ایک کو اس کا علم ہے۔ بلکہ کسی کو بھی نہیں۔ اسی طرح قرآن کے متعلق بھی ہے۔ اس کی تمام باتوں کا علم کسی کو نہیں۔ اس لئے یہ گزارش ہے کہ کتب سابقہ اور ان کے متعلق اپنے عقائد کو پیش کریں۔ پھر ہم بتائیں گے کہ ان میں کیا کیا تحریف ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہی ان کا ہمارے قرآن سے موازنہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ ایسا کرنا کہ ہم قرآن کو ان کتابوں پر پرکھیں جن کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ ان میں تحریف ہوئی ہے۔ یہ کوئی معقول طریق نہیں۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک کتاب دی جاتی ہے۔ اس کتاب کی نسبت اس کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب اس کے باپ کی ہے۔ اس کے باپ کی کتاب ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس کتاب پر اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں۔ اب اس کتاب کو اس کے باپ کی کتاب ماننے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ اس کتاب کا ہر ایک لفظ اس کے باپ کی دوسری کتابوں سے ملایا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو کیا اس کتاب کو اس کے باپ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے ہر ایک لفظ کو دوسری کتابوں سے ملانا ضروری نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ اس کتاب میں فلاں فلاں تحریف ہوئی ہے تو اس کے متعلق ہم غور کر سکتے ہیں۔ اس طرح قرآن کریم کی ہر ایک آیت

کیونکہ اس کا ذکر ہونا ظاہر ہے پھر حضرت امام کا کلام اللہ اگر اسی کلام اللہ کے موافق ہے تو فبہا ورنہ اس صورت میں حضرت امام ہی کا کلام اللہ ظاہر ہوگا بالجملہ ایسے لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کرکے مفت دین اسلام کو بٹا لگاتے ہیں سبحان اللہ یہ عجب تماشہ ہے کہ جناب باری نے دربارہ حفاظت قرآن اس لئے کیا تھا کہ امت محمدی کا کل کو دربارہ علم احکام میں دقت نہ پیش آئے دین محمدی میں کوئی رخنہ نہ پڑے یہ دین قیامت تک بدستور رہے۔ مگر افسوس کہ تاہم وہی خرابی کی خرابی بدستور رہی نعوذ باللہ خدا سے من رائے ہی غلط ہونا کے یہ معنے ہوئے کہ خداوند کریم حفاظت کے وقت اتنا بھی نہ سمجھا کہ کوئی ایسی آدمی سنگ کریگا شیعوں کا اللہ خیر کرے اور اس کے لئے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے ہماری مراد یہ ہے کہ اس بات کو شیعہ کسی یہودی نصرانی کے سامنے تو زبان پر کبھی نہ لائیں ہمارے سامنے کہیں تو خیر ہم جانتے ہیں کہ گئی گزری یوں ہے مگر کہ شیعوں کی خفت فی الجملہ اپنی ہی خفت ہے سکوت کی کہ ہیں کہ ہمارا تو یہودیوں کو اس قسم کی خرافات کا حسن کہ اس بات کے کہنے کی گنجائش ملتی کہ ہماری تورات بھی لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ سوا اس کے کہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ جملہ کتب سماویہ بجنسہ موجود تھی اور اس میں بنی آدم کی طرف انہوں نے کچھ تغیر و تبدل نہ کی تھی ورنہ قرآن کہتے

إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

"بیشک ہم نے سنی ہے ایک کتاب جو نازل کی گئی موسیٰ کے بعد تصدیق کرنے والی اس کتاب کی جو اس سے پہلے ہے یعنی تورات کی تصدیق کرتی ہے"

سو اس بات کا یقین کہ کلام اللہ تورات کی تصدیق کرتا ہے جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کتابوں کے جس حصہ کا یقین کہ کلام اللہ تورات کے موافق ہے دوسرا حصہ ان کے نزدیک بھی کلام اللہ ہے کیونکہ جو بات تورات کے موافق ہو کلام اللہ ہے تو ہمارے نزدیک بھی کلام اللہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یا ایسے ہی کسی اور سے نہ سنا تھا۔ اور اگر یہودیوں کی بناء پر کچھ اندیشہ نہ ہو۔ اور یہ سمجھ کر کہ تورات کے بہت باقی ہو اور فقط اس میں تحریف نہ ہوئی ہو ان کو ایسا یقین ہے جیسے اہل اسلام کو القرآن ہو سکتا ہے کہ جملہ کتب سماویہ کا یقین ہے قرآن کے موافق ہونے کا یقین ہے قرآن کے موافق ہونے کا یقین ہے قرآن کے موافق ہونے

[illegible] ان عبارات کے جواب تک صحیح و سالم ہیں۔ مماثل اور مطابق ہیں اور فقط اسی توافق [illegible] کے بارے انہوں نے کہا ہے کہ اگر متفق آیات کا ہونا اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آیات نسخ ہی ہو اور کلام اللہ نازل ہونے میں تفاوت ہوا ہو اس وجہ سے کلام اللہ کو [illegible] نہ ہوئی ہوں لیکن قطع نظر اس کے کہ یہ فرقیت کس درجہ کی [illegible] فرقیت ہی مشکل ہی رہے گی۔

[illegible] سے کس صحت بات کرتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر انجیل باتفاق شیعہ و سنی [illegible] پر نازل ہوئی ہے مگر سر من رائے میں تو حضرت امام کو اس بات کا بھی شاید [illegible] اندیشہ ہو کہ دیکھو کوئی معتمد خلیفہ فلاں زمانہ پکڑا جائے جہاں نہ آنکلے اور ان کے کلام اللہ [illegible] کو تحریف کر دے یا اللہ و شیطان امام کو شہید کر دے اور ہدایت کہ اخبار اور خلافت تھی [illegible] اسے نکل جائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بلا شک ہیں تھے کہ ان کا کلام کس سے تبدیل ہو جائے [illegible] بلکہ ہاں ایک بات ہو سکتی ہے کہ ان سے لوگوں کو شبہ ہے۔ حضرت عیسیٰ کا اول تو صحف انجیل [illegible] نہیں ہوئے۔ گویا کہ ابھی تک حضرت امام موجود ہے کہ ہاں کہ حضرت [illegible] بات کا یہ ہے کہ خود انجیل نازل ہوئی ہی نہ کہ یاد نہ ہو نہایت مستبعد ہے کہ حضرت امام کے [illegible] کہ قرآن نہ نازل ہوئی ہے اور کلام اللہ کے یاد ہونے میں امت کی مشابہت لازم [illegible] انجیل کے یاد ہونے میں کوئی خرابی نہیں۔ دوسرا یہ کہنے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہی [illegible] ہوئی ان کو انجیل یاد تھی ہو لیکن ہاں کہ انجیل منسوخ ہو گئی ہو اور نہ نازل ہی ہوئی ہو [illegible] دل سے بھلا دیا ہو۔ انجیل حضرت عیسیٰ کہ کون کا کلام اللہ کا نہ ہونا ان کے خروج کے [illegible] زمانہ کا ہونا ہی کوئی ضرور نہیں ہے [illegible] باتیں کہ ہمارے ہاں کی ہیں [illegible] ہاں آئے گا اور یہ بھی ہماری [illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

ونوادر کی اس روایت پر فہم تبصرہ ۲

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِی الْجَارُوْدِ
قَالَ کُنْتُ عِنْدَہٗ فَاَجْرَیْتُ اخْتِلَافَ
الشِّیْعَۃِ فَقَالَ اِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ
وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا یَمْضِیْ وَمَا یَحْدُثُ
وَعِنْدَنَا الْجَامِعَۃُ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا
فِیْھَا قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَامِعَۃُ قَالَ
صَحِیْفَۃٌ طُوْلُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا
بِذِرَاعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاِمْلَاءُ رَسُوْلِ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
وَخَطُّ عَلِیٍّ بِیَدِہٖ قَالَ قُلْتُ اِنَّ
ھٰذَا ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ
وَلَیْسَ بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ
اِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا
الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ شَیْءٍ فِی الْجَفْرِ
قَالَ وِعَاءٌ مِنْ اَدَمٍ فِیْہِ عُلُوْمُ النَّبِیِّیْنَ
وَالْوَصِیِّیْنَ وَعُلُوْمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا
مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ قُلْتُ اِنَّ ھٰذَا
ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ وَلَیْسَ
بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اِنَّ
عِنْدَنَا مُصْحَفَ فَاطِمَۃَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ
مَا مُصْحَفُ فَاطِمَۃَ قَالَ قُلْتُ وَمَا
مُصْحَفُ فَاطِمَۃَ قَالَ ثَلٰثَۃُ اَضْعَافِ
قُرْاٰنِکُمْ ھٰذَا مَا وَاللّٰہِ فِیْہِ مِنْ
قُرْاٰنِکُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ قَالَ قُلْتُ اِنَّ
ھٰذَا ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ وَلَیْسَ
بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اِنَّ
عِنْدَنَا عِلْمَ مَا کَانَ وَعِلْمَ مَا یَکُوْنُ
اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ قَالَ قُلْتُ اِنَّ
ھٰذَا ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ وَلَیْسَ
بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اِنَّ
عِنْدَنَا الْجَفْرَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا
الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ شَیْءٍ فِی الْجَفْرِ
قَالَ وِعَاءٌ مِنْ اَدَمٍ فِیْہِ عُلُوْمُ النَّبِیِّیْنَ
وَالْوَصِیِّیْنَ وَعُلُوْمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا
مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ قُلْتُ اِنَّ ھٰذَا
ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ وَلَیْسَ
بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اِنَّ
عِنْدَنَا مُصْحَفَ فَاطِمَۃَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ
مَا مُصْحَفُ فَاطِمَۃَ قَالَ قُلْتُ وَمَا
مُصْحَفُ فَاطِمَۃَ قَالَ ثَلٰثَۃُ اَضْعَافِ
قُرْاٰنِکُمْ ھٰذَا مَا وَاللّٰہِ فِیْہِ مِنْ
قُرْاٰنِکُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ قَالَ قُلْتُ اِنَّ
ھٰذَا ھُوَ الْعِلْمُ قَالَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ وَلَیْسَ
بِذَاکَ ثُمَّ سَکَتَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اِنَّ
عِنْدَنَا عِلْمَ مَا کَانَ وَعِلْمَ مَا یَکُوْنُ
اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ

[illegible] کہتے ہیں کہ میں [illegible] کے پاس تھا تو [illegible] کے بارے میں ہم گفتگو کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس جفر ہے اور انہیں کیا پتہ کہ جفر کیا ہے اور ہمارے پاس جامعہ ہے اور انہیں کیا پتہ کہ اس میں کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا جامعہ کیا ہے؟ فرمایا ایک صحیفہ ہے جو ستر ہاتھ لمبا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کے برابر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا املا ہے اور علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس جفر ہے اور انہیں کیا پتہ کہ جفر کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا جفر میں کیا ہے؟ فرمایا چمڑے کا ایک ظرف ہے جس میں انبیاء اور اوصیاء کے علوم ہیں اور بنی اسرائیل کے گزرے ہوئے لوگوں کے علوم ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور انہیں کیا پتہ کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا تمہارے قرآن سے تین گنا ہے خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس علم ما کان و علم ما یکون الی ان تقوم الساعۃ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس جفر ہے اور انہیں کیا پتہ کہ جفر کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا جفر میں کیا ہے؟ فرمایا چمڑے کا ایک ظرف ہے جس میں انبیاء اور اوصیاء کے علوم ہیں اور بنی اسرائیل کے گزرے ہوئے لوگوں کے علوم ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور انہیں کیا پتہ کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا تمہارے قرآن سے تین گنا ہے خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ تو علم ہے فرمایا کہ علم تو ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ہمارے پاس علم ما کان و علم ما یکون الی ان تقوم الساعۃ ہے۔

[illegible] اس روایت کے بعد [illegible] شیعوں کی [illegible] کتابوں میں کسی نہ کسی [illegible] کی تو وہ [illegible] سنی کوئی [illegible] کوئی [illegible]

دوسری روایت کلینی کی [illegible] سے [illegible]

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ
قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ اَدَّبَ رَسُوْلَہٗ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی قَامَ عَلٰی مَا اَرَادَ
ثُمَّ فَوَّضَ اِلَیْہِ فَقَالَ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا
فَمَا فَوَّضَ اِلٰی رَسُوْلِہٖ فَقَدْ فَوَّضَ اِلَیْنَا
فَقَوَّضَ اِلَیْہِ

[illegible] اس کا [illegible] کہ [illegible] حسن [illegible] روایت کرتا ہے [illegible] کہتے ہوئے سنا کہ [illegible] نے اپنے رسول کو [illegible] کیا یہاں تک کہ [illegible] پر [illegible] پھر [illegible] کے سپرد کیا اور [illegible] کہ جو [illegible] دیا ہے [illegible] دیا ہے [illegible] کر دیں اور [illegible] سے [illegible] کر دیں [illegible]

پہلی روایت سے فقہ شیعہ کی [illegible] کا [illegible] ثابت ہوا کہ [illegible] سے ثابت ہو کہ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

بدیہی روایات کی بے بنیاد توجیہ

مگر شاید کوئی شیعہ مذہب اس کی یہ توجیہ کرے کہ اس تفویض اور کلیہ رد و تحکیم کے بیان میں کہ وہ بتا کر کے لوگوں کو احکام بتلادیں آخر امت ہی تو انبیاء اور ابرار کے اجتہاد کو بتلانے کے قائل ہیں۔ شیعہ گر جائز و معتبر جو نئے کے قائل ہو گئے تو کیا کہنا ہے۔ یہ توجیہ ہیں کہ ہر زمانہ کے ان کے سب کی استعدادیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ کی روایت اول ہی ہے۔ پختہ کہ دیا ہو کہ ان کی استعدادوں کے موافق ہو گئیں آئے احکام مقرر کر دو۔ مگر یہ ہوا کہ اخرابی ہے لیکن اہل بیت ہم نہ ہوگا کہ جب ذکر کرتی تو یہ ایسی بات بتلاتے کہ کرتے ہیں من بہ میگوید کہ خبر من چہ میگوید چنانچہ ستر والے خود کہتے ہیں کہ اس توجیہ کو عبارت روایت اول سے کچھ تعلق نہیں۔ نیز قول مذہب شیعہ ہے کہ ائمہ کی نسبت اجتہاد کی تہمت لگانی موجب منتقمہ ہوتے ہیں ان کی فرمان ہوں آتا ہے سب خبر دیتے ہیں۔ بالفرض اگر ان دونوں کو نظر کر کیا ان کا پھر کہدیا کہ ہم تسلیم کرلیں تو تب بھی یہ نہ کریں گے اس لئے کہ یہ تو ہم اہمیہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام کو تو ہم احکام کی تبیین کا حق ہے۔ اگر مستقل نہ ہو تو پیغمبر کے اختیار کے کلام کی تشریح کرنا ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر کوئی توجیہ بن نہیں پڑتی تفویض کا قول تو ان کے ہاں ہے ہی نہیں۔ آگے جب ذکر ہو گا ان شاء اللہ اس روایت کو زیر قلم کریں گے۔ یہ تو ہم نے کہا ہے کہ مذہب شیعہ کی بنیاد ہی کذب پر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کا مذہب ہے کہ ائمہ کی شان میں جو کچھ کہا جائے کم ہے۔ یہ کہ ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچتے لوگوں نے جو کچھ کہا ہو غلو کرنے والے تھے ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔ اس صورت میں تو لازم ہے کہ ائمہ نے خود ہی ایسی بات کہی ہو جو قرآن کے خلاف ہو۔ اپنے اختیار سے کفر کیا ہو۔

تفویض کی روایات کو کتب منسوخہ کی بنا پر رد کرنا

تیسرا احتمال اس روایت کو کتب منسوخہ کی بنا پر رد کرنا ہے کہ ان دونوں روایت کا ترک ہو گیا ہے۔ اگر یہ ہو تو ہمارے دلائل اس کے خلاف ہیں کہ یہ کتب منسوخہ کی بنا پر رد کرن

انہیں کیا الحاد ہے ایسا نہ ہو کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ ہماری انجیل اگر کلام اللہ سے منسوخ ہوئی ہے تو ہمارے احکام تو منسوخ نہیں ہوئے آخر اخلاق کی باتیں اور عبادت کے طریقے تو ہیں ہی وہ تو ہیں ہی اور ہمارے اگلوں کے عقیدے کے موافق ہیں ہی نہیں حضرت آدم کے وقت سے لے کر اب تک یہی عقیدے آتے ہیں پھر کلام اللہ میں منسوخ ہونے کا

ترجمہ

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ

یعنی ہم نے تم پر کتاب اتاری ہے جو سچی ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

سو ہمیں ہمارے امام کا یہی حال ہے کہ اگلی کتابوں میں سے جو کچھ ہمارے دین کے موافق ہے اس کو تبدیل و تغیر کرنے سے بچاتے ہیں اور اسی سے یہ خارج ہوا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی بیان کیا ہے پھر حضرت امام ہادی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے تو یہ بیان کیا ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں آئی جس کے بعض حصے منسوخ نہ ہوئے ہوں جیسی کہ ہماری شریعت کے موافق آخری زمانہ میں نازل ہوئی ہے کیا باقی اور دیگر انبیاء کی کتابیں بھی ایسی ہی ہیں پھر کیسے اپنے دین کے منسوخ ہو جانے کے انہیں پڑھنے کا حکم دیتے ہیں کلام اللہ کہہ کر تو اس کی نسبت کیا ہے حضرت امام ہادی نے فرمایا کہ ہاں یہ احکام بھی ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے ہیں ان کی بھی وہی حیثیت ہوگی جو انبیاء کی بوقت نزول حضرت عیسیٰ ہوگی۔

یہ حکم کے مقرر کرنے میں اس کا جواب یہ ہے کہ محمد باقر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں

وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَيَّنَ الْاَدْيَانَ فِيْ الْاَزَلِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ الْاَجْسَادَ بِاَلْفَيْ عَامٍ فَاَوَّلُ دِيْنٍ بَيَّنَهُ وَاَرْضَاهُ مِنَ الدِّيْنِ

اس کا ترجمہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دینوں کو ازل میں بیان کیا تھا دو ہزار برس پہلے اجسام کے پیدا کرنے سے اور جو دین اس نے پہلے بیان کیا اور پسند کیا وہ دین

کوئی حاکم نہیں اور اگر بالفرض زمانہ امامت کے حکام ان کے سپرد کار کر دیئے ہوں تب بھی ہمارے امام کچھ ان سے اس بات میں کم نہ رہے اور یہ احکام کی تبلیغ کے لئے رسول اور نبی ہوا کرتے ہیں یہ اپنا خود کہنا ہے اللہ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ | یعنی اے رسول پہنچا دے جو کچھ تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے یہود و نصاریٰ کی پرخاش سے کچھ نہ رکھ اپنے دل میں ایمان کی درست ہو جائے گا

حق کے درست ہونے پر آخر سنیتوں کا ایمان ہوگیا اور شیعہ کہیں گے ہم نے

ابن بابویہ نے کتاب اعتقادات میں اس مسئلہ سے ہاتھ اٹھایا اور ہمارے نزدیک ان صاحب کا وہ صدوق اسم بامسمیٰ ہو گیا۔ اگر سنیتوں سے دامن چھڑانے کے لئے سب ایسا کہتے تو نیا بتہ یوں کہہ اٹھے مَنْ نَسَبَ اِلَیْنَا اَنَّا نَقُوْلُ اِنَّهٗ اَكْثَرُ مِنْ فَاِنَّهٗ كَاذِبٌ۔ یعنی جو یوں کہے کہ شیعہ یوں کہتے ہیں کہ کلام اللہ اس سے زیادہ تھا جو اب ہے کہ اس کی اور جس کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں وہ بہتات، انہوں نے اپنا کہنا ہے ہاں ہم پر خلیفوں کو جھوٹا کرنا ہے خدا سازی علامہ کلینی نے اس دعوے کا بار اپنے سر لیا ہے علامہ صدوق کو جھوٹا بنایا چنانچہ ان کی روایت کلام اللہ کے ستر ہزار آیت ہونے کی ہے اوپر مرقوم ہو چکا کہ آئمہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ ان کے ہاں جاری شدہ غیر کہاں تک صحت تک پہنچی اس باب میں بیان بیشتر ہو چکا ہے یہاں کہنے کا اس قدر ہی بہت ہے کہ ان کا قول نقل نہیں آتا جو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سے بڑھ کر ہو کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کر سکتا خلیفہ ثانی ہو یا خلیفہ ثالث نہ ہو

آیت مذکورہ سے سنیتوں کی فضیلت کا نکلنا | بالکل آسان سے دیکھ لیجئے تو بشہادت عیاں آیت ہیں سنیتوں کی بڑی فضیلت نکلتی ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم کسی کام کا اہتمام اور خاص اور حکم سے جو کرتا ہے اگرچہ حقیقت میں اسے اور ہی کوئی کرتے ہیں وہ اہتمام ہی کی طرف اور منتظم اور حاکم ہی کی جانب منسوب ہوا کرتا ہے مثلاً کوئی بادشاہ کسی رسالہ یا پلٹن کو خزانہ کی حفاظت کے لئے مقرر کرے۔ سو روپیہ خزانہ میں بابت پانچ برس کا رہے

ایک بات ان آیتوں سے ثابت ہوتی ہے جو ہر کوئی اور عالم یا جاہل جانتا ہے کہ
سبھی ان جانتے مگر جو کہ تعصب کی حق بات کو ان پر جو پکا ہی صاف و روشن کیوں نہ ہو بہت
دشوار ہوتا ہے تو اس تحریر کے سنکر شاید کوئی شیعہ صاحب یوں کہیں گے ہم نے مانا کہ ہم اہل سنت کا یہ
کہنا اور سمجھنا کی روش کی خوبی ہے اس سے ہمیں پہنچتا نہیں کہ ہم بھی کریں مانتے ہیں
چاہئے۔ اس لئے یہ آیت ہم سے اپنے ماننے کی کیونکر ہو سکتی ہے تیسری آیت

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ	یعنی تم لوگ اگر ہمارے پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو کیا
اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ	ہوگا اللہ اس کی مدد کرنے والا ہے پہلے بھی اس کی
هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا	اس نے مدد کی ہے جب کہ کافروں نے اسے نکالدیا تھا
تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	جبکہ ایک وہ تھا اور ایک اس کے ساتھ اور تھا جب وہ دونوں
	غار میں تھے کہ جس وقت وہ اپنے ساتھ دینے والے
	سے یوں کہتا تھا کہ تو غمگین مت ہو ہمارے ساتھ تو اللہ ہے

اس آیت میں [illegible] ہوتا ہے [illegible] ہوتا ہے [illegible] ہوتا ہے

ے سنیوں ہی کا مطلب نکلتا ہے۔

آیت ذکر کی بیت نہ گذشتہ کا حاصل اس مقدمہ پر ہے کہ اول آیت [illegible]
زبان پر جاری کرنے سے ہر شخص دوسرے [illegible] کہ آیا [illegible]
اصلاب [illegible] کے بعد [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ لَا تَخَافُ لَدَيَّ اَنْتَ سَلَامُوْنَ۔	یعنی تو دھیان اور ڈر مت میرے پاس سے ذرا نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کو اس آواز کے سننے سے جو خوف پیدا ہوا تھا وہ تب بھگا جب اللہ نے فرمایا کہ تم مت ڈرو نہ غمگین ہو اور فرعون کے لوگوں نے ان کے مارڈالنے کا ارادہ کیا تو یہ ان سے ڈر کے بھاگے اس موقع میں فرمایا خَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا یَتَرَقَّبُ موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے نکلے اس کے اور بیسیوں جگہ خوف کا لفظ آیا ہے جہاں کہیں یہ بھی معنی ہیں مذہبی کام دیکھو اور جہاں حزن کا لفظ ہے وہاں بھی یہی معنی ہیں جس موقع میں حضرت یعقوب کو یوسف کے گم ہونے کا خوف ہوا تھا اس کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوب کے دل میں یوسف کو یاد ہی کرتے کرتے مرجاتے حضرت یعقوب کی طرف سے یہ فرمانا اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ میں اپنے رب سے اپنی پریشانی اور اپنا غم بیان کرتا ہوں یہ بھی بہت سی آیت سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے کے اترنے کے وقت ہمیشہ ایک جگہ نہیں بلایا جاتا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا جب پہلے مسلمان مرنے لگتے ہیں تو فرشتے قبر کے پاس پہنچ کر ان سے یہ کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہ غمگین ہو اگر خوف اور حزن کے معنی ایک ہی ہوتے تو مکرر کہنے کی کیا ضرورت تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ خوف اور چیز ہے اور حزن اور چیز خوف اسے کہتے ہیں کہ کسی آگے کو اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ جو کچھ تمنا تھی نہ ملی یا جو ملا تھا وہ جاتا رہا اس کے مقابلہ میں بعض لوگ خوف کے معنی خوشی اور اطمینان اور غم اور حزن کے معنی بیان کرتے ہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی کیا کہے گا یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے جہاں کہیں

نہ سمجھتا ہو پر کیا کیجئے ایسے نادانوں سے پالا پڑا ہے کہ شاید اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آئے لہٰذا کہنا پڑا کہ جب کسی کا کوئی مرجاتا ہے تو اس پر جو دہشت پیش آتی ہے اسے خوف تو کہتے ہیں پر خوف اور ڈر کوئی ناوان بھی نہیں کہتا، ہاں مرنے سے پہلے جس موقع میں موت کا اندیشہ ہوتا ہے اس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں) پر رنج کوئی نہیں کہتا مگر کسی کو لڑکا کسی دیوار پر چڑھ جائے اور وہاں سے اندیشہ گر کر مرجانے کا ہو تو اس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں لیکن کوئی نادان بھی اسے غم نہیں کہتا۔ القصہ غم میں مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمد آمد کی کیفیت کا نام ہے۔ ایک کو دوسرے سے کچھ لگاؤ نہیں ہے حضرت شیعہ بحث و حرف کرکے لاتحزن کے معنے لاتخف گڑھیں۔

شیعوں کی کذب بیانی کی ایک اور مزاق توجیہ اگرچہ ایک طرح وہ بھی پتے ہیں ان کے یہاں تو فرمودہ کیا ہوگا لیکن مولوی صاحب نے اس کے معنے حق بتائے چنانچہ اس کا بیان گذر چکا تو ہم شیعوں سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ بھائی البتہ اس یہاں بھی اگر وہ ایسا کہیں۔ تو ہمیں کیا شکایت ہے بلکہ خوش ہونے کی جگہ ہے کیونکہ اصل مطلب میں تو شریک ہی ہیں لفظوں اور اصطلاحات کا فرق رہا سو یہ کیا بڑی بات ہے مصرع

ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

جس طرح ہمارے ان سے اختلاف کا یہ نکلا کہ ان کا نام ان کی اصطلاح میں ناحق ہے اور فلاں کا نام ان کی اصطلاح میں حق اور حسن ان کے نزدیک حسن ہے مگر جب کوئی انکار نہیں ہے معنوں کی فہم میں کسی کو کسی کی نسبت بات کہتے ہوئے تو اپنی اصطلاح کے موافق اس وقت کہہ دیتے ہیں کہ تم نے فلاں بات کے معنے غلط سمجھے البتہ ہی حضرات شیعہ نے لاتحزن کے معنے لاتخف کئے تو کیا نام ان کا پڑ گیا ہے اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ ان کی اصطلاح میں لاتحزن کے معنے لاتخف ہیں جب تب ہی تو اپنے ان نقصان نہیں ہوا ادھر بھی لکھا ہے آسمان کا اور زمین کا یہ تھے بندوں کے کہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں کہ ابھی کچھ خوفناک ہونے

اور ان کو اپنی جان کا کھٹکا ہوگا تو اسی سبب سے ہوگا کہ کفار کفار ان کے ساتھ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام اور ایمان ہوگی نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے کیا معنی وہ بھی چیز ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خدا تو مسلمانوں کی طرفدار ہے اور حمایت کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور اس قسم کے کلام اللہ میں بہت ہیں سب کا حاصل یہی ہے کہ اللہ اچھوں کے ساتھ ہے خواہ اچھے کاموں کے کرنے والوں کے ساتھ ہے کہیں اوّل سے آخر تک کلام اللہ میں یہ نہیں ہے کہ اللہ کافروں کے مرتدوں کے منافقوں کے ساتھ ہے۔

اللہ کی معیت کی وضاحت اور کوئی کہے کہ اللہ سب کے ساتھ ہے تو کافر کے ساتھ بھی ہے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے سب پر ہر چیز کو محیط ہونا اور ہر چیز کے ساتھ بھی ہونا اس کا سبب یہ ہے کہ ساتھ ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہی کہ ایک مکان میں دو شخص اس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے اگرچہ دونوں میں فرق ہو جیسے کہ ہمارا ہاتھ ہمارے زانو کے ساتھ ہے۔ دوسرا دوستوں کے ساتھ ہونا جیسے کوئی بادشاہ کسی سپاہی کو جس کے سب دشمن ہو گئے ہوں کہے کہ تو اندیشہ نہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ میں تیرا دوست ہوں میں تیرا مددگار ہوں گا تم تیرے دشمن ہیں، اس صورت میں کچھ ضرور نہیں کہ بادشاہ اور وہ سپاہی ایک ہی مکان میں ہوں تو وہ اس کے ساتھ ہو نہیں تو نہیں ہاں البتہ ایسا ساتھ ہونا چاہیے سو جہاں کہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ یا اسی طرح اور کچھ آیا ہے تو اس سے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے سب جانتے ہیں نہیں اس میں متقیوں ہی کی کیا تخصیص تھی اور انہیں کی کیا تعریف تھی بلکہ خاص کر اس آیت میں تو محض تسلی ہی کے لیے کہا گیا ہے اور اوپر ہم بیان کر آئے ہیں۔

آیت معیت سے حضرت ابوبکرؓ کی عدم فضیلت ثابت باقی یہ کوئی شبہ کرے کہ اوپر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا بیان ہے ابوبکرؓ کی تو نہیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ اتنی بات تو ہماری بھی جواب کی تائید میں کی جاتی ہیں کہ غم کی بابت اور اس کی برائی وہاں ثابت کی جاتی ہے انکے نیکوں کی رعیت کرا اور ان کے نہ ہونے کا اگر ان کے نہ ہونے سے آدمی کیوں نہ ہو کہ ہر محروم ہوتا ہے کہ خوف کرتے ہیں اور ہزاروں آدمیوں کا خوف کرتے ہیں معاہدہ ہو نہ کرے

[illegible] دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیا تھا وہ خیر خواہ سرکار گن جاتے ہو
ابوبکر صدیق کی لڑکی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں اسی لئے ہمارے
مزاج کے موافق یہ بول فرمایا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اللہ اور رد کے وقت دونوں ہی کی مدد کی، چنانچہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو جو زمانہ کی طرح کی تیلیوں کی اِنَّا لَنَا
حَفَنَ یعنی خداوند کریم نے خبر دی ہے اس قصہ کی تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہی کا ذکر فرماتے ہیں اور یوں کہتے ہیں فقد نَصَرَہُ اللہُ یعنی اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدد کی وقت مارنے کے جس وقت کہ رد نے تو دونوں کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رد کی تیلیوں کی اِنَّ اللہَ مَعَنَا یعنی اللہ تعالیٰ
ہم دونوں کے ساتھ ہے اور چونکہ یہ لفظ یعنے معنے سے دونوں کی ہمراہی کا بیان فرمایا نہ
دونوں کے لئے یعنی مدد کی فرمائی جس کے یہ معنے ہوتے کہ خدا میرے ہی ساتھ ہے
شیعہ کہتے ہیں کہ اس سے ابوبکر کی فضیلت ہوگئی کہ جس طرح سے خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ہے اسی طرح حضرت صدیق کے ساتھ ہے سو اس میں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ شیعہ
ابن بن ہماری جماعت سے شریک ہوں کہ خداوند کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اسی
نیت اور محبت اور ان سے تعلق حضرت صدیق کے ساتھ بھی اسی انداز سے بن پڑے
مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اکیلا نہ تھے
بلکہ ان کے ساتھ ایک اور بھی تھا یعنے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ خیر خواہ اور نہ تعلق
والے تھے

شکریہ ان تو چشم مار روشن دل ما شاد

اگر یہ مطلب ہو تو ہماری بین تمنا ہے کیونکہ اتنا تو شیعوں کو معلوم ہوا کہ کفار کو جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی ویسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کی حالانکہ ان کے بارے میں کہہ چکے کہ ابوبکر صدیق کو تو کفار نے نہیں مارا تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مارا لے لیا تا سوس کا جواب شیعہ دیں کیونکہ یہ بھی وہیں سے انہیں کی طرف سے بیان کئے ہیں اور اگر ہمیں سے پوچھتے ہو تو ہمیں سے سنئے۔ جناب من عبادت گاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح سے نہیں بنایا کہ ایک کمرہ بیچ کر باہر کر دیا ہو یا دیکھنے والے کو اتفاق ہوا ہو مشکل

واقعہ کے وقت کی شکل | بلکہ صورت یہ ہوئی تھی کہ دار الندوہ کے دروازہ سے جو جبل ابو قبیس کی طرف تھا اور وہ خانہ کعبہ کے پاس تھی جہاں اب جنتی مسجد بنا دی ہے اور اب وہ مسجد داخل حرم ہو گئی ہے وہاں کفار جمع ہوئے اور اس بات کا مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا جائے یا وطن سے نکال دیا جائ

وقعۃ الشیعہ عن آیۃ غیر کذا اگر خاندان صدیق کو کچھ بھی عداوت ہوتی تو یہ مسئلہ کہہ سکتے اور اگر بالفرض والتقدیر ایسا خیال ایسے مشورے پیش بھی آتے تو اس سے بہتر کینہ کشی کا وقت ان کے ہیر کو نسا آتا۔ آنحضرت ﷺ اور اپنا کام ہو کرتے حضرات شیعہ ہی اپنی کتابوں کو دیکھ کر فرمائیں کہ ہم نے اس قدر میں کہ جھوٹ ملا دیا ہے سر مو اگر فرق پائیں تو جو چاہیں سزا کریں۔ منصفوں کو تو یہ کہنے کی نہیں پڑتی کہ ایسے وقت کی ہمدردی اور ہمدردی اور اس اہتمام اور انتظام سے ان کا ساتھ دینا ایسی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس شب بستر پر سو رہنا بھی اس کے ہمسنگ نہیں ہو سکتا۔

نہ ہمیں سنئے دیکھا ہوگا کہ لڑائی کے وقت آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ان لوگوں سے کچھ پرخاش نہیں کی ہے ہم تو آپ کے ہاں جس کو رفیق و مددگار جرم دیکھ کر کوئی جنگ آپ کے انسوس کو خدا آئے اور رسول ﷺ اللہ علیہ وسلم کی شہادت حضرت صدیق کے حق میں متبوع نہ ہو فقط اس شرم سے کہ ہمسایان کہتے ہیں اگر خدا کے کلام کو نہ مانیں کہ تو جواب کیا دیں گے۔ اس آیت کو جو اگر بہ نظر دقت دیکھیں تو ہزار طرح کی نامعقولیں نکلتی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ان سے پہلے دو رسولوں کی گذری باتوں کو ایسا اول و جان سے بلا حیل و حجت قبول کرتے ہیں کہ ان کے قبول کرنے کا حکم اللہ کے قبول کرنے سے ذرا نہ کریں تو یہ اللہ کا کہنا کرنا کیا پانگ کی نہیں ہے۔

آیت مبحث کی مفصل ترجمہ ہیں اس میں شک نہیں کہ حضرات شیعہ کے دل میں اس آیت سے اول وہلہ میں آتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو اس وقت رنج تھا تو یہی کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے بس و بیکس ہیں یہ کیوں نہ اپنا کر سکتے ہوں دشمنان دین جو پاس ہیں کہ پہرہ میں اس طرح کے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ہلاک کر جائیں اور ہماری حسرتیں اور تمنائیں سب دل کی دل میں رہ جائیں مگر چونکہ کمال درجہ کی بے بسی اور بے سروسامانی کا اندیشہ لازم ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا

یعنی جب کہ یہ ہمارے رسول ناامید ہو رہے تھے کہ یہ قوم جو دین اسلام کی دشمن ہے ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائیں گے اور ہماری دھمکیوں کو ہنسی میں اڑا دیں گے اس

۱۵۔ مرا بچہ آیا ہے بیعت پر تمہارے

آپ نے بیعت لینے کے بعد ایک روز فرمایا کہ میں نے ایک بچہ بیعت کیا ہے۔ بچہ کیا بیعت کرے گا۔ بیعت تو بڑے آدمی کرتے ہیں

صاحب کبھی جانتے ہوں دوسرے ہم نے مانا اس جملہ کو کبھی ہمیشگی نہیں کہتی پر اتنی بات تو شیعوں کو بھی تسلیم کرنی ہی پڑے گی کہ اس وقت خاص میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ اس خدا کی ہمرہی اور ہمدمی میں شریک تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کبھی علیحدہ ہو گئے ہوں اور ان کی ہمرہی اور طرفداری چھوڑ دی ہو سو اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ تو دائمی نکلا اس صورت میں ابوبکر صدیق کا حصہ بھی دائمی ہوا کیونکہ دونوں کے حصے رلے ملے ہوئے ہیں بٹے ہوئے نہیں ایک مع کا لفظ دونوں کے وسط ہے دو لفظ جدا جدا نہیں یعنی مَعِیَ و مَعَکَ نہیں فرمایا تیسرے ہم اس سے بھی ذرا کرکے یوں کہتے ہیں کہ شیطان کا مقولہ سورہ ص میں یوں منقول ہے

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ	یعنی شیطان قسم کھاتا ہے تیرے سب بنی آدم کو بہکا دوں گا مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ان پر میرا بس نہیں چلتا۔

کیونکہ وہ میرے دست قدرت سے باہر ہیں وہ تیری پناہ میں آگئے ہیں سو جہنم تو ان کو سکتا ہے اور وہ تیری پناہ میں ہیں وہاں میرا کچھ بس نہیں چل سکتا اور سورہ حجر میں اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کے بعد بطور تصدیق کے شیطان کے مقولہ کے جواب میں خداوند کریم کی طرف سے یوں ارشاد ہے اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ یعنی شیطان کو کہا جاتا ہے کہ اے ابلیس میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چل سکتا اب بعد اس کے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا پناہ خداوندی میں آجانا اس آیت سے ثابت ہے یعنی اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے صاف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک دفعہ تو صدیق اکبر پناہ خداوندی میں آگئے اور خدا کے دربار میں اور حرم میں گویا داخل ہو گئے پھر بعد اس کے جو وہاں سے نکلے تو شیطان کے ہاتھ سے نکل ہی نہیں سکتے ازکیں فکار اور اگر یوں کہیے کہ خدا ہی نے اپنی پناہ سے نکالا ہے تو یہ خود غلط ہے کیونکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى	یعنی خدا نے اپنی راہ دیسے کو کسی قوم کے ساتھ

لِيُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ	جب تک نہیں بدلتے جب تک کہ وہ اپنے دلوں
	واندازکو نہ بدل دیں

معیت حق صدیق کی ذات کے ساتھ تھی اور خود حضرت ابوبکر صدیق بے انوار شیخین اور بے امتزاج خداوندی اپنی روش بدل لیں یہ ممکنات میں سے ہے اس واسطے کہ یہ بدیہات میں سے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر قسم کے کام کے لئے ایک استعداد ہے۔ دانش کے لئے سعادت چاہیئے۔ مرنے کے لئے شجاعت چاہیئے۔ سو ایسے ہی برے کام اور گناہ کی باتوں کے لئے بھی ایک استعداد و قابلیت چاہیئے۔ سو وہ قابلیت اگر تھی تو خدا نے جانتا ہی تھا کس خوبی پر نعوذ باللہ خود کو رحمانی ہی میں موجود ہے۔

لِلْخَبِيثَاتِ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ	یعنی بری چیزیں بروں کے لئے اور بروں کے لئے بری چیزیں اور اچھی چیزیں اچھوں کے لئے اور اچھے اچھی چیزوں کے لئے۔

بلکہ اس وقت میں جبکہ ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ نبی سے جدا نہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی ایمان والوں کے ساتھ اور ہو خدا لَا تَحْزَنْ کے فرمانے والوں ہی کا ہوگا اللہ کی معیت ایمان کے ساتھ ہوا تھی جب ایمان گیا ہر نبی کی ساتھ گئی اور دوستی کے لئے کسی شرط کے ہم ہیں جو تھی وہ بھی ہوگئی اس میں زوال کا احتمال نہیں۔ قرابت کی وجہ سے جو اتحاد ہوتا ہے وہ قابل زوال نہیں ہوتا اور آپس کی دوستی میں جو بوجہ خلق اور حسن باہمگری کے ہوتے ہیں وہ جب تک رہتے ہیں کہ خلق اور احسان باقی رہیں اس واسطے دوستی ٹوٹ جاتی ہے رشتہ کی جو اللہ نسب کے حقوق جان کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوستی کے حقوق احسان کے ساتھ ہیں اور

اور بھری ہیں ہوتا خیر آیا تو سلام ہوا کہ وہ میت اور بھری ان اوصاف ہی کہ سب کل بات
نہ تھی اس موت میں لازم آئے گا کہ خدا سے بڑی چوک ہوئی کہ اس ضعف کا نام نہ لیا یا خداوند کریم
بھول گیا اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کی جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَعَکُمْ فرما دیا نعوذ باللہ من سوء الفہم
خداوند کریم اور چوک جائے یا بھول جائے خدا کی تو یہ شان ہے جیسے کرم اللہ میں آیا لَا یَضِلُّ رَبِّیْ
وَلَا یَنْسٰی یعنی خدا میرا رب نہ بھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔

آیت میں معنی کا فقط حضرت ابوبکر صدیق کے رتبہ کا آئینہ دار ہے	انصاف اگر ہو تو اس اقتضاء اول پر

نہیں آتا کہ ابوبکر صدیق کا رتبہ کہ جگ بھگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کے ہے ایک
قسم کی معیت ان دونوں کے واسطے خداوند کریم نے بیان فرمائی یہ بات بجز اس کے کیسے
ہو سکتی کہ صدیق اکبر کو کہا جائے اور تمام امت کی اور سوا اس کے اور امتیاز آپ میں ان کو
افضل بتلاتے ہیں ان کے رتبہ اور مرتبہ کی حد امت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے نہ پہنچ سکے
ورنہ لیاقت ہم پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات میں شریک ہوں یہ بات کہنے
سے جانتے ہیں کہ ایسا کہنا جو مقام نبوت سے متعلق ہو کفر ہے حقیقت اور کوئی نہیں کہتا
ہیں بعد انبیاء کے یقین ہی کو ذکر کرتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی امت کے صدیق کا
رتبہ اس نبی کے رتبہ سے متصل اس نیچے ہوتا ہے چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد نبیوں کی نبوت سے بالاتر ہے تو اس امت کے صدیق اکبر کا رتبہ اپنی امت کے نبیوں کے رتبہ
سے بالاتر ہوا اور امتوں کے صدیقوں کے مرتبے بھی بالاتر ہوں گے اب اس پر کہ صدیق کے
یہ بھی بہت بڑا اور مقدس ہے خداوند کریم نے اگر اس کے ساتھ پیغمبر کی کامل تابعداری کے
فرض نہ کیا ہوتا اور یہ کہنا لازم ہے کہ خداوند کریم جس کے ساتھ ہو یہ اس کے دشمنوں

کی خیر نہیں ہوتی۔

[illegible]	[illegible]

[illegible] حقیقت میں ہمارا اعتقاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا فرمان کریم [illegible]
[illegible] ہے کہ اپنی طرف سے نہیں فرماتا ہو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
اس وقت صادر ہوا اسی کو نقل کرتے ہیں جیسے فرمان [illegible]

خسوف کسوف اکثر واقفان علم ہیئت کو معلوم ہو جاتے ہیں سو اگر ایک واقعہ بالفعل کی بنا
اجتہاد عقل کے وسیلے سے ہو گئی ہو تو کیا ہے ہاں اگر کوئی حکم حضرت عزت کا ہوتا تو البتہ اس میں اجتہاد
کی گنجائش نہ تھی احتمال ہو سکتا تھا کہ جیسے پچھلے انبیاء نے اجتہاد کئے ہیں اگر کسی بات میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی ہو تو کیا عجب۔ چنانچہ سنی اجتہاد نبی کے قائل ہیں مضمون ان اللہ
معنا میں کوئی احتمال بجز اس کے نہیں کہ جو کچھ آپ کی زبان پر جاری ہوا وہ سب القائے ربانی
تھا کوئی احتمال مفید مطلب شیعہ اس آیت کے پاس پھٹکنے نہیں پاتا چسپیدن او چیزے دیرے می
خواہد کہ اگر ابوبکر حسب اعتقاد شیعہ مقبولان بارگاہ الٰہی میں سے نہ ہوتے اور انجام ان کا ارتداد
اور کفر پر ہوتا تو اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسلی ہی نہ فرماتے کیا خدمت پاک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جھوٹ ہوتے۔

تقیہ کا اندر نک | اور تقیہ کو کوئی کہے تو قول تو تقیہ بن جاتے جہاں اندیشہ کسی قسم کا ضرر
صدق پر پہنچے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ تھے ان میں تو ایک بہادر کی
بہت سے پہلوانوں کا زور تھا بتہانی ہیں ابوبکر کے مارنے کا بہت سا مواد ہاتھ آتا ہے
کون پوچھتا تھا مار کر کہیں چھپ دیتے۔ دوست تقیہ کرتا تو تلطف و مداق زبانی کفایت کرتے
کے سوا دل کی تسلی اور تشفی ہی الفاظ میں منحصر نہیں ہم جیسے جنہیں گفتگو کا سلیقہ نہیں بہت
تلطف کے الفاظ تراش سکتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو افصح العرب تھے اگر تسلی ہی
کے الفاظ کی ضرورت تھی تو اور بہت سی صورتیں تھیں اس جھوٹ کی کیا ضرورت تھی اور الفاظ
منہا ہم سے تو نہیں کہا جاتا اگر شیعوں کے کہے موافق جھوٹ ہی بولنا تھا تو کہہ دیتے کہ اللہ
ان اللہ معنا کی جگہ ان اللہ مع المؤمنین فرما دیتے تو تعالیٰ کی تسلی ہو جاتی بلکہ بات بن
جاتی ان کی تسلی ہو جاتی پھر تم کہتے ابوبکر تو منافق تھے یہاں کہتے کہ تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مومن اور یار رفیق آتے ہیں اور گر مومن تھے اور پھر مرتد ہو گئے تو ہم کہیں
میں پڑے رہتے ہمارے کی طرف بھول چوک کا احتمال نہ ہوتا کیونکہ جب تک وہ مومن رہے تھے
اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ رہنے جب ان کے دل سے ایمان نکل گیا تو اللہ نے ان کی
ہمدردی چھوڑ دی۔

لیجئے متن لیف و تدقیق تشریح اور صحابی ہونے کا مفہوم	اس تقریر کے بعد ایک تنبیہ پر خاتمہ

کرتا ہوں۔ اتنا یاد رہے کہ شاید شیعہ حضرات کے دشمنوں کو یہاں یہ طوفان پیش آئے۔ کہ کلام اللہ میں یہ ارشاد ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ۔

یعنی نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی زبان دی تھی جو اس کی قوم کی زبان تھی

سو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی موافق اس قاعدہ کے عرب کے محاورہ میں گفتگو کرتے تھے اور یہ کہ اس بات کی علت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تفہیم مطالب میں فرق نہ ہو تو یوں سمجھیں آتا ہے کہ کلام اللہ بھی عرب کے محاورے میں ہو اور یہ ظاہر ہے کہ صاحب عربی زبان میں فقط باعتبار اس کے ہے اس کو کسی کے ہم معنی سمجھنا یہ طریق کی نادانی ہے کیونکہ صحابی تو اصطلاح شیعہ میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھوڑی دیر یا بہت دیر یا فقط ایک بار یا بہت بار کہوں صحبت بھی شرط ہے بہر حال ایمان داخل مفہوم صحابی ہے ہو ظاہر صاحب اول اور اخیر لازمی ہیں محروف ہیں۔ بلکہ اصطلاح شرع میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے دوسرے معنی کہ صاحب بھی مستعمل ہو لیکن کلام اللہ تو عرب کے محاورہ موافق اترا ہے اس کے موافق نہیں ہو تا جیسے ہمارے ہاں کلام اللہ سے ابوبکر صدیق کا صحابی ہونا بھی ثابت ہوا اور اس وجہ سے بدلائل الزامی ان کے ایمان کا بھی پتہ لگتا کہ کفر کی بو تک نہ آئے کہ اس آیت سے تا دم مرگ ان کا ایمان پر قائم رہنا کہاں سے نکلا۔ سو جو شخص ان کے ارتداد کا قائل ہو اس آیت سے اس کا الزام مندفع ہو۔

صاحب بھی صحابی ہونے کی وجہ سے نہیں اگر صاحب اس وجہ سے ان کا ایمان اور پکا ایمان پر قائم رہنا ثابت ہوتا یا آیات طیبات لاحبائک منہم الخالدین اور ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پر وارد ہوتا۔ حاجت تکرار نہیں پھر جب ایمان تو یوں ثابت ہوا اور بھی اندفاع ہو جاتا لفظ صاحب کی ثابت ہوتی تو کیا بات میں کیا کسر باقی رہ گئی جس کا انتظار ہے اس صورت میں اگر صاحب مرادف صحابی کے نہیں تو نہ ہو یہ لفظ صاحب کا مشترک ہونا اور صحابی کا اصطلاحی شرعی ہونا مشہور ہے تو باعتبار اس زمانہ کے ہے

اور اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو ضرور تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بنام خود مشہور کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو آپ کی بشارت دی آپ کے نام سے
بشارت دی۔ چنانچہ سورۃ صف میں مذکور ہے الخ جب دو لفظ مترادف اور ہم معنی ہوتے
ہیں گو ایک مشہور ہو مگر کبھی کبھار اس کی جگہ دوسرا لفظ بھی بول دیتے ہیں، بنا بریں کہ
کلام اللہ عربی محاورہ میں ہے اس کا کہنے والا ہی پڑھ سکے یہ معنے نہیں کہ جو غیر کلام نہ سمجھے
ہے اس کے وہی معنی مراد ہیں جو عرب کی زبان میں اس کے معنی لغۃً حقیقت ہیں کلام
خدا یہ جتنے اس قسم کے الفاظ ہیں سب کے سب اپنے معانی اس سے منتقل ہیں کہ
شرعی مراد ہے سو ایسے ہی الفاظ جن کا ذکر ہے

نقل فن کی کتنی ضرورت اور اس کا طریقہ اس کا یہ ہے کہ جب کوئی رسول آتا ہے تو وہ کچھ
کلام لاتا ہے اور ایک کارخانہ بھی بنا جاتا ہے اور اکثر ایسے نئے نئے مضمون پیش کرتا ہے
کہ اس کو اور اس کے تابعین کو ان کی تعبیر کے لیے اکثر ضرورت پڑتی ہے مگر چونکہ وہ اس کارخانہ
پہلے سے موجود نہیں ہوتا اس کے متابعین کو کوئی لفظ وضع نہیں اس زبان میں نہیں ہوتا
آپ وضع کرنا پڑتا ہے لیکن ہر زبان کا دستور ہے کہ جب اس زبان کے متکلمین کو کسی نئی چیز
کی ضرورت ہوتی ہے تو پہلے ہی سے کسی لفظ کو مقرر کر لیتے ہیں کہ اس کے
معنی اول سے منتقل ہو کر مناسبت ہو جیسا کہ واقفان فن تربیت کو اصطلاح کے
دونوں معنوں قدیم و جدید کا تصور کر کے اپنی بات واضح کر سکتے ہیں سو اب ان
صاحب کو لفظ اسلامی کو سمجھنے میں چونکہ لغت جب کے جاننے کی ضرورت ہی کبھی
پڑتی ہے اور نہ اس لفظ کے معنی شرعی کا جاننے والے زبان کو اکثر ضرورت ہوتے
تو بایں لفظ فرق کیسے صاحب کو کثرت مضمون تو دیتے ہیں اور زبان کو اکثر دوسرے
مضمون میں مگر یہ صاحب دوسرے مضمون تو کیا ادا کیا ہوتا ہے لیکن نہ تک وقت
چونکہ تو یہ اتنا سا نہیں ہوتا تو لفظ صاحب ہی کو دیتے ہیں ہم ہیں ستعمل کرتے ہیں پھر
جو لوگ دانستہ پڑھے اور جب تک پڑھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں لفظ اسلام
ہے کہ ہے نہیں ہے بلکہ اس کے معنی شرعی کا جاننے والے مسلم کے لیے ضروری ہے

ایسے وقت کی ہمراہی اسی کا کام ہے کہ اس سے زیادہ کوئی مخلص نہ ہو اور سچے بھائی ہے۔ ابوبکر صدیق کی جانبازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص کر اس وقت دشوار کی ہمراہی اور رفاقت ایسی نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ اگر خداوند کریم اس کی طرف اشارہ نہ فرماتے تب بھی حاجت نہ تھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ رفاقت اور ان کا اخلاص ایسا ثابت آفتاب ہے کہ غرب اقبال ہو گئے ہیں بیچہ زبان سے انکار کریں دل میں کیا ہو اول میں ان کے بھی ہے کہ ابوبکر صدیق کے برابر دنیا میں کوئی کسی کا رفیق نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیقوں میں کچھ ان کا رتبہ کم کر نہیں دیکھتے ہیں بلکہ جس کی رفاقت اور اخلاص یہ حد کو پہنچ جاتے ہیں تو عوض میں اسے شیعہ سنی ہندو مسلمان سب یار غار کہتے ہیں رفاقت میں ایسا رتبہ کہ غرب مثل اور مشبہ بہ ہو سوائے بزرگ اس کے نہیں ہو سکتا کہ اوروں کی رفاقت کو اس رفاقت کے ساتھ ایسی نسبت ہو جیسے ماہ چہرہ کو نور قمر یا نور خورشید کے ساتھ نسبت ہے کون نہیں جانتا کہ آفتاب کجا ذرہ کجا آدمی کا چہرہ۔ آدمی کیا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو آفتاب کے نور کے درجہ کم اس کا نور رہتا ہے اس کے شرف کے لئے یہی بہت ہے کہ اس کے ساتھ نسبت دیتے ہیں۔ ایسا ہی اوروں کی رفاقت و دوستی کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت و دوستی سے بہت کم سمجھنا چاہیئے ان کی یہی شرف بہت ہے کہ ان کے ساتھ اوروں کو تشبیہ دیتے ہیں اور جس کی رفاقت اور دوستی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو یار غار کہتے ہیں القصہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ میں ہی فرد اکمل ہوں گے اور کیوں نہ ہوں زبان خلق نقارۂ خدا، ان کا یار غار ہونا اور صدیق ہونا سب نام و خاص پر روشن ہے دوست و دشمن سب ان کو اسی لقب سے پکارتے ہیں بس یہاں بس کیجئے۔

شیعوں کی طرف سے رفاقت صدیقی پر شبہ ہو تو شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر صدیق ہوتے تو کیا ہوا خلافت تو نبا ہر کی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کا حق تھا کیونکہ وہ چچا کے بیٹے اور داماد تھے مشہور ہے کہ داماد بمنزلہ فرزند ہوتا ہے تو اس صورت میں خلافت بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اگر پہنچتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچتی ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کون ہوتے تھے جو خلافت دیا بیٹھے اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے اپنے اندر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمائیے

کر دینا تھا وہ بھی نہ ہوا وصیت کی تو لیفہ ثانی کے لئے کی۔

جواب | سو اس توہم کا جواب اول تو یہی ہے کہ خلافت کو سلطنت پر قیاس کیجئے۔ تو البتہ یہی توجہ پیدا ہوتا ہے لیکن اہل فہم پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ خلافت نبوت ارکان دین میں سے ہے بخلاف سلطنت دنیا کے امور میں سے ہے بھی نہایت درجہ کی تفاوت ہے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی کہ ہر ایک اس کے اعلیٰ درجہ اور اس کے ادنیٰ درجہ میں کچھ لگاؤ نہ ہوگا جو ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے

شعر ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہاں خلافت انبیاء کا اثر خلافت صحابہ اور خلافت صحابہ کا اثر خلافت تابعین پر قیاس کیجئے تو البتہ قیاس کا موقع بھی ہے اور فقہ بھی مدد دیتی ہیں تو ہیں مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ خلافت علم اور خلافت فقر میں نکتہ اور نظر بات کی وہ تاثیر نہیں ہوتی جو خلافت اور کامل سلطنت کے ساتھ ترتیب ہوتی ہے چنانچہ لفظ خلافت ہی خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خلافت جس نیابت ہے استحقاق اس کے لئے ہوتا ہے جو کہ صفت کاملہ سے موصوف ہو اگرچہ آدمی مراتب میں مختلف ہوں تو وہ ان میں متفاوت ہوگا جس میں کہ ہر فضل مفقود اور نقص موجود ہو اس کو خلافت سے کیا نسبت ہے پھر ان باتوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت جس نیابت ہے استحقاق

میں بوقت ضرورت کمزور عورتوں اور لڑکوں کو قتل کر دیتے ہیں کہ اور ہی کوئی نشان ان میں
اتقیہ اگر حال نبوت مثل حال سلطنت دنیا ہے اور قرابت باعث تقدیم ہے تو حضرت فاطمہ
جن کو بھی مستحق نہ تھا نہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حق تھا نہ اپنی خلافت
کے وقت، اس وقت حق تھا حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا حق تھا عمر کا نہ حال نبوت مثل حال سلطنت
نہیں اور قرابت کو اس میں کچھ دخل نہیں بلکہ افضلیت باعث تقدیم ہونا چاہیے تو پھر حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو خلیفہ کر دیا تو کیا جائز تھا کہ آپ ان کو قتل کر دیتے یا ان کے
نزدیک اور لوگوں سے افضل نہ ہوتے تو البتہ ہونے چاہئے تھے۔

باب

وعدہ خلافت و استخلاف

ہذا کلام دلائل سے کہا جا چکا ہے جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ
نہ ہو تو یہ آیت جہاں موجود ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے
اچھے کام کئے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے
کہ وہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ
ان سے پہلوں کو بنایا اور ان کے لئے
ان کے دین کو جو ان کے لئے اس نے
پسند کیا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کے
خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا
کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو لوگ
اس کے بعد ناشکری کریں وہ
نافرمان ہیں

بازپرس وہ اسی حال پر تھے جس کے انعام میں یہ وعدہ ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح
اہل فہم ذٰلِکَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ
باعث اس وعدہ کا ایمان اور عمل صالح ہیں پھر نہ معلوم کہ باوجود ان سب باتوں کے وہ کیونکر
مرتد ہو گئے وہ حال سے خالی نہیں یا یوں کہو کہ خدا نے خلاف وعدہ کیا نعوذ باللہ آئندہ
کی خبر میں غلطی ہوئی۔

جن سے وعدہ ایمان و عمل صالح کا ہو ممکن ہی نہیں کہ عمل نہ ہو کی نماز روزہ حج زکوٰۃ کبھی نہ کی اور یہ سب ہی لذین اٰمنوا
منکم سے وہ چار پانچ صاحب ہی مراد ہیں جو بزعم شیعہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مسلمان رہے اور مثل دیگر صحابہ مزعومہ ہوئے اس صورت میں من آمنکم میں بیان کیونکر
ہوا تو بیشک ان سب کے ساتھ اس وعدہ کا پورا ہونا چاہیئے کیونکہ وہ سب ہی جب اس آیت کے
نازل ہونے سے پہلے مسلمان ہو لئے تھے اور گمان کیا جاتا ہے کہ یہ سب وعدے حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے اور کسی کے لئے ہوئے نہیں ہوئے حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی
اور حذیفہ یمان جبکہ حسنین رضی اللہ عنہم تک یہ بات نصیب نہیں ہوئی جنہیں
رضی اللہ عنہ کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ حضرت امام ہمام سبط اکبر کا حال یہ ہے کہ چند مہینے کے لئے وہ
خلیفہ تو ہو گئے پھر نہ کسی طرح کی تمکین دین حاصل ہوئی نہ کبھی فارغ البال ہوئے
نہ کر سکے شیعوں کے نزدیک کیونکر امیر معاویہ جو ان کے نزدیک بالاتفاق کفار اور منکرین
امامت میں سے ہیں تمام خلافت پر غالب اور مستولی تھے اور پھر من تمام عمر تقیہ ہی
خلافت ہی کیوں ان کے حوالہ کرتے اور کیوں ساری عمر تقیہ میں گزارتے اور حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ کو بھی شیعوں کے نزدیک خلافت اور تمکین نصیب نہ ہوئی شیعوں کے نزدیک وہ بھی
نہیں کیونکہ دین شیعہ میں زمانہ میں بھی مخفی ہی رہا اور حضرت کو تقیہ ہی کرنا پڑا۔ شیعوں کی
اس غلطی کا کیا کہنا یہ بھی نہ ہوا کہ کچھ کہیں اور بے کہے ہو گئے بہت جلد ہر ہر مسئلہ کا
کفر یہ چھپا اس کی سند آگے انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی۔ اور غلط ہونا اس عقیدہ کا
بالکل ظاہر ہے شروع سے حضرت امیر کو کبھی بھی شیعہ حاصل نہیں ہوا وہی امیر معاویہ جنہیں
تمام عمر کرتے رہے اور آپ کے ہاتھ سے کثرت ملک نکل گیا بہرحال رہے اگر وہ ہوتا تو اس

بالکل لغو ہو جائے گا۔

استثناء بھی تو ان کسی طرح موزوں نہیں | اور اگر من کے بیانیہ ہونے کے ساتھ استثناء کو کبھی بھی آدمی لیجئے جیسا کہ بعض علماء شیعہ نے تاویل کی ہے اور کبھی تسلیم نہ کیجئے تو قطع نظر اس کے کہ من کا فیصد بیانیہ ہونا خلاف استعمال عرب ہے اول تو یہ مشکل ہے کہ استثناء کے ساتھ جب لفظ فی الاستثناء متصل ہو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ منقطع مراد ہوتے ہیں مگر اس صورت میں قیاساً تو یہ لازم تھا کہ یہ استثناء بے معنی ہو کیونکہ من آمن تو صالح اور فاسق کو برابر شامل ہوتا ہے بلکہ فساق کو بوجہ احسن بلکہ آمنوا کی تبعیض بھی یہی نظر آتی ہے کیونکہ کفار کے آمن میں کیا کمی ہے الا من لعن یکے کلام حق کی تخصیص کی جاتی ہے یہ نہیں جانتے کہ خود کلام کا کلام اللہ ہونا

منجملہ محالات ہے۔

استثناء بھی آدمی ہے بات نہیں بنتی | اور بعض علماء شیعہ بہت کوشش کر کے یہ بات نکالتے ہیں کہ آیت میں آمنوا و عملوا الصالحات سے حضرت امیر مراد ہیں اور جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے ہے یا حضرت امیر اور ان کی اولاد مراد ہے بہرحال کہتے ہیں کہ قطع نظر اس بات سے کہ استثناء منقطع ہے بے ضرورت ہے باوجودیکہ جن کے معنی ہیں سوائے کے من مراد لینا اس کے نزدیک بات نہیں بنتی اس کا یہ جواب دینے کہ کیونکر ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں بنتی اس لئے ضرور ہے کہ منکر کے من کو تبعیضیہ قرار دیجئے استثناء سے تسلیم کر لیجئے کہ الذین آمنوا جمع ہے تو کم سے کم تین تو ہونے ضرور ہیں زیادہ ہوں تو فبہا

تنبیہ | اس آیت کے تین بات نکلی کہ جو ہمارے خلاف تھی کہ تم نے یہ ضرور کہا تھا کہ تین سے کم ایسے تین شخص ہوں کہ وہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہوں گے ضرور خلیفہ بنا کر رہتی زمین کو اٹھا لیں گے اور اس زمین کو جو اللہ میں اس سے بہتر کوئی دین نہیں اور خدائے ازل سے انہیں کے لئے پسند کر لیا ہے ان کے ہاتھ سے ضائع ہونے نہ دیں گے اور ان کے خوف و ہراس کو جو کفار نے رکھے ہیں امن اور ایمان سے بدل دیں گے پھر بعد اس کے یہ آیت دلیل ہے یا قطعاً اخبار بالغیب کے

اور سویم سویم اور چہارم چہارم

میں ایمان اور عمل صالح بھی زیادہ ہوگا القصہ خوف کفار حاضرین کا سبب ہوا
ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا ہوا
امام ہمام رضی اللہ عنہ اس زمانہ تک لڑے تھے امیر معاویہ جب تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے

آیت استخلاف کی بنیاد (جانشینی) کی قرآنیاں میں | اس آیت کے

کہ باعث اس وعدہ کا فقط یہ ہوا ہے کہ جواب سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے باوجود بے سروسامانی اور ذلت اور خواری کے جو ابتدا اسلام میں تھی
کفار کی مخالفت محض خدا کی رضامندی اور دین کی ترویج کے لیے اختیار کرکے
اور ان کو اپنا دشمن بنا کر طرح طرح کی ایذائیں ان کے ہاتھ سے
گذارے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ نوبت اس کی آئی کہ
جلاوطن ہوتے پھر اس پر بھی چین نہ لینے دیا قتال کی
فوج کشی کرتے رہے اور جو پر کہ نہیں آتے مسلمانوں کے
بہت سے مہاجرین میں سے اور نیز ان کی ہمراہی
کہ عالم غیب و شہود کو ان کا کامل امتحان ہو کیا اور
اور جان گزاری پر دوش آیا از آنجہ کہ ان کی اس
دنیا میں بھی کی جائے اس لیے جس جس کی
نعمتیں اُن کو ملیں اور اس کے مقابلہ کی راحتیں
باعث تمام آزار اور سبب ہمہ تکلیفات کا
نماز روزہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور ذکر خدا
دل میں رکھتے تھے بلکہ باعث جلاوطنی کا
اور خوف کے وقت میں اس نعمت کا
آلہ کم ہر چند شہر و گوشہ میں رکھتے ہیں لیکن فقط
یہ اس جان کاہی اور جس کا ذکر ہے جس کا مذکور ہے

آیت مذکورہ سے ثابت خلافت خلفائے اربعہ کی اور ان کے فضل ہونے کی

کو سب سے اقرب ہے کہ بمنزلہ اپنی جائیداد کے مقرر کرے اور تمام لوگوں کو بجائے خدام کے تصور کرے اس صورت میں یہ لفظ کہ جب [illegible] واکرام میں زیادہ مبالغہ ہوگا۔

[illegible] کہ قریش سے اقارب مراد ہیں جو کہ نعمت کا سبب ہوتے ہیں تو ایسے کا شکر گزاری یا سبب نعمت کا ادا کرنا ہے اور تمام انام اور خدام اور رعایا کی طرف اشارہ ہے یہ ظاہر ہے سلاطین اور رؤسا اور امراء جب کوئی نعمت حاصل کرتے ہیں تو شکر گذاری اللہ کا ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نعمت اور [illegible] کے درپے ہوتے ہیں۔

[illegible] اس زمانہ کے اہل اسلام کا حال ہے جس نے کہ نعمت اسلام کا سبب ہے لیکر آج تک بیشمار نعمت کے [illegible] اس زمانہ سے لیکر اب تک نعمت کی بدولت آتے ہیں [illegible] تو بطور اخبار بالغیب کے ان کافرانِ نعمت کی طرف اس اشارہ کرنا فرمایا ہے کہ ان کی بندگی اور ان کے اعداء کی بربادی کا ذکر آئی ثابت ہو جائے ان کا ادا کرنا اعداء کے مرتبہ کا جان سب کو بیان ہو جائے اور اعلیٰ درجہ کا اللہ بیان ہو جائے اور جب کہ آگے [illegible] ذریت سے نعمت یعنی [illegible] اور ان کے اس نعمت میں [illegible] حق نعمت نہ بجا لائیں اور خدمت گاری اور رعایت نہ کریں تو [illegible] تک نہ ہوں بلا واسطہ پیش آئیں تو واسطہ فاصلہ ہیں کہ کوئی [illegible] اور یہ آخر دنیا میں ہوگا اس آیت کے مصداق [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَمَنْ كَفَرَ کے اقوال صدق

[illegible]

باب ۵

مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ و فضائل اہل البیت

یہاں پہنچکر شیعہ مذہب یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ برحق اور افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن جب ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو انہوں نے خلافت قبول نہ کی اور اگر وہ خلافت قبول کرتے تو ان کی امامت ولایت سے ان کا کافر ہو جانا اور دوزخ کا مستحق ہونا لازم آتا ہے اور اس صورت میں ان کی شکایت نہیں ہو سکتی۔

ہمارے کام بھی ہیں آنکھ ان سے نہیں چرائی کرتے ہیں حال انکہ
[illegible]

[illegible]

[illegible]

عبادت کرنا ہے یہ بہت زیادہ شدت عمل کی طرف اشارہ ہے اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا تو یہ
ہے اس کی اشارہ سے زیادہ تر تعلق ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کے
بارے میں ہے اور اگر کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کو خدا نے دیا اور خدا کی
بات کو کچھ نہیں اور خدا سے کسی سے محبت اور خدا کسی سے بغض رکھتا ہے
اس سے اپنے ایمان کو کامل کرلیا اور اگلی حدیثوں کی حدیثیں جب کلام اللہ
آئی ان پر شیعوں کی حدیثوں کا حمل ہے کہ کلام اللہ کے کہنے والے ان
حدیثوں کے ایک اور حدیثیں جو بیان کی گئیں کامل نہ ہوں ناقص رہے
نہ رہے گا۔

صحابہ کی فضیلت میں اشارہ اس کلام کی طرف ہے جو آگے آتا ہے ایک اور حدیث

بیان کیا ہے ظاہر ہے کہ حدیث میں جہاں کہیں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا بیان آیا
ہے تو حب فی اللہ کا حکم کیا ہے اور کلام اللہ میں بغض فی اللہ کا [illegible]
جگہ میں شلاً اگر کلام اللہ کے مخالف بیان کیا گیا ہے تو اس کا بغض
کلام میں یوں آتا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ والوں کے ساتھ اللہ
خداوند عالم نے [illegible] کا خلاف کرنے والے کی محبت کا کلام میں کہیں
محبت پیارے اللہ کے پیارے کی جہاں جہاں خدا کے ساتھ کسی چیز کا ذکر محبت
ہوگا تو اس محبت میں سے زائل [illegible] کی جائے گی۔

مطلب متقین کی محبت نبیوں کی محبت ہے — خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
میں سے خدا اس کی ساتھ زیادہ علاقہ اور اختصاص ہے تو جس شخص کو خدا سے
محبت کامل ہوگی اور جس طرح اس سے کافر بیشک ہیں کہ اپنے نبی سے کہ
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت محبت خدا کی زیادہ ہے جس کو اپنے اور سب سے
وسلم کے ساتھ زیادہ اختصاص ہوگا تو جب خدا کی محبت اس سے زائل ہوگی
ہوگی تو اس کی محبت میں خدا کے ساتھ کچھ کو زیادتی نقصان ہوگا اور جب خدا
کو بیشک سب سے زیادہ ہے تو محبت محبت خدا کی ہے اس کے بعد رسول اللہ

کسی کی مدح میں پہلے ہی ہر طرح پر اور بڑھیا خوبی بیان کرنا صحیح ترتیب ہے | اور دستور یہ ہے
کہ کسی صاحب کمال یا موصوف باوصاف متصف کی اگر تعریف کیا کرتے ہیں تو اس کے
کمالات میں سے کمتر کو پہلے لیا کرتے ہیں بعد ہیں اس سے زیادہ کو پھر اس سے
زیادہ کو تاہر وصف کی قدر اور عزت ہو ورنہ اگر ترتیب کو بالعکس کر دیجے تو بعد کے
اوصاف کے سن لینے کے بعد اوصاف کیا قدر رہ جائے گی ہر محل تعریف میں یہی
کیا جائے غرض یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اوصاف کی خوبی اور برائی تو اصل بات
اوصاف والوں کی بھلائی برائی اوصاف کے سبب سے ہے اور جو شے کہ اوصاف
کی بھلائی برائی بیان کی جائے تو اول کو اول بیان کیا جائے اور دوم کو دوم اور
درصورتیکہ اوصاف والے کی بھلائی برائی مدنظر ہو اور اس شخص کے اوصاف بہ
ترتیب ذکر کئے جائیں تو ترتیب مذکور کو منعکس کر دینا چاہیے ہاں جہاں دو چیزیں
مراتب باعتبار مجموعہ اوصاف کے دریافت کیا جائے یعنی کس میں زیادہ اوصاف
ہیں اور کس میں کم تو ایسی صورت میں ترتیب اور کمی بیشی کی رعایت نہیں ہوتی اوصاف
ہی کی تعریف ہے اس سے انکی ترتیب وہی ہوگی جو اوصاف کی ترتیب ہے اس لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول ذکر کیا بعد میں صحابہ کا ذکر شروع کیا
انتہ صحابہ کی تعریف میں اول نہ صف جو بیان کیا گیا ہے تو اشداء علی الکفار
یعنی وہ کافروں پر بڑے ہی تیز و تند ہیں۔

محبت کرنا آسان ہے اور دشمنی دشمار خصومت اقربا سے | اور چونکہ محبت کرنا آسان ہے
کیونکہ طبعی بات انسان کی یہ ہے کہ جب کوئی اس سے محبت کرے اور یہ اس کی طرف
مائل ہو تو اس صورت میں خدا و اسلام کی محبت ایمان خوب نہیں ہو سکتا ہاں
عداوت کرنی اپنے دشمن سے کہ عداوت کے قرینے دوسرا کی عداوت ہے
پیش آئے گا محبت ذکر سو فرائض کسی کو خدا و اسلام کی محبت ایمان تو نشان
کمال ایمان ہی جب اسلام کا دشمن خدا و اسلام کی عداوت میں اقربا سے کہ یہ دشمنی
دشمنوں سے زیادہ تر ہوتی ہے عداوت نشان کمال ہو تو اقربا کی عداوت تو نشان کمال

سمجھنا چاہئے۔

اولاً ہم جو قرینہ مقام کو لحاظ کرتے ہیں تو اس قرینہ ہی کی بدولت کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماسبق کی آیۃ یعنی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا وَمَا صحابہ کرام کی تسلی اور تسکین خاطر کے لئے نازل ہوئی ہے سو جس غم کے سبب تسلی کی بالی ہے وہ غم تھا کہ غزوہ حدیبیہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ سے صلح کر کے مراجعت فرمائی اور صحابہ کی آرزوئیں خاص کر مہاجرین کی جو در باب جہاد کے دلوں میں البتہ تھیں دلوں کی دلوں میں رہ گئیں اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اب تک اس سفر کا یہ خواب دیکھا تھا کہ ہم جمیع جماعت امن چین سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس خواب کے باعث بایں خیال کہ اسی سال میں ہم مکہ میں داخل ہوں گے صحابہ کے دل میں یہ سرور بر سبیل تمنا کہ کہیں ہاتھ آوے سب حسرت وغم سے بدل گیا اس وقت صحابہ کو یہ خیال تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حق ہے تو آپ نے صحابہ کو فتح مکہ کا وعدہ فتح کر دیا ہے پس قرائن کا اور وقت نہیں کہ جہاد کریں اور مکہ والوں سے لڑ کر فتح مکہ کا وعدہ پورا ہو۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے قرباکے خون کے پیاسے نظر آئیں۔ اس آیۃ اور بیعۃ الرضوان کے سبب سب باہم چہ میگوئیاں دست زدن بیعت کرنا وغیرہ ہوتا ہے صحابہ کو یوں تھا کہ کافر شاید خدا وند جل شانہ وسلم پر فیروز نصیب آتے ہیں لیکن اس آیۃ میں زیادہ تر اسی فیروزی نصیبی کا بیان ہے اور اس قصہ میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے تو مہاجرین اس کے نزول کے وقت اس بات کے تو امیدوار تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہمارے ہاتھ سے ذلیل کرے گا اور ہمارے ہاتھ سے ان کو قتل کرائے گا اور ہمیں ان پر فتح دے گا اور ان کا اسباب پکڑا آوے گا یہ نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی قتل ہو گا اور اصحاب قرابت میں سے کوئی مومن قتل ہو گا یہ بات تو کسی کے خیال میں نہ تھی کہ ایسی بات بھی ہے کہ قتل و مقاتلت کی طرف کان لگائے ہوئے ہوں۔

صحابہ بشہادت کتاب اللہ نفس و شیطان پر بھی اشرف
لہٰذا ان کی گمراہی کا خیال بھی گمراہی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں یہ بات کہ اول رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا یہ
صحابہ کا سب سے بڑا ثبوت کہ تابعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
امت میں اول نمبر پر اور صحابہ کو دوم نمبر پر رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اللہ
کے محلصین میں سے تھے کہ شیطان بھی ان کے اخلاص کا قائل ہوا تھا اب یہاں
نظر کہ شیطان راس و رئیس کفر ہے اور صحابہ اشد کفر ہیں اگر ان میں شیطان
اور بھی اشد ہو گا علی ہذا القیاس نفس امارہ میں سے بڑھ کر ہے
شیطان بھی اسی کے سر ہانے اپنا کام کرتے ہے وہ اگر نہ ہوتے تو شیطان کیا کرتے
بہرحال نفس و شیطان سے ان کی عداوت اور بھی زیادہ ہوگی اور ان دونوں
بھی اشد ہونگے کیونکہ نفس فی الشریعۃ خدا کے دشمنوں سے عداوت بھی
ہوتی ہے جتنی دشمنوں کی دشمنی زیادہ اتنا ہی نفس اس زیادہ عداوت
کا مقتضی ہوتا ہے تو اس نفس کی بھی ضرور ہے اس کو بھی ضرور ہے
نہیں کہ ان سے بھاگتا پھرتا ہو۔

سو یہی وجہ ہوگی کہ حضرت عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا کیونکہ وہ
ان کافروں کے باپ تھے زہر قاتل تھے ان کے حق میں اشد اور کل اکفار سے بڑھ
صادق آتا ہے اس شیطان جن سے خود بھاگے جس کا ظہور کرنا ان کو
ایسی جگہ سے پڑ جاتی ہے اور نفس جن سے ایسا دشمن سے دائمی کے اوقات
اندر ہوتا ہے تو اس نفس ہی کے بیٹے دیتا ہے اس واسطے یہ اشد ہیں کہ
کی عداوت میں کچھ فرق نہ آیا۔ دشمن ہی کی طرح اور بھی بڑھ جاتی ہے
بیماریوں کی جڑ یہی دو آسیب تھے جب یہ قابو میں آگئے ہیں کہ ان کا
نفس شیطان کی آمیزش بغیر غلط فہمی سے
کوئی غلط ہوا اور ثواب ہے۔

ایسے وقت اگر یہ ہوتا ہے تو ظاہر ہے
فاضل کے ثواب اس سے اس میں
طنا چاہئے مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت اوریا علیہ السلام کی بیوی

[illegible] حضرت [illegible] کی کچھ تقصیر نہ تھی ہر گز عقل سلیم کے
نزدیک داخل جرائم نہیں ہاں کسی قسم کا مواخذہ ہو بلکہ امید ثواب ہے کیونکہ
حضرت کا اقتداء کی نیت سے اور لیتغی فی الشہر اور چونکہ یہ دونوں اوصاف محمودہ
نیت میں پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا مدار سے پر فقط نتیجہ پر نہیں ورنہ
سب کی نمازوں کا برابر ہی ثواب ہوتا تو ہم کو یقین کامل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی اس سے خطا ہوئی اتنی بات ضرور ہے کہ بعد اطلاع غلطی کی وجہ غلطی ندامت
کا موجب ضرور ہوا اس ندامت سے یہ نہیں لازم کہ وہ کام ایسا برا ہو کہ انکو اس پر
عذاب ہو بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ کام تو حقیقت میں بھلا ہوتا ہے پر نیت کے غلبہ سے
پھر ہو جاتا ہے جیسے دوسرا وقت اصل سے پڑھنا ثواب ہے لیکن یاران غمگسار کا دخول
وقت میں بسبب اس کے کہ ذرا عجلت ہوتا ہے تو جب نشاط خاطر مخزون ہوتا ہے۔

من اجتہد فاصاب فلہ اجران واخطأ فلہ اجر	الفرق صحابہ کرام کے سامنے جب

فس دشمنی ان میں واقع ہوئے تو اسوقت اگر کوئی کارروائی ان سے صادر ہوا تو بوجہ
غلطی ہی حساب ہوگا اس صورت میں گو وہ کام برا تھا لیکن چونکہ بری طرح سے نہیں
کیا اور شیطان و نفس کو بڑے بڑے کاموں کی اصل اور بنیاد بازرکھنے والے ہیں اس میں
دخل ہے وہ کہ قوت پائی ہیں باعث اس کا ہوئی ہے تو اب بوجہ غلبہ نیت اور قوت پانی
ان کاموں کا ابطال ایک مرتبہ ہو گئی ہے جیسے ماشہ دو ماشہ برابر میٹھے یا نمک کا اثر
آخر میں ہوتا ہے۔

حدیث انصاری کہ حضرت ہارون پر غصہ ہوئے اور انکے بال پکڑ کر کھینچنے کا
حدیث وقتال بعض فی اللہ سے ہیں مجاہدات صحابہ کی بعض فی اللہ پر مبنی ہوں لیکن
لیے حضرت موسیٰ کی ہے [illegible] بعض فی اللہ کہ ہیرو قرار دیا ایسے ہی
صحابہ سے بھی یہ [illegible] ہو کہ جدل بعض فی اللہ میں مشاجرات گئے اور لڑائیاں اور
حقیقت الامر کہ بنے تو اس صورت میں ان پر الزام نہ ہوگا بلکہ ماجور ہوں گے ہاں
اگر بغض فی اللہ کوئی اور شخص محمود نہ تھا اس کا فعل کیا نہیں ہوا کہ بلکہ کوئی ایسا

ایسے ہے کہ اس پر ثواب نہیں ہو سکتا فقط اس قسم کے افعال مباح ہوتے ہیں اور ثواب تو مترتب نہ ہوگا لیکن بسبب غلط فہمی کے مانع ذمہ نہ ہوں گے۔

نفس نہ بدل سکتا ہے لیکن اسکا مزاج نہیں بدل سکتا | اور احتمال یہ بھی ہے کہ گھوڑا بکا ہوا قابل بہ مقتضائے بشریت کوئی حرکت ناشائستہ کر بیٹھے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر حیوان کا خلقیں پر قابو نہیں رہتا اور نفس بھی مغلوب ہو کر ان کا اس طرح ہو لیتا ہے جیسے ہاتھی باوجود اس عداوت کے کہ اسکو آدمیوں سے ہے مغلوب ہو کر آدمیوں کی ہر طرح سے اطاعت کرتا ہے لیکن جیسے ہاتھی پھر ہاتھی ہے آدمیوں کے غلبہ سے آدمی نہیں بن گیا کبھی نہ کبھی اپنی عادات اصلی پر آ جاتا ہے ایسے ہی نفس کا غلبۂ ایمان اور حلاوتِ محبت الٰہی کے باعث مقہور اور مغلوب ہو گیا ہے لیکن پھر بھی وہ طبع زاد برائی اور گناہوں کی رغبت کہاں جائے۔

نیکی کی اصل روح اور بدی کی اصل نفس ہے۔ | تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے بدن کی چاروں قسم کی کیفیات یعنی حرارت برودت یبوست رطوبت کے ہاتھ بنا ہوا ہے یہ دریافت شدہ امر ہے کہ بیشک بدن ان چاروں کیفیات کی: عملوں سے یعنی آگ ہوا پانی خاک سے مرکب ہے ایسے ہی ملاحظہ اس بات کے کہ آدمی کے دل میں کبھی نیکی کی طرف رغبت ہوتی ہے کبھی بدی کی جانب یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت ان دونوں کی اصلوں سے مرکب ہے لیکن جیسے اربعہ عناصر میں سے ہر ایک میں ایک کیفیت ہے کہ اس کے مخالف اس میں نہیں پائی جاتی اور اگر پائی بھی جائے تو مغلوب ہوتی ہے جیسے پانی کا گرم ہو جانا ایسے ہی نیکی اور بدی کی اصل میں بھی ان دونوں میں سے ایک ایک ہونی چاہیے اور دوسری آملے تو وہ عارضی ہے جب یہ بات مسلم ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ نیکی کی اصل کا نام ہم روح کہتے ہیں اور بدی کی اصل کا نام نفس ہے۔ روح میں کیفیت اصلی نیکی آدمی مغلوب ہو کر بدی کی اس سے صادر ہوتی تو وہ عارضی ہے اور نفس کی اصلی خاصیت بدی آدمی اور مغلوب ہو کر نیکی کرنے لگے تو وہ عارضی سمجھی جائے گی۔

روح عالم ملائکہ کی ایک چیز ہے اور نفس بھی شیاطین میں سے ہے۔ اس وجہ سے ہم یوں قیاس کرتے ہیں کہ جیسے حرارت غریزی کے وسیلے سے ہم یوں دیانت کرتے ہیں کہ آدمی کے بدن میں ایک جزو ناری ہے اور پھر اس کو یوں کہتے ہیں کہ اس کی اصل کرداری ہے۔ خدا نے اپنے زور قدرت سے اسے یہاں لا کر قرینہ کر دیا ہے ایسے ہی نیکی کے ارادہ کے وسیلے سے اول تو ہم یہ دیانت کرتے ہیں کہ آدمی میں کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ جس کی اصلی خاصیت نیکی ہے۔ زور دوبارہ یوں بھیجتے ہیں کہ اس کی اصل طبیعت ملائکہ ہے جن کی شان میں خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ یعنی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں بلکہ وہی کرتے ہیں جو خدا ان کو حکم دیتا ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ ان کی اصلی خاصیت نیکی ہے۔ نفس روح عالم الملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس بھی شیاطین سے ہے۔ خداوند کریم نے اپنے زور قدرت سے ان کو ایک جگہ ایسا پیدا کر دیا ہے۔ جیسا ظل اور زناع کو ایک قفس میں بند کر دیں۔

انسان کے بدن کے تین درجے کی تقویتیں ہوتی ہیں۔ جس بدن کے اپنے اوپر کہ اس کے بدن سے تقویت ہوتی ہے۔ ایسے ہی روح اور نفس کو بھی اپنے اپنے جنس سے تقویت ہوتی ہے۔ پس یہ گویا اپنے اپنے کی نافرمان ہیں کہ اس کا حاصل یہی ہے کہ ان کی اصلی خاصیت نیکی ہے۔ نفس روح عالم الملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس بھی شیاطین سے ہے۔ خداوند کریم نے اپنے زور قدرت سے ان کو ایک جگہ ایسا پیدا کر دیا ہے۔ جیسا ظل اور زناع کو ایک قفس میں بند کر دیں۔

انسان کے بدن کے تین درجے کی تقویتیں ہوتی ہیں۔ جس بدن کے اپنے اوپر کہ اس کے بدن سے تقویت ہوتی ہے۔ ایسے ہی روح اور نفس کو بھی اپنے اپنے جنس سے تقویت ہوتی ہے۔ پس یہ گویا اپنے اپنے کی نافرمان ہیں کہ اس کا حاصل یہی ہے کہ ان کی اصلی خاصیت نیکی ہے۔ نفس روح عالم الملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس بھی شیاطین سے ہے۔ خداوند کریم نے اپنے زور قدرت سے ان کو ایک جگہ ایسا پیدا کر دیا ہے۔ جیسا ظل اور زناع کو ایک قفس میں بند کر دیں۔

نفس دب جائے تو اشد اعمال کا کام ہے آتا ہے [illegible]

دوسرے اعمال کا لحاظ ہوتا ہے اور اس ترکیب سے روح کی تاثیر نفس پر بڑھ جاتی ہے جیسے برتن کے نیچے آگ جلانے کی ترکیب سے آگ کا اثر پانی پر ہوتا ہے اور اس کی تاثیر اس کو جوش دیتی ہے تو اس حالت میں نفس کی [illegible] دینے لگتا ہے بہت گرم پانی آگ کا کام دیتے ہیں [illegible] پر غالب آجائے گا تو روح نفس کو تبعیت میں نفس کے [illegible] کر یا یہ غالب ہو یا بعض بعض اجسام میں یہی حال ہوتا ہے کبھی [illegible] غالب ہوگی تو ایسے وقت میں روح کو بسبب نفس کے [illegible] اس وقت میں شیطان کا بالکل اختیار ہو جاتا ہے اور وہ [illegible] نہیں رہتی)۔

نفس دب جائے تو کوئی قابل عقد نہیں لیکن جب کسی شخص پر ایسا اختیار نہ ہو [illegible] پھر ہوتا ہے مگر تاہم اپنی طاقت سے [illegible] اپنی حسب مرضی کہنے سے یعنی وسوسہ ڈالنے سے باز نہیں [illegible] ہوتا ہے تو روح کی تبعیت میں [illegible] کتنا ہی گرہ کیوں نہ ہو آخر پگھل جاتی ہے اول تو آگ کے [illegible] یہ حرارت غریزی ہے اور غریزی چیز کو کبھی [illegible] آگ بجھا دیتی ہے [illegible] کچھ نہ کچھ دیر تک [illegible] نفس [illegible] دبی اپنی پر آجاتا ہے

انسان ہمیشہ ایک ہی حال پر نہیں رہتا [illegible]

خصوصاً انسان سے جس کی شان میں [illegible] فرمایا ہے کہ [illegible] نفس کا یہی حضرت آدم کی شان میں [illegible] پائی۔ کیونکہ جو اولاد حضرت آدم علیہ السلام کے [illegible] چاہئیں وجہ اس کی یہ ہے کہ [illegible] دبی اپنی پر آجاتا ہے

[illegible] اور [illegible] کے [illegible] پیدا [illegible] اور [illegible] باقی رہتے ہوئے جسم [illegible] کے باقی رہنے میں نظر آتی ہے۔ یعنی تو الد تناسل کی جبلت اور [illegible] اوصاف کے جن میں [illegible] بنی آدم بلکہ سب [illegible] آدم علیہ السلام نسلاً بعد نسلٍ کم و بیش سب آدمیوں میں [illegible] ہیں [illegible] اور [illegible] اور جب [illegible] بھی سب آدمیوں میں ہوئی تو [illegible] ایک [illegible] [illegible] صورت میں [illegible] کہ آپ نفس کی [illegible] یکساں نہ ہو بلکہ کسی [illegible] میں فرق پڑے۔ اور نفس اپنی خاصیت کی [illegible] ہو۔ اور کوئی نہ [illegible] [illegible] باقی رہی یہ بات کہ کوئی نفس کی حقیقت کو بدل کر روح بنائے یہ تو [illegible] [illegible] ہے [illegible] الکریم ارشاد فرماتا ہے لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ یعنی خدا کے پیدا کئے کو کوئی

نہیں بدل سکتا۔

[illegible] [illegible] [illegible] [

ایک اول ہی بات معلوم ہوتی ہے بہرحال ہر چیز باذا بانبیاء کرام علیہم السلام
یا انبیاء۔

لتسلم وعلی اتم رسے خود ممکن ہے لیکن تیان کا تسلط ممکن نہیں یہ ہیں تو فقط اتنی بات سے نفی ہوتی
کہ یہ وصف کہ جو اسند الی الکفر حتی لیبنہ خدا نے معرض تعریف میں بیان کیا ورنہ
تعریف بھی ایسے وصف کے ساتھ کہ جو نہ سالبۃ کسی کا رتبہ ٹھہرا۔ یہ وصف ایسا نہیں کہ
یقصور خطا اس کے ساتھ متصل ہو محال ابتہ جب ہوتا کہ اس وصف والوں کو حقیقت نفس کے بتایا
کا اختیار ہوتا سو یہ معلوم ہے کہ اس وصف والوں کو میسر نہیں آسکتا کہ ایک حال پر بنے رہیں
ذریعہ نکر رہتے ہیں دو چیزیں مخالف یک دوسرے کی دشمن ہیں ان کو پالا پڑا ہے ایک شے سے ایک
حال پر رہے۔ ان کے واسطے بھی بہت ہے کہ شیطان کا ان پر تسلط نہیں ہو سکتا اور کہ
ان سے برائیوں کو ہٹاتا رہتا ہے چنانچہ حضرت یوسف سے برائی اور فحش کے ہٹانے کا بیان
بیان فرمایا ہے کہ وہ چیز ہٹی جس سے بچنا فرمایا ہے

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ	یوں ہی ہوا اس واسطے کہ ہٹا دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی بیشک وہ ہے ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے۔

التعصیہ لازم نہیں کہ جو اسند الی الکفر ہو ہمیشہ ایسا ہی رہے ان سے لغزش
ہونا ممکن ہے اسند الی الکفر سے نفس یہ لازم ہے کہ عبادت میں
فتور اور ان کے کام میں ریا کا دخل نہ ہو بے شک یہ دونوں آفتیں عبادت کی بڑی
ہوتی ہیں اس کے ایک فقرہ لایا ہوا سی لئے کہ ان دونوں وصفوں کے لازم ہونے کا اور دل
کے یوں بیان فرمایا تو ہم نے درک

فاتنی کے سبب بڑوں بڑوں سے خطا ہوئی ہے جب یہ بات معلوم ہوئی تو اب ہندی رفض کا شبہ
دور ہے یہ ہے کہ اول تو بہت سی باتیں ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے کئی غلطی کے سبب سے بچ
ہوئے ہیں جانتے ہیں خدا کی کتنی تدبر کی ہوئی ہے ہیں اور التزام نے ہر ایک کو خوف

الرف سے یہی خبر بہتر ہے کہ وہ معصوم نہیں ہیں، اگر خدا کی تو بات ہے
نے ان کی تعریف کر دی۔ تو پھر کیا حاجت جواب اور کیا رد کی ضرورت۔

مصرع۔ ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر ست

امکان خدا کے باوجود تی تعریف دلیل غفران و رضوان | القصہ اس قسم کے
قابل گرفت نہیں۔ اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ ان
واحد ہے بلکہ ان اوصاف کے بیان ہی سے اس بات کی طرف اشارہ
عن الکفار تبعاً بینہم ہونا کہ اس بات کو نہیں چاہتا کہ ان سے کوئی
اس بات کا اثر نہ ہو اور خدا نہ کرے کہ کسی کے باوجود امکان
ہوئے کہ یہ وصف ایسے نہیں کہ ان کے سامنے اس قسم کی باتوں کا حساب کیا جائے بلکہ یہ خوبی
ہے سب کو ہو گئے دیتی بتا دیں گے۔ فلاں اشارہ ان کی مغفرت کی
تو پھر کیا تم اپنے جہنم سے ڈراتے ہو کہ پاخانہ پیشاب ہی ہے چنانچہ پھر ہے۔

القصہ لفظ نہیں چاہئے اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے
اس صورت میں ایک کہ ایک کن ان کے ذمہ لگا دو جو کرے گا وہ اپنی
سمجھنے والے اسی کو تعریف سمجھیں گے۔

امکان خدا کے باوجود تی تعریف [illegible] کہ تو سب کو کوئی بادشاہ
انتظام ملکت کا خیال ہو اور وہ ملازموں کے حال کا نگران ہو اپنے چند ملازموں کو باوجود
کچھ نہ کہنے کے تو ان پر بھی آجائے کہ یہ کوئی بہت ہی پیارے ہیں کہ اس حال پر بھی
نہیں اور ہر ایک تعریف کرے اور انکے نمک خوار دشمنوں سے ہر ایک سے کہتے ہیں
طرح پیش آئے اور ان کی کرامات کو اپنے نزدیک ایسا ان کے دشمنوں کے نزدیک
مسلم الثبوت ہو ان کے دشمنوں کو سزا کر کہ کہ ان میں سے ہیں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں
کی سب خبریں نہ کیں بلکہ ان کے لئے اور انعام مقرر فرمائے تو اس
کے اور کوئی احتمال نہیں ہوتا کہ بادشاہ کو ان ملازموں سے محبت ہے اس کو ان کے
دشمن ہوں اس کے دشمن ہیں اور دوست ہوں اس کے دوست ہیں

[illegible]

علم الیقین: اگر یقین کے چند مرتبے ہیں۔ ایک تو علم الیقین ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی معتبر ذریعے سے ہم سنیں کہ فلاں جگہ فلانی چیز ہے۔ یہ یقین تو ہر اونی مسلمان کو حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرما گئے ہیں۔ ان کی خبر سے ہمیں یقین ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے گو ہم نے ابھی تک ان کو نہیں دیکھا۔

عین الیقین: دوسرا مرتبہ عین الیقین کا ہے یعنی جو باتیں آنکھوں سے دیکھی ہیں اس کا درجہ علم الیقین سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ سن کر گو کسی چیز کا یقین ہو جائے لیکن وہ بات نہیں ہوتی جو آنکھوں سے دیکھنے کی ہوتی ہے۔ اسی واسطے خود ہمارے کانوں کے سنے اکثر باتوں سے منتج نہیں اور مطمئن نہیں ہوتی اور آنکھوں سے دیکھنے میں جو آتا ہے سب جانتے ہیں۔ [illegible] حسن و جمال کا جو تذکرہ ہے۔ جب نہ ہوتا۔ بلکہ اس کے صفت میں [illegible] سنتے کسی کو [illegible] ہوتی نہیں اور نہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کسی کو محبت ہوتی۔ [illegible] نہیں ہوتا اور نہ حضرت یوسف علیہ السلام تو حضرت یوسف ہیں۔

اور جو کہیں سنتے سنتے ہو بھی ہے تو وہ بھی دیکھنے ہی کا تخیل ہے اپنی آنکھوں سے جو [illegible] نظر آتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے ایک کیفیت ہوتی ہے اور اگر سنتے ہیں کہ فلاں [illegible] ہے تو اس سے پہلے تجربہ سے پتہ لگا لیتے ہیں اور [illegible] اشتیاق ہوتا ہے [illegible] سننے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] آنکھوں کی نہیں ہوتی اور [illegible] سے نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ سننے سے وہ [illegible] نہیں ہوتا اور حضرت یوسف علیہ السلام تو حضرت یوسف ہیں۔

اور جو کہیں سنتے سنتے ہو بھی ہے تو وہ بھی دیکھنے ہی کا تخیل ہے اپنی آنکھوں سے جو [illegible] نظر آتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے ایک کیفیت ہوتی ہے اور اگر سنتے ہیں کہ فلاں [illegible] ہے تو اس سے پہلے تجربہ سے پتہ لگا لیتے ہیں اور [illegible] اشتیاق ہوتا ہے [illegible] سننے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] آنکھوں کی نہیں ہوتی اور [illegible] سے نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ سننے سے وہ [illegible] نہیں ہوتا اور حضرت یوسف علیہ السلام تو حضرت یوسف ہیں۔

حق الیقین: پھر ایک مرتبہ یقین کا حق الیقین ہوتا ہے کہ جس چیز کو آنکھوں سے دیکھا ہے [illegible] اس کے استعمال اور برتنے کا بھی اتفاق ہوا ہے [illegible] کہ دیکھا بھی ہے [illegible]

لینا، اب پینے کے بعد یہ احتمال ہے کہ شاید میرا ہوا دینے میں کچھ خطا ہوئی ہو، یا میرا
ہاتھ غلط یہ مرتبہ یقین ہونے میں عین الیقین سے بڑھ کر ہے اس مرتبہ میں وہ محبت پیدا
ہوتی ہے اور کبھی بڑھ جاتی ہے۔

محبت حق الیقین کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے | بلکہ حقیقت میں دیکھئے تو محبت اسی درجہ میں پیدا ہوتی ہے
اس لئے کہ پانی سے جو محبت ہوتی ہے اسی وجہ سے ہے کہ وہ پیاس کو بجھاتا ہے اور
سے معلوم ہوئی۔ اگر کوئی شخص ایسا فرض کرو کہ اس نے کبھی پانی دیکھا، نہ سنا، نہ کسی
سے تاثیر معلوم ہوئی اور نہ اسے کبھی پانی کی ضرورت ہوئی ہو، پھر اسے ایک دفعہ ہی پیاس لگی ہو اور
اس کے سامنے اگر پانی آجائے تو وہ کیا جانے کہ اس میں یہ تاثیر ہے اور اس سے میری پیاس
بجھ جائے گی، بجز اس کے کہ یا تو خدا اس کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ اسے استعمال کرے یا کوئی
بتانے والا اسے بتلا دے کہ پانی کی طرف سے گمان نہ ہوگا، لیکن خود بخود تو کبھی اس کے
دل میں یہ بات نہیں آسکتی کہ پانی کو دیکھ کر اس سے محبت ہو جائے، یہی حال ہے
دل کے آرام کا جو محبت سے پیدا ہوتا ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے
واضح ہو گیا۔ اگر اور ذریعہ نہ ہوتا تو صرف اللہ تعالیٰ اس محبت کو پورا بیان کرنے کی
فرصت کم پھر یہ حسن و قوت، اور محبوب خدا کی جلالت، اللہ اللہ
کتنا ہے دل۔

صحابہ حق الیقین کے مرتبہ پر فائز تھے، بلکہ محبت مرتبہ عین الیقین میں پیدا ہوتی ہے اور
فی اللہ و لبغض فی اللہ میں بھی داخل ہے | یقین کی ہے اور پھر محبت میں ہے آخر یہ کہ محبت
لواحق و توابع تک محبوب بنتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کے دشمن سے
ہو جائے جو محبوب باری تعالیٰ ہے صحابہ کے حق میں ہے کہ ان کے
دل میں ہمارے دشمنوں کی دشمنی اور ہمارے دوستوں کی دوستی ہے تو ان کے دل میں
ان کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہے۔

باقی کوئی یہ کہے کہ ان میں محبت ہونے کے کیا لازم ہے کہ خدا نے ان سے محبت
کی ہو محبت کی بہت سی وجوہ ہیں، نسب کی وجہ سے ہوتی ہے احسان کی وجہ سے ہوتی ہے

کے سبب سے ہوتی ہے، علاوہ اس کے اور بہت صورتیں ہیں۔ لہٰذا ایسا اس دشمنی کی بہت وجوہ ہیں۔ جب تک یہ متحقق نہ ہو کہ وہ محبت اور دشمنی خدا کے سبب ہے، تب تک مطلب ثابت نہیں ہوتا۔

جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ جب کسی وصف کے ساتھ محبت اور دشمنی کو متعلق کرتے ہیں تو اس میں وہ محبت اور دشمنی اس وصف ہی کی وجہ سے سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ فلاں فلاں درجوں سے محبت ہے یا عالموں سے محبت ہے، تو لہٰذا ایسا اس کو کوئی یوں کہے کہ فلاں شہروں سے عداوت ہے یا کافروں سے عداوت ہے تو کوئی نا انصاف بھی اس کے معنے یہ نہ لے گا کہ یہ محبت اور یہ عداوت ان اوصاف ہی کی وجہ سے ہے اور یہاں کسی کو احتمال بھی نہیں ہوتا کہ شاید کسی اور وجہ سے ہو سو خدا نے بھی اسی طرح کہا ہے جیسے کافروں پر سے تیز و تند ہیں اور کافر کہتے ہیں کہ خدا کا دشمن ہو تو معلوم ہوا کہ ان کی عداوت بوجہ کفر ہے کسی اور وجہ سے نہیں اور جب بوجہ کفر ہوئی تو خدا ہی کی محبت کے سبب ہوئی ایسے ہی [illegible] یعنی ایک دوسرے کو جو آپس میں محبت ہے تو فقط اس لیے کہ خدا کی محبت اور آپ کے ذمہ میں داخل ہو جانے کا باعث ہے اور اسی کا حاصل یہی ہے کہ خدا کے حکموں میں سے ہیں اور جب یہ سمجھ کر تو کوئی آدمی خدا ہی کے واسطے کی محبت ہوئی۔

[illegible] یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اس بات کو خوب ثابت کر دیتا ہے کہ ان کے کام میں خدا کی خوشنودی اور فضل سے سوا کسی اور سے غرض کی بات نہیں اور آپس کی محبت بھی سب خدا کی رضامندی کے لئے کرتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کی طلبگاری ہی ان کی نشان بتا دیتے ہیں یہ ثابت کرنے اور کسی وجہ رضا کی طلب گاری کی نفی ہی نہیں اور بہشت کی تمنا میں جانے کا ان کے ہم کرتے ہیں تو اس سے بھی رضا کی طلب نہیں ہوتی بہشت کی طلب ہوتی ہے جیسے تیر انداز کو جو سے نشانوں کی فرمائش کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں ان کی خوشی طلب نہیں مقصود تو ان کا نشانہ ہی ہوتا ہے بلکہ فائدہ کوئی سب ہی لائق ہے۔

پس صحابہ کرام کو جو کفار سے عداوت اور اپنے لوگوں سے محبت تھی تو فقط خدا ہی کی بہت لائق تھا۔

صحابہ کی محبت اور تسلیم سے اوپر کسی محبت و تسلیم کا درجہ نہیں ہے

اور چونکہ محبت مرتبۂ الیقین میں ہوتی ہے اور دوسرے یقین کا ہے تو لازم آیا کہ سب سے بڑا کہ خدائی ملائکہ اور [illegible] اللہ کان اور جبال کا اتنا یقین تھا کہ اس سے اوپر کوئی یقین کا مرتبہ ہی نہیں اور تسلیم اس [illegible] لوگ کہ اس کے آثار دنیا سے پہنچا بہ برزخ تعالیٰ نے خود اس کی خبر دی ہے کہ اللہ [illegible] سُبَّدَ الخ اگر تسلیم نہ ہوتی تو یہ اعمال کیسے کرتے اور یہی اللہ المیت جلد لیتقبل اللہ من [illegible] اعمال صالحہ کی بھی خبر دیتے ہیں تو اب بدرجہ اکمل ان کو ایمان کامل اور اعمال الحسنہ پر [illegible] اور اجر عظیم کا ثابت ہو گیا تو پھر یہ خیال کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں لاکھوں [illegible] مسلمان تھے اور کوئی نہ تھا اور اس لاجرم سے ہنسی فرمایا تو یہ شیعوں ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر یہ بیانات انکار الدنیا کی تسلیم ممنوع ہوتی تو سنیوں کے [illegible] سیدا گردان ہو کر مذہب شیعہ پر کیوں [illegible] اگر [illegible] تو اس [illegible] نہ چاہئے بیان کرتے کہ [illegible] اسی [illegible] مذہب کو آپ [illegible] ہیں [illegible] ہی دلیل بہت ہے

حق الیقین کے مراتب میں تفاوت ہے اب آؤ کوئی دن کہے کہ جو یہ کہ اگر مرتبہ حق الیقین [illegible] اعلیٰ مراتب الیقین ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے [illegible] انہوں نے کوئی مرتبہ [illegible] صحابہ کیوں کہتے ہو رہتا دل کہ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حق الیقین میں سو آدمی [illegible] ایک خبر سنیں اور [illegible] یقین ہو جائے تو وہ بھی علم الیقین ہے اور [illegible] رہتے ہیں تب [illegible] ہے لیکن باایں ہمہ وہ حق الیقین کی بنا پر [illegible] اس کو دوسرا بھرتا ایسے دیکھ کر [illegible] ہے اور ایک ہاتھ کے فاصلے سے دیکھے وہ بھی حق الیقین ہے لیکن دوسرا [illegible] بہت [illegible] ہے وہ بھی حق الیقین ہے مگر اس میں اسی طرح [illegible] ہاتھ سے [illegible] دیکھنے والے کی [illegible] زیادتی ہے یا بہت سے [illegible] وہ بھی حق الیقین ہے مگر [illegible] دیکھنے والے [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] ہ

لازم ہے

کو اگرچہ خدا ہی کیوں نہ ہو کیونکر تسلیم کرلیں۔

جن روایات پر تشیع کی بنیاد ہے انکے راویوں کی ثقاہت کا حال،

لہذا ہم یوں پوچھتے ہیں کہ سنی تو جسے ثقہ و ثبت کہتے ہیں اس کی قابل ہی نہیں کہ ان کی کتابوں کی روایات کو تسلیم کیا جائے

باقی رہی شیعوں کی روایتیں ان کا حال یہ ہے کہ جن راویوں سے شیعہ اپنے دین کا ثلث یا ثلثین ہیں اور مابین شیعہ اور حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ واسطے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ہشام بن سالم اور مثنی اور صاحب طاق یعنی احول طاق وغیرہم جو ان کے مقتدا اور پیشوا اور روایت کے بنیاد ہیں کے راوی ہیں ان کی جو کچھ خوبیاں اور بزرگیاں ہیں اور حضرات ائمہ نے ان کے فضائل بیان کئے ہیں وہ سب تو اس رسالہ میں نہیں آسکتے پر بطور نمونہ کچھ معروض ہے کلینی جو ان کی کتاب کا ثقہ اس میں یہ حدیث ہے۔

عن ابراهيم محمد بن المثنى ومحمد بن الحسين قالا دخلنا على ابي الحسين الرضا عليه السلام فقلنا ان هشام بن سالم والمثنى وصاحب الطاق يقولون ان الله تعالى اجرى الشرائع والبدن حتى خرج لله ساجدا ثم قال سبحانك ما عرفوك ولا وحدوك فمن اجل ذلك وصفوك

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد اور محمد بن حسین بیان کرتے ہیں کہ ہم ابو الحسن علیہ السلام کے پاس گئے ہم نے کہا کہ ہشام بن سالم اور مثنی اور صاحب الطاق یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شرائع اور بدن کو اس طرح جاری کیا ہے کہ وہ سجدہ میں جا پڑے اور یہ فرمایا کہ اللہ پاک ہے ان لوگوں نے تجھے پہچانا اور نہ تجھے ایک جانا اور نہ تجھ کو شریک کہا جن کی وجہ سے تو نے اپنی تعریف کی ہے بے بک دیتے ہیں۔

دوسری کی روایت بھی کلینی ہی کی ہے۔

عن علي بن حمزة قال قلت لابي عبد الله عليه السلام سمعت علقمة بن محمد الحضرمي يحدث عنك انك قلت ما حدثتك به فهو مني وما قلت لك لا فليس مني فقال ما قلت له هذا قط ولا سمعت به

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ابن حمزہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ علقمہ بن محمد حضرمی تم سے روایت کرتے ہیں کہ تم نے کہا ہے جو حدیث میں تم سے بیان کروں وہ میری ہے اور جو میں کہوں کہ نہیں وہ میری نہیں ہے سو اس کے جواب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

لَا يَحْمِلُهُ اَحَدٌ كَيْفَ شَاءَ اَهْوِيَتْ مُتَشَدِّدٌ	نے کہہ لیا ہی فرمایا جیسا امام ہو الحسن رضائے
وَلَوْ اَسْمَعَ حَيْرًا لَا يَعْدُوْ وَلَا يَخْشَ وَلَا	فرمایا تی مصب قریب قریب
يُحِيْطُ بِهٖ عِلْمًا وَلَا جِسْمٌ وَلَا صُوْرَةٌ وَلَا شَيْءٌ	

ان روایتوں کو دیکھئے کہ مقتدایان امامیہ نے کیا کیا صحرفتیں تراشی ہیں پھر تیسرا امامیوں کی اور تیسرا یہ ہے کہ ان کے مقتدا اور پیشوا خدا کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا نہ تو دیکھا جا سکتا ہے نہ زبان سے بیان کیا جا سکتا ہے نہ اس کو کوئی چھو سکتا ہے نہ اس کا کوئی جسم ہے نہ صورت ہے نہ شکل ہے۔ ایسے ایسے بزرگوار دین کی باتیں روایت کرتے ہیں اور ہمارے ان روایتوں کو مانتے ہیں اور ان کا احترام رکھتے ہیں اور یہ افسانے انہی کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں یقین ہے کہ خدا ایسا نہ کرے گا

اور اگر موافق عادت بزرگان دین پسند کی عینکوں کے سامنے نہ ہوں جائیں۔ اور ظاہر کریں تو اپنے دل میں تو ضرور ہی منفعل ہونگے۔ بجز اندایں بات کی روایت تو سنیوں میں ہے اگر کتب حدیث ان کے پاس نہ ہوتیں تو ہم کہاں سے لاتے۔ اور پھر اگر ہم ان کتابوں کو نہ مانیں تو ہمارے ذمہ کیا الزام ہے۔ ہم تو ان کے مقتدا نہیں ہیں نہ ان کی روایتوں کے ذمہ دار ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم ان کی روایتوں کو اس رویت کی وجہ سے رد نہیں کرتے ہیں کہ ان میں ایسی باتیں ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع یعنے بنائی ہوئی ہیں بلکہ ہم ان کو اس لئے رد کرتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اور سبب یہ خیال ہے تو کتب تاریخ تو ضرور ہی ہوں گی ان میں یہ روایتیں تو ہیں نہیں تو ہم ان کتابوں کو کیونکر مانیں جو روایتیں کہ قرآن کے مخالف ہیں ہم ان کو ہرگز نہیں مانتے ہیں کیونکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ قرآن کے مخالف جو روایت ہو وہ ہرگز نہیں مانی جاتی اور ہم ان کو رد کر دیتے ہیں اور ہمارے علماء کا یہ بھی مذہب ہے کہ جو کوئی اس روایت کی وجہ سے کہ قرآن کے مخالف ہے روایت کو رد کرتا ہے تو وہ ہرگز کافر نہیں ہوتا ہے

وَسَتَجِدُونَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّ مَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا

اس آیت کے بارے میں ہم کہہ چکے ہیں کہ اگر حق پرستی مقصود ہو تو ایسی آیتوں کی تاویل کی جا سکتی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ ان کا حکم ہمیشہ کے لیے نہیں ہے بلکہ ایک خاص زمانہ کے لیے تھا۔ جب وہ زمانہ گزر گیا تو حکم بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن اگر حق پرستی مقصود نہ ہو تو ایسی تاویل کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر آیت کے لیے ایسی تاویل کی جا سکتی ہے۔ اگر ایسا ہی کرنا ہے تو پھر قرآن کی کوئی آیت بھی ایسی نہیں رہتی جس کی تاویل نہ کی جا سکے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا کیا مطلب ہوا؟ وہ تو ایک موم کی ناک ہو گئی جس کو ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق جس طرف چاہے موڑ لے۔

آیت ہجرت سے صرف رضائے الٰہی ہی نہیں بلکہ اعلےٰ درجہ کا ایمان اور اعلےٰ درجہ کے اعمال صالحہ بھی ثابت ہوتے ہیں۔

پھر اس سبقت ہجرت ہی کے سبب خداوند کریم یوں فرماتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا، سو اول تو یہی کفایت کرتا تھا کیونکہ رضا سے آگے کوئی مقام ارفع نہیں۔ جب خدا ان سے راضی ہوا تو ان میں کمال ایمان بھی اس درجہ کو ہوگا کہ کہا نہیں جا سکتا اور اعمال صالحہ بھی ان کے قرار واقعی صالح ہوں گے، سو اول تو موافق آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا مرقومہ بالا کے ان کی مغفرت تامہ و گنجائش نہ رہی کیونکہ بزرگان مذکور سب کے سب غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

دوام جنت کی خوشخبری سے بڑھ کر حسنِ خاتمہ کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے

پھر اپنے پیروؤں کو بھی ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں پس وہ ہمیشہ کے لئے، اس پر بھی کوئی ان کی بزرگی میں شک کرے تو بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ بزرگی کے معنی اس کے نزدیک یہ ہوں کہ خدا اس سے ناخوش ہو اور اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہو، سو حضرات شیعہ ان بزرگواروں کی بزرگی میں کلام کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو اکثر بزرگ سمجھتے ہیں تو اسی اصطلاح کے موافق سمجھتے ہیں لیکن اس صورت میں لازم آئے گا کہ حضرات شیعہ بیزار ہوں کیونکہ وہ بھی بشارت میں داخل ہیں۔ بہرحال ان اولیاء اللہ کے بارے میں ان کا کیا کہتے ہیں۔ خدا کو جھٹلاتے ہیں۔ سو ان کا کافر یا فاسق کہنا، اپنا کافر یا فاسق کہنا ہے۔ آفتاب کو کوئی بے نور بتلائے تو وہ آفتاب کو کیا اپنی آنکھوں کو بے نور بتلاتا ہے۔

آیت فضائل صحابہ میں جو شبہات شیعہ پیش کریں گے۔

اس کے بعد التماس اور گذارش ہے کہ بعد ہمارے

وہی بعینہٖ وہی کبھی حضرت علی کے بارے میں پیش کر سکتے ہیں

شاید یوں تکرار کریں کہ خدا نے راضی ہونے کی

اور پھر جب حضرت امیر سے مخاصمت کی بنا لڑنا ثابت ہو گیا تو ان کے جنتی ہونے کی

تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو ثواب نہیں ہونے کا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ اول تو ثواب بدلہ اور پھر وہ جنتوں میں چلے جائیں تو اس کا جواب ہر چند قابل جواب نہیں بخصوصاً شیعہ کے لئے میں کیونکہ خوارج کی بہ نسبت حضرت امیر کے اس قسم کی آیات میں بعینہٖ یہ احتمال ہو سکتے ہیں

بہاں تک کہ جن آیات میں مغفرت کا ذکر یا بشارت کی یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ مغفرت ہو
بعد عذاب کے ہوگی۔ لیکن نقل مشہور ہے کہ جیسا جو کہا پر روزہ یا پیر سا نیز
فلہ بہ کے تو مت ہیں ہدی نہیں درکار۔ اس لئے کہا ہے کہ اول تو سورۂ تحریم میں یوں نہ
وفساق کے لئے مغفرت ان نہیں ہے جو لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نبی
جس روز کہ نہ رسوا کریگا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔
سوان کے ایمان میں شیعہ بھی کلام نہیں کر سکتے اس لئے کہ کلام اللہ موجود ہے۔ ان اللہ
یغفر الذنوب جمیعا یعنے اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے کافروں سے بلکہ یوں بھی آیا ہے ان
اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء یعنے اللہ نہ بخشے گا شرک
کو اور بخش دیگا جس کو چاہے گا۔ سو جب خدا ان سے
راضی ہوا جو ایمان لائے رسول اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں تو کچھ شک نہ ہوا بلکہ اس بات میں بھی
کہ وہ سب ایک زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زمان حیات میں ہے ہوں یا
ہوں جب تک نہ مرتد ہو جائیں اور ایمان ہی کے ساتھ مریں گے وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ بہشت میں عزت و رتبہ سے رہیں گے۔ پھر غضب آخرت کے اس سے بڑھ کر کوئی ہو
نہیں کیا ہے نہ شیعہ ان سوں نہ کے مارون کے نزدیک یہی مغفرت عذاب کے ہوں دوسرے
یہ کہ سورۂ انبیاء میں یوں ارشاد ہے

ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا وہم فی ما اشتہت انفسہم خالدون لا یحزنہم الفزع الاکبر وتتلقاہم الملائکۃ ہذا یومکم الذی کنتم توعدون	حاصل اس کا یہ ہے۔ جس کے لئے ہمارے یہاں عمدہ مرتبہ مقرر ہو چکا ہے وہ اس دوزخ سے دور رہیں گے کہ اس کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من چاہتی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بڑی گھبراہٹ میں ان کو غم نہ دیگا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے کہ یہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ ہوا تھا۔

جن لوگوں کے لئے کہ جن سے خدا وند کریم نے وعدہ فرمایا ہے اور تسلی آمیز کلام ہے کہ ان کو
زمانے کے سوں کو مستحق عذاب جہنم کے ہوں گے ان سب اور سورہ کے پہلے سے مقرر ہونا کہاں ہے
کہ کسی سے وعدہ ہو لیا اور وہیں نہ ہے کے موافق تسلی دی ہے پھر ان کے لئے عذاب کا ہونا کیسے

اس کے نہیں ہو سکتا کہ نعوذ باللہ خدا اپنے وعدے سے ہٹ جائے؟ سو خدا تعالیٰ کی
علی کی طرح سے توبہ ہی نہیں یعوذ باللہ منہا کہ آج تقیہ کر کے سب کچھ کہیں کچھ نہیں
بدل لیں۔

صحابہ کے مشاجرات نے کفر تک نہ فرق کیونکہ دونوں رضا کے منافی ہیں | اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت
رضی اللہ عنہ سے محاربہ یا شکر کشی نہ موجب کفر ہے جیسے اکثر شیعہ کہتے ہیں نہ ہی
تو خدا لوگوں سے کیوں راضی ہوتا اس لئے کہ وہ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ
الْکٰفِرِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنْ قَوْمٍ الْفٰسِقِیْنَ بلکہ انکار امامت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ
فسق نہیں کیونکہ تمام صحابہ مہاجرین و انصار سو دو چار آدمیوں کے سب ان کی امامت سے
شیعوں کے نزدیک منکر تھے اور اسی کی وجہ سے بالاتفاق میرے جانی کتب شیعہ
سے دو بار محاربہ یہ معاویہ لیلۃ الہریر ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ
میں تشریف فرما ہوئے یعنی ہمارے صحابہ آپس میں اس سبب سے لڑتے ہیں کہ
کچھ کچھ کی باتیں داخل ہو گئی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر
سے لڑنے والے کافر نہیں اور نہ یہ باوجود اس مخالفت کے ان کی امامت کے
معاویہ حضرت امیر کے نزدیک مسلمان ہی تھے اب اگر شیعہ مذہب کو تعصب پر
روایات کی تخلیط اور تکذیب کریں جن سے محاربات صحابہ رضی اللہ عنہم کا حشر ہونا
ثابت ہوتے ہیں نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں سے ان آیات کو اٹھا پھینکے لازم آئے
حضرت عثمان نے حضرت امیر کے استحقاق امامت کے غصب کرنے کے لئے کیا دھرا آپ
قریب اڑا دیں وہاں کہ حضرت امیر کا غصب کرنا سخت گناہ ہے شیعہ تو بہ ہی کر لیتے
اور جب حضرت امیر سے لڑنا اور ان کی امامت کا انکار تک موجب کفر و فسق نہ ہوا تو یہ
کے نزدیک مثل شہادتین اقرار امامت حضرت امیر کی جزو ایمان ہے تو ان کے منکر
سے کمتر ہیں وہ کیا ہے کہ موجب کفر و فسق ہوں گے اس صورت میں حضرت امیر کے
مکذبین اصحاب کی اس بحث سے شیعوں کے عقائد کا کوئی بھی جزو نہ رہا۔

بہر حال آیت ثابتہ نے شیعوں کو جواب نہ دینے کا شکن سنایا نہ یہ بن پڑے ہے

کہ اصحاب ثلثہ وغیرہم مذکورین کی نسبت یوں کہیں کہ وہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے کیونکہ یہ آیت سورۂ توبہ میں ہے اور سورۂ توبہ کل یک دو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نازل ہوئی ہے یہ سب صحابہ مکہ میں مسلمان ہو لئے تھے پھر کیونکر ان کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ ہجرت اور نصرت سے مہاجرین اور انصار کے ساتھ اگر کہیں جہاد نہ کریں، کیونکہ تبلیغ اسلام کے متعلق تھے اور یہ سورہ جملہ سے اور کلمہ من سورۃ التوبۃ تک کیونکر لکھے جائیں؟

تنبیہ تنقیح بر آیت مذکورہ بالا بقدر ضرورت بقلم فقیر | ہمیشہ اس فرقہ ضالہ کا یہ شیوہ رہا ہے کہ اس آیت اور دوسری آیتوں سے جو اس آیت کے ذیل میں مذکور ہوئیں سنی اصحاب ثلثہ کی فضیلت اور انصار کا ایمان ثابت کرکے امامیہ کے ایک اور عقیدہ کو خاک میں ملا سکتے ہیں کہ حضرات ائمہ سب کے سب متبعین سے لے کر انبیاء سے افضل ہیں اور یہ کہ سورۂ توبہ ہی میں (جو صحابہ کے حق میں جو ان کی نسبت ہے) یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان اعتراضوں سے ائمہ کی شان پر کیا اثر پڑتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرات ائمہ اور غیر امام کی نسبت تو مذکور ہم نہیں کہتے کہ ان اعتراضوں سے ائمہ کی شان پر کچھ اثر پڑتا ہے بلکہ اس بنا پر کہ ہمارے نزدیک بھی صحابہ کے حق میں جو ان کی نسبت ہے یہ آیت مراد نہیں ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ	اور اگر دو گروہ مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے پھر اگر رجوع کرے تو دونوں میں انصاف سے صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک خدا عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

انہ خبیر

باب عقیدۂ بدا کی تفصیل میں!

بدا کی پر فار وری اور علمائے شیعہ کا اضطراب اب حضرات شیعہ سے جزا اس کے کہ یہ ثابت کریں کہ یا تو حق بول اٹھیں یا یہ موافق مثل مشہور اضطرار ذلیل اختیار کریں ضرورت پھر مذہب قدیم کی تقریر جو ع کریں اور یوں کہیں کہ ہاں کہ یہ ثابت ہوتا ہے جو سنیوں کا مذہب ہے لیکن خدا کیا اختیار ہے جیسے وہ ہمارے عقیدے کے موافق آج کوئی مانے یا نہ مانے) خدا کو بداواقع ہوا ہے جو ہماری شان اور سنیوں کی شان میں (کذا) حضرت میں بھی بدا واقع ہوا، پہلے یوں تھا، اب ایسا کر دیا، بعد میں فرمایا بعد میں رائے بدل گئی ہو وہی معنے بدا کے ہیں۔

بدا کے یہ معنی چنانچہ نظام الدین بیاناتی نے جن کو آج کل کے شیعہ شاید منافق کہتے ہیں رسالہ بدا میں کہ ہے ذلک بان اللہ اذا اراد شیئا لم یبد لہ الا یعنی کہا کرتے ہیں کہ خدا کو بدا واقع ہوا جب اس کو کوئی شے کو اور دوسری رائے سوجھی، نظام الدین بیاناتی مذکور اور شیخ کراجکی نے کنز الفوائد میں یہی تحقیق کی ہے۔

بدا کے دوسرے معنی مگر شریف مرتضے نے ذریعہ میں جو یہ تحقیق کرتے ہیں اور جس کے کلام میں سے کہ اسی کی بو آتی ہے اور اسی کے موافق ہے کہ وہ کہتے ہیں قولہ تعالیٰ اللہ خیر لذا کرین الامرین ناطق ہیں کہ خدا کو بدا واقع ہوا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کو کوئی امر بات معلوم ہوئی ہو جو پہلے نہ تھی پھر اس کے بعد وہ نظام الدین کہتے ہیں یوں نکلتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ خدا کو شے کا علم ان کے وجود کے بعد حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد اپنی تحقیق کرتا ہے۔ اور وہ تحقیق دوسرے معنوں پر منطبق آتی ہے، وہ یہ ہے کہ خدا میں کبھی بدا ہوتا ہے کہ آئندہ بات کی خبر دی کہ یوں ہوگی اور اس میں غلطی نہ ہو۔

بدا کے تیسرے معنی اب سنئے کہ متاخرین امامیہ کو کچھ بدا کے باب میں کہنا پڑا

زمانہ آخر ہو جائے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجائے مثلاً رمضان میں روزہ رکھنا
حکم ہے جب شیعہ مولیٰ وہ زمانہ آخر ہوا اور افطار کا زمانہ آگیا تو یہ کہنا کہ
حکم میں خطا تھی اس لئے موقوف کیا گیا بلکہ وہ حکم اسی زمانہ تک تھا اس کے بعد
دوسرے حکم کا زمانہ آیا ماخذ ق ہے کہ کبھی ایسے زمانہ کی خبر کی ہے
ہے جیسے مثال مذکور میں اطلاع ہے کہ کبھی نسخ وقت کا ہوتا ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سوا اس کے منسوخ نہیں ہوئی
سوائے خداوند کریم کے کوئی نہیں جانتا ہے اور کوئی جانتا ہے
تو یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زمانہ کس وقت آئے گا اسی لئے ابن شہر آشوب
بیان فرماتے ہیں کہ یہ عبارت ہے کہ رمضان کے مشروع ہونے کا
اور جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو اسی لئے جب تک نہ بیان آئے
نوروز تک رہے گا پھر یہ کہنا کہ حکم وقت اس کا زمان ہے
اس لئے اس کو بدل دیا

بدا کی تین قسمیں ہیں ایک دوسرے کی نسبت | جب یہ بات ثابت ہوئی تو اس کی تین قسمیں
کبھی سنئے کہ ورحقیقت بدا فی التکلیف کے واقع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے بدا
فی التکوین بھی کہتے ہیں اس لئے کہ بدا فی الارادۃ التکوینیہ کے سبب سے
مصلحت تازہ کے پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے جب مصلحت تازہ
پیدا ہوئی تو پیدا ارادہ جو اس حکم کی تھی وہ آپ ہی بدل گئی اسی طرح بدا
کو بدا فی العلم سے بدا فی الخبر بھی کہتے ہیں اس لئے کہ خبر
کے معلوم ہونے پر مبنی ہے پھر جب معلوم تازہ معلوم ہوئی تو ایسا ہوتا ہے
جیسے کہ جو علم اب حاصل ہوا وہ پہلے نہ تھا اور جو پہلے تھا وہ اب نہیں
فی العلم کہتے ہیں۔

سوا اگر شیعوں میں سے کوئی بدا فی الارادۃ التکوینیہ کے
سوائے بدا فی الخبر سے کرے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ان کے

زمانہ امام زمان سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح ان کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں حضرت یہ ہیں بلکہ خلافت اور سوا اس کے دیگر حقوق ان بیٹے ہوئے ہیں یہ حیرت ہے کہ یہ ہمدردی اور اطمینان غیبت امام کا انتظار ہی نہیں کرتے ہیں ان کا ان کے ساتھ ہونا ضروری ہے یا شیعوں کی دوستی خاطر ہو اور جو کہتے ہیں کہ یہ دوستی کی آڑ میں بڑا عجیب ان کے ذمے لگاتے ہیں جیسا کہ آگے چل کر دیکھنے والوں کو بھی واضح ہو جائے گا۔

پسر ہی کو امام بننے میں بھی شدید خطرہ بدرجہ واقع ہو گیا ہو اس لئے امام زمان باوجود انتظار اجداد اور فرائض سجادہ و خدمت پر ہر طرح سے بے اندیشہ غائب رہنے سے باہر تشریف نہیں لاتے دین خدمی نہ امامت حق کی خبر نہیں لیتے کہ کس گمراہی میں کیسی ہوئی ہے دین جدا دین خدمی اور بیعت عثمانی ہے کلام ربانی دوازدہ امام کے بدلے ابوحنیفہ شافعی گمراہی سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوگی جس کا انتظار ہوگا الغرض مامول کو تو کہتے ہیں بے بس و بیکس ہیں امام زمان جو باہر تشریف نہیں لاتے تو ان کی نسبت ہم تسلیم کر لیں تو بھی اس بے انتہائی دین کی امید کے مقدمے موافق بجز اس کے آپ کیا ہے خدا سے دوازدہ امام کے مقرر کرنے میں ابوبکر ہونی ابوبکر عثمان کو مقرر کرتا جاتا دیتے اور بے تامل نہ ہونے دیتے۔ اتفاقاً امیر سے بجز اس کے اور کہہ تو بیٹھے ہیں پڑتی ہاں اگر اس کے قائل ہو جائیں کہ خدا کے ذمہ یہ واجب نہیں کہ جو بندہ کرے اسے کیا کرے تو البتہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ لیکن سے کوئی یوں نہیں کہتا کہ ہم کیوں کہیں اور خدا سے ایسا ہونے کو کیوں کہا۔

امام زمان کو شاید کی وجہ سے خود معزول کر چکے ہوں بہرحال عجب نہیں ہے اوائل زمانہ میں زمان کی معزولی کا حکم صادر ہو چکا ہو اور شاید یہی وجہ ہے کہ تخمین سے زیادہ زمانہ غیبت میں گذرا اور یہ بڑا امامیہ کے ذہن نشین ہے کہ ابوبکر عمر وغیرہم آخر زمانہ میں آئیں گے یہ بالکل غلط نہ ہو بلکہ امام زمان کو معزول کر کے شاید ان کو پھر خدمت سپرد کر دی ہو اس کے کیوں کہا۔

خدا کی عظمت بھی کو ہاتھ سے دے بیٹھے۔ فدک چھینا تھا تو ابوبکر نے چھینا تھا۔ اور قرطاس و دوات کو نہ لانے دیا تو عمر نے نہ لانے دیا۔ ان پر تبرا کیا تو کیا خداوند کریم کو جواب دہائیوں میں سان لیا تو کیا اسی سبب سے کہ باوجودیکہ نصر المظلوم حق (یعنی مظلوم کی مدد کرنا) حق ہے اور ہر مظلوموں کی مددگاری نہ کی خداوند کریم ان بیباکوں کا منہ بند کرے کہ کس بے ادب ہیں اور جس لائق یہ ہیں انہیں وہاں ہی پہنچائے، بالجملہ کلام اللہ میں بداء کو نہ بنداد سے اکھاڑ دیا ہے۔

بداء کا عقیدہ رکھنے والوں کے لئے حضرت جعفر کی بددعا اور اگر شیعہ خدا کا اتنا بھی اعتبار نہ کریں اور اخبار گزشتہ میں بھی غلطی فہم کے احتمال سے نعوذ باللہ اس بات کے طالب ہوں کہ ہم کو امام اللہ کی گواہی پر بداء سے انکار نہیں کرتے جب تک کہ کلینی کی کوئی حدیث اس باب میں نہ ہو تو کلینی کی حدیث بھی لیجئے

ثم الکافی عن منصور بن حازم عن ابی عبد اللہ قال لمنصور سألتہ ھل یکون شیء لم یکن فی علم اللہ قال لا من قال لک ھذا فخزی اللہ قلت ارأیت ما کان وما ھو کائن الی یوم القیمۃ ھل ھو فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق۔	کلینی میں منصور بن حازم سے روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کوئی چیز ایسی بھی ہوئی کہ جس کو خدا کو معلوم نہ تھی اب ہو گئی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی نہیں، جو یہ کہے خدا اسے رسوا کرے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تو بتائیے جو ہوا ہے اور ہونیوالا ہے قیامت تک، کیا خدا کو معلوم نہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں خلق کے پیدا کرنے سے پہلے معلوم تھا۔"

اس روایت سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ بداء ایک حقیر شے ہے، کیوں کہ بداء کی آفتوں میں جو تحقیق گذر چکی اس سے دانا ثابت ہے کہ بداء اس کے نہیں ہو سکتا کہ کوئی نیا علم پیدا ہو، دوسرا یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بداء کے قائل کے ساتھ بد دعا فرمائی، سو حضرات شیعہ کا ہماری طرف سے بھی مبارک باد دینا ساری خرابیوں کو اٹھا سکتا ہے۔ کیا ان کا بھی کچھ قصور ہے؟ اپنی روایتوں کے معنوں کو نہیں سمجھتے گر سمجھ بوجھ

[illegible] کہتے انہیں ہی سمجھتے۔ کلام اللہ تو سنیوں کا ہے۔

حق واضح ہونے کے بعد مانا ضروری ہے پھر کس دلیل کا انتظار ہے اس وقت لازم ہوا ہے کہ منشا اس غلطی کا بیان کیا جائے تاکہ مزید اطمینان ہو جائے ورنہ ناظرین کو یہ خیال باقی نہ رہے کہ ہندوستانی پیش قاضی آئی رائفی۔ مقرر رسالہ کے مطلق کی باتیں فقط سنکر ہم یوں کہہ دیا کرتے ہیں ہمارے علماء شیعہ بھی تو آخر کسی وجہ سے کہتے ہوں گے جب تک ان کی سند نہ سن لیں تسلی نہیں ہوتی۔ ہر چند یہ خیال کا بہت مشہور ہے۔ مگر اس پر توجہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ جب کسی آدمی کو کسی وجہ سے شک ہو جائے تو پھر اسے اس کا کیا علاج کہ دوسروں کی بھی سن لوں اگر کوئی شخص قریب شام کے دیوار پر دھوپ دیکھے یا خود آفتاب کو بچشم خود دیکھے اور دوسرا پردہ میں بیٹھا ہوا کہے کہ ابھی کتنے کہ دیئے یوں بتاتے کہ دن چھپ گیا تو آفتاب کو دیکھنے والا کتنا ہی کہتا رہے کہ دن نہیں ہوا ہے ہر شخص کا یہی کہنا ہوگا کہ دن ہو یا نہ ہو ہمارے وقت کا تو نہیں ہے ہمارے روزہ اور حساب میں کچھ ہرج نہیں ہوا لیکن آفتاب کو دیکھنے والے کو دن کے باقی ہونے میں کچھ شک نہ ہوگا۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خود قرآن کو پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے ہیں۔ وقت آنے سے بمقتضا بشریت کچھ غلطی ہو گئی ہے تو ہو جائے ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہے اور ہر حد کے آگے کچھ نہ کچھ ہے۔ اس آیت پر انہیں دھیان ہی نہیں ہوا کہ [illegible] یعنی اللہ اپنے [illegible] ہے اس کا علم کچھ بیان نہیں ہوا ورنہ [illegible] کے خیال میں گنتی کی اور نہ حد ہے کیا قرآن کا بھی کوئی حد ہے۔ کہہ دیا [illegible]

خدا کو پہلے کسی چیز کے پیدا ہونے کے علم ہی نہیں ہوتا ہے تو اس میں تو کچھ شک نہیں کہ
اس وقت آفرینش نہیں ہوتا ہے چنانچہ اول تو شیعہ اس کے قائل ہی ہیں معہذا کلام اللہ میں
بیسیوں جگہ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ موجود ہے۔ یعنی خداوند کریم جو کچھ تم کرتے ہو
سب دیکھتا ہے پہلے پیدا ہونے سے ہم نے مانا نہیں دیکھا تھا لیکن یہ تو فرمایئے کہ بعد
پیدا ہونے کے بھی کیا کچھ اس میں حائل ہے؟ نور آفتاب خدا کا محتاج نہیں شمع چراغ کی
اس کو ضرورت نہیں آگ تجھے بتلا اس کے نزدیک سب یکساں ہے کیوں کہ وہ فرماتا ہے
اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے اللہ بعد وجود اشیاء کے ان کے پیش
نظر ہونے میں کچھ شک نہیں اور پھر یہ بھی بھول جانے کا اندیشہ نہیں کیونکہ سورہ طٰہٰ میں
لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی موجود ہے یعنی خدا بھولتا نہیں پھر کیا ضرورت ہوئی کہ کرام کاتبین مقرر کیے
گئے اور یہ کتاب لکھی جاتی ہے ضرور پڑا ہوا ہے اعمال درج کیے جاتے ہیں کردار بنی آدم کے گئے
جاتے ہیں کہ جب دینگے وہی ہماری طرف سے فرد جرم قرار پائیں۔

اگر یہ جواب دیں کہ ہر چند خداوند عالم الغیب کو ہر کام اپنی بڑی چھوٹی چیز کی خبر ہے لیکن
شوکت و ہیبت خداوندی کے مناسب یہ ہے کہ یہ سارا کارخانہ برپا ہو تو ہمیں تسلیم
یہ جواب ہوا بے ورشتوں کی طرح نہ ہوئے عمل درج کتاب ورنہ پاؤ گے
اگر یہ جواب دیں کہ یہ سب کچھ ہونا خدا کے لیے ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ امتحان خداوندی کی تعلیم بنی آدم کے لیے ہے۔

بہتر کسی کو اگر یہ بات کی کوئی اور حساب کتاب وزن اعمال میں شک ہو تو
یہ آیتیں دیکھ لے آیت یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جس کا یہ مطلب ہے کہ دن کے لوگوں کو اس روز عذاب ہوگا
جس روز ان کی زبانیں اعضا ان پر گواہی دینگے اور آیت قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَالِ هٰذَا
الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا یعنی قیامت کو جب کہ دیکھ لیں گے ان آنکھیں کھلیں
ان کے کرتوت کا ان کو دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے تو کہیں گے
ہائے ہماری کمبختی کیا ہوا ہمارے اعمال نامہ کو کہ کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی
جس کا ہمارے اعمال نامہ میں درج نہ ہو اور ہمارے خلاف گواہی نہ دی ہو اور کہیں گے کہ جس خدا

نے سب کو بلایا تھا اور بولنا سکھایا تھا اسی نے ہمیں بھی بلایا۔

اور سوا اس کے اور بہت سی آیتیں وزن اعمال پر اسی طرح دلالت کرتی ہیں۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ یعنی تول اس دن ٹھیک ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ حاصل اس کنایہ ہے کہ رکھیں گے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ حاصل یہ ہے کہ جس کے اعمال تول میں بھاری ہوں گے ان کی اچھی گزران ہوگی، ایسی ہی حساب کے مقدمہ میں کثرت سے آیتیں وارد ہیں منجملہ ایک دو لکھے دیتا ہوں إِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ خواہ ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ خدا حساب تم سے لے گا وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ یعنی جو کوئی منکر ہوگا اللہ کے حکموں سے تو اللہ حساب شتاب لینے والا ہے الغرض ان باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا اور ہمیں کیا کام امامیہ اور اثنا عشریہ سے غرض ہے سو وہ منکر ہی نہیں اہل سنت اور دونوں ان باتوں کے یکساں ہیں متفق ہیں بدیہیات میں جو تولیں کبھی ہیں۔

الحاصل جو کچھ شیعہ تجویز فرمائیں ہمیں کچھ دریغ نہیں مردوں ہمیں کہ آدم کی حجت ختم کرنے کے لئے حساب کتاب وغیرہ ہے ورنہ کچھ حاجت نہ تھی تو ہماری طرف سے بھی یہی جواب معروض خدمت ہے بلکہ اس کے ساتھ ہمیں الٹا شکوہ ہے لیں کہ ہمیں ان کے معنے کی تحقیق میں تحقیق ہاتھ آئی غرض بہر حال ہیچم ما روشن دلِ ما شاد۔ صلاح ما ہمہ آنست کاں صلاح شما است۔

امتحان امر فرض قطع حجت کی ایک قرآنی مثال	اور کسی مثال سے سمجھنا دشوار تھا تو ایسی مثال دیتے ہے

مولوی غلام علی صاحب بھی مان جائیں آدم کا پہلا سپارہ تو شیعوں کو زبانی یاد ہوگا نہیں تو قریب یاد کے ہوگا کیونکہ اکثر دستور اطفال رہتا ہے چہ جائیکہ بڑے پڑھے ناظرین فضل، سر پہلے سپارہ میں رکوع اِذْ قَالَ رَبُّكَ میں کچھ یہ بیان ہے کہ جناب باری تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم کے زمین میں خلیفہ بنانے کی خبر دی تو فرشتوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ آدم اور آدم کی اولاد کو زمین میں خلیفہ بناتے ہیں جو زمین میں فساد کریں گے اور خون

نہیں حالانکہ ہم اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں۔ آپ کی تسبیح ہم کرتے ہیں آپ
کی تقدیس میں ہم مشغول رہتے ہیں تو اس کے جواب میں سردست تو جناب باری تعالےٰ
نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ مگر ان کی حجت قطع کرنے کے لئے
حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام یا حقیقت تعلیم فرما کر پھر فرشتوں سے
ان چیزوں کے نام یا حقیقت دریافت کئے۔ اور فرمایا کہ اگر تم دعوے استحقاق میں سچے ہو تو
ہمارے سوال کا جواب دو چونکہ فرشتوں کو معلوم نہ تھے تو انہیں بجز اس کہنے کے بن پڑی
کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم حاصل اس کا یہ کہ
ہی تو پاک ہے ہمیں تو جتنا تو نے بتلا دیا اسکے سوا اور کچھ معلوم نہیں تو ہی اسرار کا جاننے
والا اور حکمتوں والا ہے۔

جب ان سے نہ بتلایا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تو انہیں ان چیزوں کے
نام بتلا دے، جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے نام بتلا دیئے تو خداوند کریم نے
فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمان زمین کی ایسی چھپی
باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو وہ سب مجھے معلوم ہیں۔ برائے خدا
علماء شیعہ اس قصہ میں غور فرمائیں یہ امتحان فرشتوں اور حضرت آدم کا جو لیا۔ تو
کیا اس لئے لیا تھا کہ بنی آدم کو حقیقت الامر معلوم ہو جائے یا فرشتوں ہی کی حجت قطع
کرنے کے لئے ہو اور جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی سے اپنے سوال کا جواب بتلا
چکے ہوں اور فرشتوں کو نہ بتلایا ہو تو کسی نادان کو بھی یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جناب باری
تعالیٰ کو یہ علم نہ تھا کہ کون استحقاق رکھتا ہے کون نہیں ہم جیسے یہ امتحان فقط فرشتوں
کی حجت قطع کرنے کے لئے اور ان کے اعتراض کو اپنے ذمہ سے اٹھا دینے کے لئے تھا
ایسے ہی یہ امتحان جو لیب کو کئے اور اسی مضمون کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے تو فقط اسی
لئے ہے کہ بنی آدم بوجہ حسد ایک دوسرے کے درجہ بڑھانے پر خدا کے ذمہ انصاف کی
تہمت نہ لگانے لگیں اور ان کو کبر نفس کفت و شنود اور جملے اعتراض و انکار جہان
کی جہت سے کچھ بھی باقی نہ رہے۔

بعثت انبیاء اور تکالیف شرعیہ کی وجہ بھی قطع حجت بنی آدم ہے

اور واقعی اس حکم احکام کے فلسفہ اور رسولوں اور انبیاؤں کے بھیجنے کے سلسلہ کی وجہ و حکمت یہی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ملائکہ باوجود عصمت اور فرمانبرداری کے جو آیت لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ سے جن کا حال یہ ہے کہ فرشتے خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں ثابت ہوتا ہے خدا کی بات میں دخل دے سکتے اور بوجہ بنی آدم اعتراض کر سکتے ہیں آدم کے باوجود یکہ گناہوں سے ان کا خمیر ہے ان کی شان میں یہ تصریح بھی آئی ہے وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ یعنی انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے پھر اگر خداوند کریم اپنے علم ازلی کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنت میں اور ابوجہل اور فرعون کو دوزخ میں داخل کر دیتا تو ابوجہل اور فرعون کا ہے کو منہ سے جو چاہے بیہودہ اعتراض کیے جاتے اور اپنے استحقاق جنت کا دعویٰ کیا نہ کرتے اسی لئے خداوند کریم علیم حکیم نے کلام اللہ میں اکثر مواقع میں وجہ اس کی ہدایت کی بھی بیان فرمائی ہے بیکسین خاطر ناظرین کے لئے ایک آیت گزارش کرتا ہوں۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ وَاِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ فَکَذَّبْتَ بِھَا وَاسْتَکْبَرْتَ

حاصل اس آیہ کا یہ ہے کہ چاہیے بہتر بات پر تم پر نازل کی گئی تمہارے رب کی طرف سے پہلے اس کے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو کہیں کہنے لگے کوئی جان ہائے افسوس میرا کہ میں نے کوتاہی کی اللہ کے حق میں اور میں تھا ہنسی کرنے والوں میں یا کوئی کہنے لگے اگر اللہ مجھ کو بتا دیتا تو میں بھی ہوتا پرہیزگاروں میں یا کوئی کہنے لگے جب دیکھے عذاب کسی طرح پھر جاتا مجھ کو ایک بار تو میں بھی ہوتا نیکی والوں میں ہاں تو آئی تھیں تجھ کو میری آیتیں پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا

وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ | میں سے تھا۔

دوزخی و جنتی پہلے ہی سے طے ہیں: یہاں یہ مترجم تھا ب اس آیت کے مطالعہ کرنیوالے فرماتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہوا کہ خدا نے جو تمہاری طرف عہد بات نازل کی ہے اس کا اتباع کرو اور اس پر چھوڑ دیا اس کی کیا وجہ فرمائی ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ اندیشہ تھا کہ کل کو یہ نہ کہنے لگے کہ خدا کر لے زندہ ہوتا تو میں متقی پرہیزگار ہوتا اور یہ اندیشہ جب ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے پہلے ہی یہ کر رکھا ہو کہ اس کو دوزخ میں نہ بھیجیں گے اس کو جنت میں ہی بھیجیں گے موافق اگر کار بند ہوتا اور جس کو برابر جیسا سمجھ رکھا تھا اس کے مناسب اسے بھگتا دیتے تو بیشک دوزخی کہی پن استحقاق جتاتے اور دعوے اپنی بھلائی کے کرتے کہ ہمارا امتحان کیوں نہ لیا۔ ہمکو دوزخی ہونے کا کیا معلوم تھا ہم بیشک متقی اور پرہیزگار تھے نہ کنت من الکٰفرین فرمایا اور کفرت نہ فرمایا تربیت میں جو عبارت کے لیئے ضرور ہوتا ہے نہیں رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر کفرت فرماتے تو یہ معنے ہوتے کہ جب آیات آئیں اور ان کا انکار کیا تب کافر ہو گیا۔ پہلے سے نہ تھا اور اب یہ معنے ہیں کہ انکار سے تیرا ہونا کہ تو ازل سے کافروں میں لکھا ہوا تھا سو تو موافق اس لکھے ہوئے کے ہوا۔ بلکہ بعد دیکھ لینے کے آیات سے ہا ں آیات کے نہیں جانتا تھا۔

اور الٹا غرور کیا۔

آیت سورۃ [illegible] ان تقول نفس یحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین یعنی قیامت ہوئی کیسے تو قیامت ہی نہ لگی کہ خدا کے وقت یوں نہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس کی جگہ ہوئی۔ [illegible] اور جنت کا [illegible] جب باری تعالیٰ نے یہ امتحان اعمال مقرر کر دیئے تاکہ ان کی تحت متقی ہو جائے اور کل کو خدا پر اور اس کے امتحان کی تہمت نہ لگائیں اسی لئے ان کے مناسب کو فرماتے ہیں [illegible] ولتکون من المتقین [illegible] طالب بن منہ وتعالیٰ ونبذوا وراء ظہورہم یعنی نکالا کہ اگر تم کو ہماری طرف سے بھروسا ہے اور یہ ہمارے [illegible] کہ [illegible] ہمارے کون پھینک دیا ہے [illegible] آزما کر دیکھا

[illegible]

فراش ہو جائے یعنی چارپائی کا سوار بن جائے۔ اور پھر شانی مطلق اس بیمار کو ایک دفعہ
ہی شفا عطا فرمائے تو ظاہر ہے کہ وہ طاقت رفتہ مرض کے جاتے ہی نہ آجائے گی۔ بلکہ
تو رفتہ رفتہ آئے گی ہو گی۔ بخلاف دنیوی مرض عیار وغیرہ قرض خواہ گرانے حقوق کا مرض ہے
کرنے لگیں تو وہ مرد ضعیف و نقیہ اگر مفلس بنتا ہے تو باوجود اطلاع اس امر کے کہ میرا مرض
زائل ہو گیا۔ اور میں اچھا ہو گیا اکثر یہی جواب دیتا ہے کہ میں اچھا ہو جاؤں تو کہیں سے
فکر کر کے آپ کا حق پہونچاؤں۔

یا فرض کرو بیمار کو تو زوال مرض کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے پر طبیب
کامل آثار و دلائل سے اس کی صحت سے مطلع ہو کر خواستگار انعام ہو اور بسبب
بقائے آثار مرض مثل نقاہت وغیرہ کے علائے تمام میں متردد ہو تو طبیب کہہ دیتا ہے
ہیں کہ چلا جب تم اچھے ہو جاؤ گے جیسی دینا سو جیسے طبیب یہ عرفی مذکور ہیں انکار
بیک ظہور اثر صحت کے نہیں ہوا یعنی بقائے آثار مرض آفت صحت کو جو واقعہ میں زائل ہو گئی
سمجھ کر صیغہ استقبال سے تعبیر کرتا ہے۔

ایسے ہی جب بندے کی اپنے اس کرم قدیم کو دیکھ کر کہ صحابہ کبار و صحابہ ہیں اور
صحابہ فاسق و فاجر اس سبب کرم بوجہ سبقت ازلی اور شرافت لم یزلی اور خوبی ذاتی کے اس لائق ہیں
اس لائق ہیں کہ ان سے اچھے کام لئے جائیں۔ اور اس کے ثمرہ میں کرامت کی دینے جائیں
اور اعدا صحابہ بسبب شقاوت ازلی اور رذالت لم یزلی اور خبث ذاتی اور قبائح ذاتی کے
قابل ہیں کہ ان سے برے کام لئے جائیں اور اس کی پاداش میں ان کے قلوب سیاہ کئے جائیں
پاس نظر کے قبل تکلیف اخیر میں ثمرہ مترتب نہیں ہوا اور اس کو ثمرہ نہ ملنے سے
برے کاموں کا ان سے ہونا ہنوز ظاہر نہیں ہوا یا پاس خیال کہ بہت سے بیماروں کو خدا کے
اس علم کے صحیح ہونے میں ایسا تردد ہے جیسا بیمار مذکور کو قول طبیب میں) گر ہیئہ استقبال
بیان فرمائے تو شیعوں کو اس قدر حیرت کیوں ہے؟

ازلی سعادت و شقاوت کی تمام فہم مثال اربعہ بات کہ یہ فرق نیک و بد ازلی اور خلقی ہے کسی

طارئی نہیں سو یہ ہر چند ایک درجہ تحقیق ہے۔ لیکن اہل فہم کے نزدیک یہ فرق بین ازلی

ذکی و غبی اور حلیم و خوشخوار اور کتیس و حسین اور تجار و نہ رد عالم و جاہل کا فرق ہے
جیسے بادشاہ ہی عالم سے کار لیتا ہے اور جاہل سے کار جبل لیتے ہیں ایسے ہی جناب باری کی
بھی ہر کسی سے کی لائق کام لیتا ہے۔

تو دن زمانہ تھا موجود ہی نہیں تھا | بلکہ تحقیق قولوں ہے کہ زمانہ تھا ہے ازل سے لے کر
تک کہ ایک شے موجود ہے نہ زمانہ ماضی فنا ہوا اور نہ زمانہ آئندہ معدوم ہے وجہ اس کی
ہے کہ [illegible] یعنی زید قائم ہے تو مجرد اس کلمہ کے سننے
کے یہ کوئی یہ سمجھا ہے کہ زید موجود ہے اور اس کا یہ حال ہے اور ظاہر ہی تو ہے کوئی
ایسا تو ہے زمانہ جب وہ خود پیدا نہ ہوا تھا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو گذارش یہ ہے
کہ قیامت کے بعد جو قوال آئندہ دیتے سے ہے خود زندگی یعنی قیامت آئے گی اور سب جانتے
ہیں کہ خدا ہی فرماتا ہے اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ یعنی بیشک قیامت آنے والی ہے یا دوسری جگہ
یوں فرماتا ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ یعنی بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز
ہے کا یہ حال ہے کہ ہر ذی النفس آنے والی ہے۔ اور وہ بہت بڑی چیز ہے اور ہر ایک پر بے
اختیار آن پڑتی ہے اور چھوٹ نہیں کرتے۔ اور کوئی نیم قوال ان پر شک کرے کہ
بہت وصف ایسے ہیں کہ ان سے کسی چیز کا وجود معلوم نہیں ہوتا جس کا وہ وصف ہوتا
ہے مثلاً کوئی ایسا کہے کہ فلاں مرگیا یہ فلاں معدوم ہو گیا تو ہر چند یہ شبہ قابل جواب نہیں
ذرا سا تامل کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ باتیں اوصاف نہیں بلکہ اوصاف کا نہ ہونا ہے لیکن ہمیں
یاد آیا کہ فلاں چیز آنے والی ہے یا فلاں چیز بڑی ہے تو ایسی نہیں جس سے ہمارا مطلب
ہو بلکہ یہ باتیں تو کوئی ان کے نزدیک کسی وجود کی دلالت کرتی ہیں سو ذرا غور تو کیجئے یہ
وصاف وجود پر دلالت کرتے ہیں یا قیامت کے آنے کے بعد موجود ہونے پر کیوں تامل
کرتے اور دلیل جب مقرر ہو چکا تو ہر ایک اور بھی التماس کرتا ہے کہ جیسے قیامت آنے
والی ہے اور وہ اس وصف کے قرینے سے موجود ہوئی تو زمانہ گذشتہ بھی
تاہم کر رہا ہے اسی واسطے اس کا نام گذشتہ رکھا ہے پھر جب قیامت وغیرہ

ابتدائے زمانہ تک کہ یہ سب ایک روز ہم تک پہونچکر گذر بھی جائے گی اور یوں کہنا
فلاں شخص بتاتا ہے وجود پر دلالت کرنے میں کچھ اس سے کم نہیں کہ یوں کہیے کہ فلاں شخص
آتا ہے اور جب دونوں طرفیں زمانے کی گذشتہ اور آئندہ برابر ہیں خداوندی
سب زمانے حضور خداوندی میں ہیں۔ تو موافق فرمودۂ باری تعالیٰ آنی آیہ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ
شَیْءٍ عَلِیْمٌ سارا زمانہ ازل سے لے کر آخر تک حضور خداوندی میں داخل ہے اللہ
خداوندی کے جو کچھ کوئی معنے لے آئیں کچھ انکار نہیں کہ ہے تو یہ معنے کہ
اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے جیسا کہ دوسری آیت جو اسی معنے پر دلالت کرتی ہے وہ
آیت یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنے اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے
اس صورت میں کہ تمام سارے زمانہ کے وجود کی وجود اس روانی کے ایک جزو آنی ہے
اور ایک جا سب ایسی ہوگی جیسے اجزاء آب رواں کہ سب کے سب بجائے خود ٹھہرے ہیں
لیکن جب اگلے اجزاء گذر جاتے ہیں تب پچھلے آتے ہیں۔

اور خدا کے پیش نظر اور حضور ہونے کی ایسی مثال سمجھ لیجیے جیسے کوئی آبدار
کھڑا ہو تو اوپر سے اندر تک تمام در یا کا پانی در حجوں اس پانی کے اندر ہوتا ہے جب یہ آب
دار شخص اس کے پیش نظر ہوتا ہے تو اس کو سب ایک شے واحد نظر آتے ہیں اجزاء
در حجوں ان میں ہے باہم مقدم و موخر ہیں

ماضی و مستقبل کی خدا کے ہاں کوئی حکم رکھتے ہیں مگر باہم مقدم موخر ہیں

الغرض اجزاء زمانہ اور جو کچھ زمانہ میں واقع ہوتا ہے
سب کا سب بتمامہا خداوند کریم کے پیش نظر اور حضور
مجموعہ اس کو بمنزلہ شے واحد محضر ہوتے ہیں اور مناسب کے سب اس کے ہاں نظر آتے ہیں
اس کے حساب سے سب زمانہ ازل کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر ہم میں ایک دوسرے کی نسبت
مقدم اور موخر گنے جاتے ہیں اور قبل اور استقبال اور ماضی کا نسبت کہنے دوسرے کے
ہے سو جیسے کوئی کسی مکان میں ہوتا ہے تو اس کے سوا جو مکان آگے ہو اس کے سامنے ہوتے
اس کو آگا کہتے ہیں اور جو اس کے پیچھے ہوتا ہے اس کو پاچھا کہتے ہیں، ایسے ہی جس نے فرض
کوئی چیز ہوتی ہے اس کے پہلے زمانہ کو نسبت اس کے ماضی کہتے ہیں اور اس کے آگے

زمانہ کو بہ نسبت اس کے مستقبل اور خود اس زمانہ کو جس میں وہ چیز ہوتی ہے اس کی نسبت زمانہ حال کہتے ہیں سو ہر چند خداوند کریم کے پیش نظر ہوتے ہیں اور اس کے سامنے موجود ہوتے ہیں سب کے سب لیکن باہم مقدم اور موخر ہیں اور ایک دوسرے کی نسبت ماضی اور مستقبل اور حال ہے

کلام ہی میں ماضی و حال و استقبال کے استعمال کی ترتیب ہو خداوند کریم کبھی تو موقع دیکھ کر بلفظ ماضی جو اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے اور کبھی مناسب وقت ان کو فعل مضارع کا لفظ ہوتا ہے جو اپنی مدت میں تو ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال اور باوجود سب کے کبھی ماضی بمعنی حال استعمال کرتے ہیں اور حال کا لفظ بمعنی ماضی بولتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کسی فعل کے صدور اور حدوث سے خبر دینی مقصود ہوتی ہے اور کبھی اس فعل کے تعلق وجود کی خبر دینی ہوتی ہے تو وہ جو فعل حدوث سے خبر دینی مقصود ہوتی ہے تو بلفظ ماضی ذکر کرتے ہیں اور جو کسی کے تعلق وجود کی خبر دینی ہوتی ہے تو وہ جو صیغہ مستقبل ہونا چاہیے فرض حدوث کے لحاظ سے حال نکل آتا ہے اور ماضی ہو گیا اور استقبال اگر قبل حدوث کسی کی خبر دینے کا صیغہ مستقبل خبر دینے اور بعد حدوث حدوث کے خبر دینے کا لفظ ماضی بولتے ہیں اور

[illegible]

کہ ایک چیز کا حکم ہو اور بیسیوں دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے | لیکن ایک شے کے حکم کے واسطے کوئی
کا حکم ہو اس کی بہتیرا ایسی ہوتی ہیں اور دلیلوں سے ثابت ہوتے ہیں اور کسی طرح
ثابت ہوتا ہے اور خبر نہیں ہوتا مگر کسی قرینہ سے دیکھئے تو دلیل بھی اس کے ساتھ ہی
نظر آتی ہے اس صورت میں اس کا علم دو طرح حاصل ہو سکتا ہے ایک تو بے وسیلے
کیونکہ نکلتے ہی نظر آتی ہے دوسرا وسیلوں کے ذریعہ سے کہ اگر یہ نظر نہ آئی اور
دوسری دلیل نظر آئی تو بھی اس کا علم حاصل ہوتا اور جب تک آپ بھی نظر آئی تو بطریق
اولیٰ اس کا علم دوسری کے واسطے سے ہونا چاہیئے اور ان ہر دو قسموں میں اب دونوں میں اب
کوئی فرق نہیں ہوتا۔

[illegible]

دوسری کا علم وسیلوں ہی سے ہوتا ہے | جس چیز کا علم وسیلوں ہی سے ہوتا ہے کہ ایک شے کا علم
جب ایک وسیلہ اور ہو تو اس وقت دونوں سے کیونکر
ہو گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت دونوں کا علم بطریق اولیٰ ہو گا کیونکہ
جب ایک وسیلہ سے علم ہوتا ہے تو دوسرا وسیلہ بھی ساتھ ہی ہو گا اور دونوں کا علم
ہو گا اور دونوں کا علم ہونا ایک کا علم ہونے سے زیادہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے
کہ زیادہ کا علم کم کے علم کو مستلزم ہوتا ہے اور کم کا علم زیادہ کے علم کو مستلزم
نہیں ہوتا۔ ایک کا علم دوسرے کا علم ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا

اور یہ علم اس سے پہلی ساعت یا اس کے بعد کی ساعت میں داخل ہوا۔

بے واسطہ اور بواسطہ حاصل ہونے والے علم ہی میں کوئی تقدم تاخر نہیں، لیکن تاہم عقل کے نزدیک یہ

ترتیب ہے کہ اس کی رو سے مقدم ہو خبر کہہ سکتے ہیں یعنی ایک شے کے علم بے واسطہ کو دوسری

شے کے علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلی شے کے حاصل ہوتا ہے عقل ایک طرح سے مقدم سمجھتی

ہے یعنی ہر کوئی یوں سمجھتا ہے کہ دوسری شے کا علم اس صورت میں ہوتی ہے کہ پہلی شے کا علم ہو تو

اسی جیسا ہاتھ میں کسی چیز کو لے کر بلا دیکھے تو وہ چیز ہاتھ کے لمس تک ہی ملتی ہے لیکن پھر بھی ہاتھ

میں کہ ہاتھ اول ہے ایسا ہی اس صورت میں دونوں چیزوں کا علم ہوتا ہے لیکن جس کا علم بے واسطہ

ہے مقدم گنا جاتا ہے اور جیسا یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھ کو لمس کا بلا واسطہ دینے والا ہے

ہے ایسا ہی یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دھوپ کا اس لئے دیکھا جانا کہ آفتاب کا دیکھا جانا

کلام الٰہی میں جو وں کا بواسطہ سے بیر جب یہ تحقیقات ذہن نشین ہو چکی تو اب

التماس یہ ہے کہ وجود کے اعتبار سے مقدم نہیں ہے اور جن نسخوں میں یہ لفظ

ہے اس کے علم کے تقدیم ہونے میں کچھ آفت نہیں پڑتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر

کو ہر چیز کا علم دو طرح سے حاصل ہوتا ہے واسطہ اور بلا واسطہ یہ کیونکہ ممکن ہے

کے ساتھ لازم لگے ہیں، جو جیسا کہ ظاہر اور ضروری ثابت ہوا ہے ہر ایسا

کا علم طرز ثانی کا واسطہ ہوتا ہے لازم کا ملزوم کے علم کی طرح سے ہوتا ہے

میں کوئی شک نہیں اور کسی چیز کا اس کے علم کے واسطہ میں ہونا ہر ایک

چیز کے علم کے واسطہ اور ان کو نہ جاننے والے پر ظاہر ہے اور ایسا ہی

دونوں قسم کا علم کسی چیز کا علم بالواسطہ کو نسبت اس چیز کے جس کو واسطہ بنایا ہوا ہے ضرور

گنہگار ہے اور یہ حکم بہ نسبت اس علم کے مقدم آوے گا۔ سو جہاں یہ علم نہ ہو

ذریعہ تقدیم ہونے کا نہ ہوگا پس ہر ایک جگہ پر جہاں وہ بات ہو

ورنہ جہاں یہ بات نہ ہو کچھ تفاوت نہیں اور جہاں یہ بات ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اہم کتاب کی توضیحی مثال لیکن [illegible] نقوش کی نقل بلکہ اصل [illegible] کتاب میں ہے جسے تحریر پڑھنے والے [illegible] کو پڑھتے ہوتے ہیں سامنے پڑے ہوئے [illegible] ہیں۔ اور جب کہ لیتے ہیں تو دوسری مثال کے سمجھنے کی نوبت آتی ہے پہلی کو مٹا دیتے ہیں اور دوسری کچھ سیکھتے ہیں اور [illegible] ان سب کی نقل بلکہ اصل تحریریں [illegible] ہیں۔ باقی [illegible] اس آیت کا [illegible] آپ کوئی آیت لے آئیے، بتائیے یہاں تو ہر زمانے کے لئے [illegible] اس میں کمی بیشی کب ہو سکتی ہے تو کون [illegible] آپ اپنی خواہش کو [illegible] آیت کا [illegible]

خود اثبات علم میں نہیں بلکہ کچھ اور ہے [illegible] ہے اس تحریر کو [illegible] کہ [illegible] رجسٹر ہے اور کچھ [illegible] کہیں اس کی [illegible] نہیں کہ [illegible] سکیں یا کسک کر سکیں کچھ [illegible] کہ [illegible] ہے کہ [illegible] کا [illegible] خود اثبات ہوتا ہے کہ [illegible] اپنے [illegible] ہے اسی کی صرف [illegible] بلکہ کے نزدیک دو دو [illegible] ہو جاتی ہیں [illegible] کسی [illegible] کان کٹے ہیں کہ [illegible] ہے جسے عرب میں کہتا ہیں [illegible] کسی [illegible] کے [illegible] ہوتے ہیں ان کے [illegible] تو اس کا [illegible] ہاں اگر یہ [illegible] ہاں [illegible]

اہم کتاب اور تو و ثبت کی یک [illegible] [illegible]

[illegible]

تختی پر لکھتے ہیں۔ پہلی قرن والا کسی لوح پر ایک تحریر ہوتی ہو پھر اس کو اس لوح سے مٹا کر دوسری کتاب میں کہ اس کو کتاب کہتے ہیں نقل کر دیتے ہوں بعد ازاں پھر دوسرے قرن کا حساب کتاب کرنا شروع کر دیتے ہوں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن کا حساب کتاب کر کے اس کو کسی بڑی لوح میں نقل کر دیا ہو پھر اس لوح سے اس تحریر کو مٹا کر دوسرے قرن کا حساب کتاب کر کے اسی طرح لوح کتاب میں درج کر دیا ہو اسی طرح یہ سلسلہ ہمیشہ جاری ہو مگر سب جانتے ہیں کہ یہ تو اثبات بالجہل کی تحریر نہیں کہ جس سے کچھ ثابت ہو جائے۔

اور اثبات بالجہل کی تحریر کی تو وقعت ہی نہیں | اور رہا کہ یہ بھی نہ سہی ہمارے حکماء کے تجربوں وغیرہ کے باعث یہ تو اثبات بالجہل بھی نہ ہوا تو ہمارے ان شیعہ کا دعوے ثابت نہیں ہو سکتا تو یہ رد ہے تو اس کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس جو کتاب ہے اس کے سوا قرن قرن کے حساب کتاب کی تحریر ہے جب تک میرے پاس ہے تو انہی دونوں کتابوں کے ذریعہ سے ہم تمہارے دعوے کا رد کریں گے اور پھر اس کے تبدیل کا نسخہ نکالیں گے اور پھر تم کو ثابت کرنا ہے کہ

خصوصاً انبیاء اور جناب باری کے قوانین اور مقربوں اور بندگان خاص کے نزدیک بہت ہوں معروف ہوں اور اس کے ترک پر اگرچہ ذکر نہ آئے مواخذہ ہو تو بیشک حق اور ہیں صواب ہے اس کو بدا نہیں کہہ سکتے، بدا کہنا جب مناسب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہرگز اس کی خبر نہ ہو اور وہ صورت کہ اس کی اطلاع ہو اور فقط مقتضائے بشریت ان سے خطا ہو جائے اس پر بدا کہنا بے جا ہے۔

دوسرا جواب اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تیس دن کے بعد ہونا تھا اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بادشاہ کا کسی کاریگر کو مشاہرہ مقرر کر دینا جیسے یکم ماہ کی تنخواہ کر دینا مطلب یہ ہے کہ ایک مہینے کی یہ مزدوری ہوئی اور تیس دن تک دس دن بعد ایسے ہی تیس تیس دن کے بعد یہ تنخواہ کے معنے ہیں کہ تیس دن کے بعد کا یہ ٹکڑہ اور یہ پھل ہے خواہ تیس دن ہی ہو یا دس دن بعد باقی رہ جائے دس روز زیادہ کی تنخواہ کی وجہ اس کا بیان ہمارے ذمہ ضرور نہیں۔

دفع توہم اور اگر کوئی نادان لفظ اکمنا سے دس رات کا پورا نسبت تیس رات کے تمام ہونے کے سمجھے کہ جب لفظ اکمنا آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دس دن کا پورا نسبت تیس دن کے تمام ہونے کے بحسب نظر کا بہ نسبت حیاہ رمضان کے تمام ہونا دیکھنے سے ظاہر ہے پھر کیوں نادان اس کے یہ معنے نہیں کہ فلاں شخص کی مقدار بہ نسبت زمانہ سابق کے زیادہ آئی ہے بیشک مقتضائے بشریت جس سے سب پیغمبر بنی ہوئے ہیں کچھ واقف کار وقف ہیں کہ قصور فہم یا قلت حال موسوی نہ ہوتا تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اس دس دن کا مطالبہ نہ ہوتا۔

لفظ میقات کی تفسیر باقی رہا لفظ میقات (۱۰) کا اس بات پر دلالت کرنا کہ میقات کا ہونا

معذور ہوں۔

[illegible]

باطل خود ظاہر ہے۔

[illegible]

[illegible]

بدا کے ضمن میں ائمہ کے علم غیب پر بحث

اور اگر اس پر بھی ناک بھوں چڑھائیں تو یہ بات کہنے کی سنی جائے کہ ائمہ کو مکان و یکون کا علم تھا اس لئے اگر ان کے اقوال سے غیب دانی صاحب کی بزرگی ثابت ہو جائے تو پھر کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ سبحان اللہ خدا کے کہے سے تو نہیں مانتے اور ائمہ کے فرمانے پر قربان جائیے اول تو صدہا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جناب باری تعالیٰ کسی کو علم غیب نہیں دیتے لکھ آیتیں ہیں مثلاً مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ یعنی نہیں جانتا کوئی کل کو کیا کمائے گا۔ کل آیت میں کسی کا استثنا نہیں سب کو عام ہے یا غیر اللہ برابر فرماتے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کہدے اللہ کے سوا آسمان و زمین والے غیب کو نہیں جانتے زمین و آسمان والے غیب کو مگر اللہ جانتا ہے۔

دوسرا یکون تسلیم کرنے میں مساوات لازم آئے گی

دوسرا اس لغت میں علم کے ائمہ کے علم میں مساوات لازم آئے گی حالانکہ جناب باری تعالیٰ سورۂ جن میں فرماتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس آیت سے استدلال کرتے ہو تو اس آیت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا علم کسی سے بھی زیادہ نہیں کیونکہ اس آیت میں کلیۃً فرما دیا ہے کہ کوئی غیر کا علم نہیں کی آیہ بات عقل تو اہل فہم کے نزدیک قابل جواب نہیں اگر جواب کرنا ہی ہے تو اس جواب کے کہ یوں کہا جائے۔ ع

ہمیں فہم دہ نقش بہا بگریست

گمان نہیں جانتا کہ ایسے مقام میں جناب باری تعالیٰ استثنا کیوں نہیں کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے کسی کو کیا آج تک شبہ ہوا کہ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہوا تو اپنے محبوبوں کو دیدیا اپنے شریک کے پیدا کرنے پر قادر ہوگا۔ ظاہر کوئی سمجھ لیتا ہے کہ انبیاء اور رسول کے پیدا کرنے اللہ سے بھی نہ دے کوئی ظالم ہوگا پھر اگر کوئی ایسی گفتگو کرے تو

باوجود اس کے علوم غیب ائمہ کے لئے ثابت ہی ہوں تو ہمارا کا خدشہ دور نہیں ہوا	اور اگر سلمنا کہ کوئی علم ذاتی ورثہ ایسا بھی ہو تب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بارخاطر فرمودہ ہو

وہ بجائے خود رہے گا کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ جو افضل رکھتے اور علم بھی رکھتے ہیں فرماتے ہیں فی حدیث الصادق عن امیر المومنین لو اخبرتکم بکتب اللہ لاخبرتکم بما یکون الی یوم القیامۃ یزید بن ابی زیاد قال علم الکتاب - حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ اگر میں کتاب کو کما حقہ جانتا ہوں تو میں تم کو بتا سکتا ہوں کہ قیامت تک کیا ہونے والا ہے یہ حدیث حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت جس کی راوی آپ کے فرزند ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ علم کتاب کا جاننا ہی ہے جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کی خبر دینا یہاں تک کہ اس روایت جواب بھی ہو سکتا ہے کہ جو دنیا میں کچھ ایک ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو علم ذاتی حاصل ہو نہیں یہ بات جس وجہ سے خدا کے لئے ثابت ہے اسی وجہ سے مخلوق کے لئے بھی ثابت ہو گی اور اپنے کسی خلیفہ کو بتا دینا اس کا ثبوت ہے کہ ان کو علم ذاتی حاصل ہے خیال سے شیعوں کو تو یہ رنج ہوا کہ ہمارا دین ہی ہاتھ سے چلا گیا مگر ہم کو اس سے بہت بڑا نقصان پہنچا کہ ہمارا مذہب ساقط الاعتبار ہو گیا۔

بقیہ خوشی ہے کہ اس بحث سے ہمارے سوالوں کے دو جواب جو ہم نے شیعہ حضرات سے دریافت کئے تھے ان کا جواب مل گیا کہ ان روایات کے راوی سب کے سب سنی ہیں شیعہ کوئی نہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان روایات کے راوی سب کے سب سنی ہیں شیعہ کوئی نہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان روایات کے راوی سب کے سب سنی ہیں شیعہ کوئی نہیں

تک نبوت پہنچائی اور ان کے حق میں بھی اسی قسم کی دعائیں فرمائیں جو اصل ان انصار کا یہ ہے "یا اللہ اور جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جنہوں نے خدا کا حق ادا کیا بائی ہوں اور ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے باتیں کرنے کے لئے چھوڑ دیا اور باپوں اور بیٹوں سے ان کی نبوت کے پہچاننے کے لئے لڑے ہیں تو ان کے حق میں اپنا حق جو انہوں نے تیرے لئے اور تیرے سبب سے چھوڑ دیا ہے ادا کر دے اور تو اپنی رضامندی سے یہاں تک الفاظ مذکورہ کا مضمون ہے ۱۲ منہ

صحابہ کی تعریف اور بزرگی کا بیان

منقبت صدیق | اب وہ کچھ سنئے کہ جس سے ظاہر ہو کہ صدیق رضی اللہ عنہ کیسے شخص تھے اور ان کی نسبت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں خاص کر اس بیان کے بعد جو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ ان کے نزدیک مثل وہی آسمان کے تھے

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهُ قَالَ سَدَادٌ بِلَادُ أَبِي بَكْرٍ فَعَلَ ثَوْبَهُ الْأَوَّدَ وَدَاوَى الصَّدْعَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَدَّى إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ رَحَلَ وَتَرَكَ مَنْ يَطْلُبُ مَطْلَبَهُ جَدَّ فِي أَمْرِهِ وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِالْجِدِّ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی رحمت ہو ابوبکر پر کہ انہوں نے کجی کو سیدھا کیا اور ٹوٹے کو جوڑا اور سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دور کیا وہ صاف ستھرا کپڑا لے گئے اور عیب کم چھوڑے بھلائی کو پہنچے اور برائی سے بچ گئے خدا کی اطاعت کی اور اس سے ڈرنے کا حق ادا کیا وہ چل بسے اور لوگ ان کے طریقہ کے طلبگار رہ گئے وہ کوشش کرنے سے ملا اور دوسرے اس کے پانے سے عاجز رہے ۱۲ منہ

اور لوگ مختلف رستوں میں حیران ہیں کہ نہ گمراہوں کو راہ ہے اور نہ ہدایت والوں کو ہدایت کا یقین ہے یہاں تک فصل منہی خطبہ تمام ہوا ۱۲ منہ

امیر رضی کی خدمت جو منبر منصب خلافت کی ۔۔۔ گزارنا ۔۔۔ کہ امیر رضی

---

۱ یعنی جب ابوبکر کے شہر خلافت کی تکمیل ہو گئی تو ان کے رستے کا نہ ہونا ہدایت کا ہونا ہے کہ خدا ان کی ہدایت کو شخص جو ہدایت پر ہی ہو کب کرتا ہے

لیے پاس دار ق مذہب ابوبکر کے لفظ کی جگہ لفظ فلاں بدل دیا ہے تاکہ سنیوں کو
کچھ لغزش استدلال نہ رہے اور ان علامہ جی کی یہ عادت ہی ہے مگر اتنا نہ سمجھے کہ
ظاہر کے چھپانے سے کیا فائدہ؟ حضرت امیر المومنین سے پہلے کل تین خلیفہ تھے جس
کی تصریف ہوگی حنفیوں کا مسلک کہیں نہیں گیا لہٰذا دو وصف ایسے ہیں کہ خود ابوبکر
میں کا ایک بھی نہ تھا ایک تو یہ کہ ان کی خلافت اور دوسرا وصف کہ یہ دو وصف سوا ابوبکر
کسی میں نہ تھے اور کس پر منطبق ہوتے ہیں؟ اور کس کی خلافت
میں دین میں کمی رہی؟ اور کس کے عہد میں ارکان اسلام میں سے ایک رکن
ایک لمحہ کے لیے سست ہوا؟

ہاں ان کی خلافت میں البتہ بسبب وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
چار طرف سے فتور برپا ہوا بہت لوگ ادائے زکوٰۃ سے جو کہ اسلام ہے ان آئے سو
نہ ابوبکر صدیق نہ یہ فتنہ دین ان کے ہمراہ اور حسن انتظام اور خوبی خلافت کے
باعث حضرت امیر کے آنکھوں میں کھٹکتے ہوئے اور شیعہ کی جی میں کانٹا بنے ہوئے
گنہ بنے ہیں یا نہ کہیں حضرت امیر رضی اللہ عنہ پہنچانے کے فساد و فتنوں کو
دیکھ کر انہیں یہ کہتے ہیں وہ تمنا کرتے ہیں کہ ایسے زمانے میں ایسا شخص

ہونا چاہیے تھا۔

تصدیق کشف و کرامت اور کیوں نہ ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ تھے کہ جن
فضائل میں اللہ تعالیٰ کے جب چار طرف سے فتنہ دین کا نمودار ہوا اکثر صحابہ اکبر اکثر
پہلے تک کفر پر کمر باندھے ہوئے اور تو حید اسلام کے مٹانے کی فکر میں نہ رہے
یہ تھے کہ آپ نے ان فتنوں کو فرو کیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات
فضائل اسلام کے لیے ایک بڑا سہارا ہوئی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

الوقص، اس وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ بعض خطبوں میں جو حضرت ابوبکر کے متعلق ہے تو اس کے الفاظ ان الفاظ سے بہت ملتے ہیں جن سے شیعہ حضرات علی کی طرف ڈھنے ہیں پس اظہر یہی ہے کہ مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں لیکن جب شیعوں نے دیکھا کہ آخر یہ تعریف تو کسی کی اس خطبہ میں ہے تو انہوں نے کہا کہ آؤ حضرت عمر ہی کی تبلا دو حضرت عمر آخر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ ابوبکر صدیق رضی سے تو بہر حال کچھ ان کا پاس لحاظ زیادہ ہی چاہیئے لیکن ہاں ابوبکر صدیق رضی سے بھی لیکھا ہے اسی واسطے ہم روایت کہ خاص ان کی تعریف میں ہے اس کو بھی ذیل میں رقم کرتا ہوں۔

مناقب عمر بزبان میثم | سنن کتاب ہذا میں فرمایا ہے روایت کرتا ہے

جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو میں نے کہا حضرت علی کے پاس جانا چاہیئے وہ دیکھ رہے ہیں ہوں جو ان کے مخالف ہیں آیا وہ بہت لوگ ہیں جن کے منتظر بیٹھے تھے سو یہ دیر ہوئی جو حضرت علی رضی تشریف لائے اول تو سر جھکا لیا پھر فرمایا۔ لِلّٰهِ دَرُّ ابْنِ الْخَطَّابِ عُمَرَ وَاعُمَرَاهُ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَتَرَكَ السُّنَّةَ عَلَى مِحَجَّتِهَا أَصَابَ خَيْرَهَا وَنَالَ سَبْقَهَا مِنْ سَتَرَ عَوْرَةً وَمَنْ رَآهَا فَأَرْدَاهَا اسْتَقَامَتْ لَهُ الطَّرِيقَةُ وَانْحَلَّتْ عَنْهُ الْعَقِيقَةُ وَسَكَنَ الْهَيَجَانُ وَأَمِنَ الْأَضْطِرَابُ وَقَامَتْ قَنَاةُ الدِّينِ بِأَثَافِيهَا وَمَعَاقِلِهَا وَأَرْسَى أَوْتَادَهَا وَقَضَى أَمْرَهُ وَمَضَى لِسَبِيلِهِ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ وَالْمَنْهَجِ الْبَيِّنِ وَتَرَكَ الْأُمَّةَ فِي فِتْنَةٍ يَتَلَاطَمُ فِيهَا الْجَاهِلُ وَيَتَمَادَى فِيهَا الْغَافِلُ وَلَا يَسْتَفِيقُ مِنْهَا الْعَالِمُ وَلَا يَسْتَطِيعُ الْخُرُوجَ مِنْهَا الطَّالِبُ۔

اس عبارت کے متعلق کی ترجمہ پہلی روایت کے ہیں ہو چکا ہے جن کا ذکر ہو چکا روایت مقدم کو جن حضرت عمر نے ہی پر حمل کرتے ہیں لیکن اور لوگ کہتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پر کہتے ہیں۔ چنانچہ مرقوم ہو چکا ہے اور اس روایت کے الفاظ کتاب سے پہلے آ چکے ہیں آخر دونوں روایتوں کو جدا جدا شخص کے لئے بتلاتے ہیں تو کچھ حال نہیں حضرت

کی خلافت بھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی خلافت کا تتمہ تھا۔ بنیاد ساری باتوں کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی باندھ گئے تھے۔ تب شام اور ایران پر جو جہاد ہوا تو پرواز اس کا خلیفہ اول ہی دل گئے تھے اور جو ہولناک خلافت کے سب کی جڑ ہی درست کر گئے تھے پھر ان کا یہ شکریہ نہیں کہ وہ موجد قوانین تھے اور حضرت عمرؓ اس کے بنانے والے غرض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رستہ ڈال گئے ہیں حضرت عمرؓ اسی رستہ چلتے گئے اگر یہ وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق کے کاموں کو حضرت عمرؓ نے پورا کیا ان کو بھی موصوف باوصف مذکورہ بالا روایات اول نمبر میں ذکر کیا ہے۔

باب تقیہ و تقیہ

تقیہ و تقیہ ورن کے معنی ہیں بچنا۔ بہرحال گرفتاروں کو یہی مروز خاطر ہوگا ہم یہ بتلا دیں کہ فرمانے کے بعد ہم نے یہ بات کیوں کہی ہے تقیہ تک معتقد نہ ہوں گے تو یہ خیال رکھیں گے ہم نے ان کی بات نہ مانی ہے زیادہ کیا ہوا جو ہر قوم ہو گروہ جانتے ہیں کہ دنیا کے بندر ابھی ہیں شیعہ بھی نہ مانے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ہم سے عداوت رکھے گا اہل بیت کی محبت سے پہلے ان کی کب دیکھی ہے جو اب دیکھیں گے خدا جانے یہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ کی بات کا کیا اعتبار؟ سارے ائمہ نے تقیہ کیا ہے کون سی بات کون سا حق اور ناحق کہ حق کہتے کہتے ہیں۔ جب امام حضرت امیرالمومنین بیٹے ہیں جو شہرۂ شجاعت اور زور آزما رستم خدا اور ولی اللہ ان کا تقیہ اتنی مدت سے تو پکڑے تھے کہ ان کے زمانے میں تو کیا ہمارے زمانے تک ہمارے مذہب کی بنا ہی تقیہ پر ہے اور ہم تقیہ کو اپنا شعار سمجھتے ہیں تو ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے ہر گز نہ مانیں گے تو تقیہ کو کوئی ہمارا کیا کر لے گا کسی نے کسی سے ایسا بتلایا کہ وہ تقیہ نہ کرتے ہوں۔

اس نے تقیہ کی اصل حقیقت بھی کہہ کر کچھ دکھانی ہے۔ نہ انصاف سے یہ بڑا ہے دیکھ کتنی بڑی بات ہے کہ ان کی ذات کے ساتھ لگے ہوئے ہیں کہاں تک باتیں بنائیں۔ ہزار ہوں آفرین ہے ان لوگوں کی ہوشیاری پر کہ جن کا یہ دین سراسر پروپیگنڈے

ایسی نامعقول باتوں کا بجز ہرا اور تقیہ کے رواج ہو ہی نہیں سکتا اگر سنیوں نے ان کا حوالہ دیا تو بہت کا عذر کیا، امامیوں کا قول پیش کیا تو تقیہ سے انہوں نے اپنا سا منہ لے کر رہ جانا چاہیں تو اور کیا کریں؟ خوف جس نے ان کو یہ کہنا واقعی نہایت ہوشیار کیا، پر کم فہم بھی ہوں تو اتنے ہوں جتنے حضرت شیخ رحمہ اللہ دانہ کی ان کو کچھ تمیز نہیں، باتوں کیسے کیسے لوگ اس دام میں پھنس گئے ہیں خداوندی کو ایسی باتوں سے کیا علاقہ یہ فقہا یہود کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جن کو سبائیہ یہودی منافق دوراس کے شاگرد پیشہ تھے یہ قواعد شیعہ تصنیف ہوئے ہیں بہرحال اس حیلۂ اخیر کا جواب بھی دے لیجیے۔ شاید خداوند کریم کسی کو ہدایت نصیب فرمائے۔

تقیہ شیعہ کی بنی روایت کے آئینے میں | مخدوم من اول تو یہ خود روایت مذکورہ ہی غور پیش نہیں جاتا خاص کر پہلی دو روایتیں جن حضرت امام سجاد زین العباد رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام نے جو یہ مطلب کرام کی تعریف فرمائی دشمن مناجات خدا سے دعا کے وقت فرمائی ہے خدا سے کیا تقیہ پڑا تھا؟ کسی بنی آدم سے کام ہی گفتگو ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید ظالم ان صفات سے ہوا اور اگر خدا پر بھی ان اوصاف کا ظاہر کرنا تقیہ ہی کہیں تو اس سے نعیب کہ ان کے پیشواؤں کی خدا کی طرف سے کیا کیا تعریفیں شیعوں کو اپنا فکر چاہیے مجھ حق مذہب سراس کے اور کیسے کہتے ہیں کہ اللہ کی پیش پیرتو سارا کلام نہ بدان شاء اللہ تعالیٰ دوراسی رقت ہے کی آیت سے جواب باقی خدا کی طرف یہ تھا تو بھی نہ ہو سکتا کہ کسی کی تعریف کرنا بھی باعث ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہاں اگر شیعہ کہیں تو کچھ نہیں کیونکہ ان کے عقائد کے موافق آنحضرت ﷺ تقیہ ہی کچھ اس سے کم نہیں، بشیر خدا جانے۔

ثبوت براءت امام علیہ السلام بے نیت مخالفت بکثرت تقیہ کیوں نہ ہو | بالجملہ اپنی دست پیدا ہے جو کچھ کہنی تھی اس پر ختم کرتا ہوں کہ ثابت ہو گیا کہ امام کی صورت ان کے اعتقاد سے ہرگز نہ ہوئی۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہاں اگر شیعہ کہیں تو کچھ نہیں کیونکہ ان کے عقائد کے موافق آنحضرت ﷺ تقیہ ہی کچھ اس سے کم نہیں، بشیر خدا جانے۔

کی کیا حقیقت۔

دیدہ اور ظلم کشیدہ دشمنان سفاک تھے تپہ زدہ شجاعت کی جو حضرت امیر کی نہ ہمت تھی جو حضرت امیہ میں تھی اگر ان کے حق میں کوئی آیت نازل ہوئی ہوتی تو شیعہ کو کوئی ہیر تو نہ تھی بھی ہوئے لیکن ستم تو یہ ہے کہ حضرت میر کی نسبت یہ اعتقاد زور و شجاعت ہے کہ یکتائے علم و کرامت و استمرار صحبت و سعادت کہ زبان خلافت سے کر فی خلافت تک بے اندیشہ گذری اپنی نیند سوئے اپنی بھوک کھایا یہ اعتقال کیا جائے کہ ان کے جھوٹ پر قسم کھائی کہ ان کی بدولت آسمان گر جائے تو غلط نہیں زمین پھٹ جائے تو دور نہیں کجا یہ اوصاف حمیدہ اور خاندان علیہ کہ نگ بنگ بنیاد کے اوصاف ذلالہ سے کجا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کہ بزعم شیعہ ابلیس سے بھی بدتر کہ اس کا برا کہنا مستحب کبھی نہ ہوا اور ان کا بھلا کہنا اس سے بہتر کہ بھلا کہے تو ثواب نہیں کیونکہ موافق حدیث جَزَاءُ الْحَسَنَةِ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کے ایسے ویسے لوگوں کے فرمانوں کا ثواب دس ہوتا ہے اس لئے کہ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ جو نیکی کرے گا اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔

اور لعن شیخین اس قدر مقبول ہے کہ ان کی کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنی نیکیوں کے برابر ہے اور یہ فضیلت ابلیس اور نمرود اور فرعون اور ابوجہل اور ہامان اور عبد بن خلف اور ابولہب اور دشمنان خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا لعن و تبرا شاید بھی کسی کے برابر نہیں کیسی نے ایسوں ہی کی تعریف میں کہا ہے ۔۔ بیت ۔۔ اگر لیت و لعل نہ کرتا تو بات ۔۔ بالجملہ ایسے لوگوں کی تعریف ہوا ابلیس اور نمرود اور فرعون اور ابوجہل وغیرہ سے بھی بڑھ کر ہوا اور ان کا لعن بھی اس قدر کہ دس بڑے بڑے کلمات تبصرہ بین کئے ہیں ایسوں سے جن کا حیدر علی شیر خدا جن کے اوصاف اوپر مذکور ہو چکے کب ہی ہو سکتی ہے کہ فرمانے کے لائق ہوں کہ خدا کا بڑا ہی مبغض و فرا بردار ہو سو اگر کفر کے یہی معنے ہیں تو کہاں حیدر اور کہاں ایسی گالیاں تو جتنی ہیں سب شیعہ دے لیں ہم تو اس طرف سے الحمد للہ آپ ہی نہ ہوگا

بہت۔ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؛ جواب تلخی زیبد لب لعل شکر خارا

سبحان اللہ کس کس پر سے حضرات ائمہ کی حرمت بلکہ ننگ گرہٹاتے ہیں۔

خیر ہم سے شیعہ اہم جانیں کچھ دوا نگشت زیادہ ہی ہوں گے پر اتنا ہی رشیعہ سنوار کر

جہان بھر کے عیب لگاتے ہیں اور خوارج اہل حق کی طرح بے سمجھے بوجھے گنوار کی سالٹھ

مارنے لگتے ہیں۔

حکایت تقیہ کی روایات کتب شیعہ پر وہ کذب بیان کرتے ہیں [illegible] قصہ یہ خر پڑھ نقلوں کے سامنے

کہ ائمہ مسلمین حرب شدید یا اور وجہ جین و امان کے لئے وجہ تقیہ کیا کرتے تھے تیسرے

نفر اس کے کہ قتل کے خوف سے یہ کام کرتے ہیں گزشتہ کے نئے کتاب ہیں یوں ہی قابل

تمسک نہیں کہ جن بزرگوں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہیں ان ہی بزرگوں کے

فرمانے ہوئے کی صدہا کتابوں میں منقول ہیں پھر وہ بلا تقیہ کی تکذیب کرتی ہیں ہر چند سب

کو ہیں مگر ہم یہاں صرف [illegible] حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا قول تقیہ کے بطلان پر دلیل قوی اور برہان کامل

ہے خلافت الایمان ایتہ التقیۃ حیث یضرک الکذب حیث

ینفعک یعنی ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جہاں جھوٹ بولنا نفع دیتا ہو وہاں سچ بولنے کو ترک

کر دے جب جھوٹ نفع دیتا ہو وہاں سچ بولنا ضرر کرتا ہو تو ایسی جگہ جھوٹ کو چھوڑ دینا

ایمان نہیں کہ کذب ہمیشہ ضرر ہی کرتا ہے بسا اوقات کذب نافع ہو جاتا ہے پر سچ بولنا ہلاکت

کا باعث ہوتا ہے

[illegible] | [illegible]

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ کَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُکْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ وَ کَذَّبَ بِهٖ قَوْمُکَ وَ هُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ مَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ لٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ وَ ذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ ذَکِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا کَسَبَتْ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ وَ اِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ لَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ وَ هُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَ لَهُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ وَ هُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْٓ اَرٰکَ وَ قَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَکْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ وَ لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ وَ کَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَکْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّکُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ وَ تِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ لَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحُکْمَ وَ النُّبُوَّةَ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ کَثِیْرًا وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَ لَآ اٰبَآؤُکُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ وَ هٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمُ الْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ کُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِکُمْ وَ مَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَ ضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا وَ مَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ وَ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَ لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَکُوْا وَ مَا جَعَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا وَ مَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَکِیْلٍ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةَ وَ کَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَ لَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ وَ لِتَصْغٰٓی اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ اِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِهٖ مُؤْمِنِیْنَ وَ مَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ وَ اِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ وَ لَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْکُرُوْا فِیْهَا وَ مَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَکْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَ قَالَ اَوْلِیٰٓئُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىکُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ مُهْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ وَ لِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ وَ رَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ وَ یَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ کَمَآ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَکَآئِنَا فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ وَ مَا کَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِهِمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ وَ کَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَکَآؤُهُمْ لِیُرْدُوْهُمْ وَ لِیَلْبِسُوْا عَلَیْهِمْ دِیْنَهُمْ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ وَ قَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُکُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا وَ اِنْ یَّکُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَکَآءُ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُکُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ کُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىکُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَ عَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِکَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقُلْ رَّبُّکُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ

ثُمَّ رَمٰی بِنَفْسِہٖ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا ذُبَابَانِ کَالْبَعِیْرَیْنِ فَاَتَیَا
فَاہَ وَقَدْ اَقْبَلَ نَحْوَ عُمَرَ لِتَبْتَلِعَہٗ فَقَالَ عُمَرُ لِلّٰہِ اَبُو الْحَسَنِ
لَا اُعْلِمْتُ بِغَضَبِہٖ شَیْءٌ وَجَعَلَ یَتَمَرَّغُ اِلَیْہِ فَضَرَبَ یَدَہٗ اِلَی
الذُّبَابَانِ فَصَارَتِ الْفَرَسُ کَمَا کَانَتْ فَمَضٰی عُمَرُ اِلٰی بَیْتِہٖ الخ۔

یہ روایت بہت بڑی ہے جہاں تک نقل کروں اتنے الفاظ کی بہت بڑی [illegible]
اس کا بیان کئے دیتا ہوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی کی خبر
پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعہ علی کو برا کہتے ہیں سو آج رات سے بعد مدینہ کے باغوں کی طرف میں
ان کے ساتھ آ گئے حضرت علی نے فرمایا اے عمر مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا
کہتا ہے عمر نے کہا اے میرے اپنی خیر منا۔ حضرت علی نے فرمایا تم اتنے ہو گئے کہ پھر کہاں کہ بیٹھ
پڑ ڈالا تو ایک اژدہا اونٹ کے برابر منہ کھولے ہوئے حضرت عمر کی طرف لپکنے کے ارادے سے
دوڑا عمر نے کہا خدا کے واسطے اے ابوالحسن میرا اس کے بعد ایسی بات کہنے پر
اور لگے گڑگڑانے۔ حضرت علی نے اس اژدہا کی طرف ہاتھ لپکایا پھر وہی مکان کی
خیر عمر اپنے گھر چلے گئے اس روایت کو دیکھئے تو تشیع کی تو گردن ہی توڑ دی۔ خالی
اور اصحاب میں بڑی دھوم دھام حضرت عمر کی ہے اور سنی بھی انہیں کی شوکت دم بھرتے
بہت زبان پھولا کرتے ہیں سو جب ان کا یہ حال ہے کہ ایک کلمہ سے ان کو ذرا دبا دیجئے
تو فقط اشارہ کرتے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے فعل
اور حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک کیا گیا ہے اور بنی کا تاج ان سے کر دیا اور ان سے
بیعت کرنی اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے گئے یہ سب اور جب حق تھا کہ ہر جگہ ہر موقع پر
اور قدرت اور اس کے ہاتھ کا آدمی اور کہاں تھا جو ان سے نہ لیتا یا اس کا کرتا اور کرتا ہے
اور بل اور یہ قدرت خدا دے کسی کو ہوتی بھی تب نہ صبر فاطمہ زہرا کرتیں نہ
بل ہند جو تمام دنیا کے آدمیوں کے ہاتھ دو دو بیاہ چکی ہیں ان میں کا بھی اور چپکی اس
سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر ارجمند حضرت ام کلثوم

تقیہ از روئے عقل و نقل و عزت

آپ بھی دنگ رہ گئے اور صاحبزادگی بھی، پھر صاحبزادوں میں بھی ایسے دلیر نکلے، فوج جرار کا مقابلہ کیا خانوادہ نبوت خصوصی اور تکمل کا تھا اور بہن سے رخصت کے وقت عین شباب تھا اور تیسرا تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سنگدل نے حرم محترم زنان عبیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا شیعوں کو شہادت نامہ کربلا سے ہی ہوگا کہنے کی حاجت نہیں۔

تقیہ از روئے عقل و نقل و عزت

بالجملہ روایات تقیہ و تقیہ کی جو اقسام ذکر ہوئیں ان سے شیعوں پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ہم کو ضرورت ہے کہ بجز اتباع ائمہ معصومین کے لیے کوئی بہت سے مگر نظر اس حجت اور ہر تقیہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور نقل اور عرف سے بھی اس بات میں مستند دیکھا دیں تاکہ شیعوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ ہم کس جواب خرگوش ہیں اور ہوش ہیں جناب من عقل کی رو سے دیکھئے تو پیغمبروں اور اماموں کا تقیہ بیجا ہے جب کسی معاملہ کو لڑکوں سے چھپانے اور تادیب کے لیے ہوگا کہ ہر ایک بات کو ہر ایک سے کہہ دیتے اور وہ معاملہ تقیہ کیسے خراب ہوتا تقیہ کرنا ہر ایسا ہر جاہل و عاقل کو اہل مکتب یہ ہو دے کہ پڑھیے، پر چاہیے تمہارے اور لڑکوں کے سامنے کوئی لفظ نہ لکھے، خبردار ایسا نہ کرنا ورنہ کوئی دیہاتی آئے گا جو کچھ نہ جانتا ہوگا تم سے کوئی لفظ پوچھے گا تو تم کہو گے کہ ہم نہیں جانتے ہم نے نہیں پڑھا ہے نہ یہ کہو گے کہ ہم جانتے ہیں مگر تمہارے سامنے نہ کہیں گے بلکہ وہ کہیں تو ان کے سامنے کہیں گے۔

اب نقل سے سنئے فرماتے ہیں کہ یہ تقیہ عقل کے موافق اور اس میں ذرہ بھر فرق نہیں اور ہمارے تقیہ میں کفر ہے اور تقیہ کرنے سے ہمارا ایمان جاتا رہتا ہے اور ہم کو ہر بات کے کہنے کی اجازت ہے اور ہم کو ہر بات کے کہنے کی اجازت ہے اور ہم کو ہر بات کے کہنے کی اجازت

خدا کو محکوم بنایا اور اس کے احکم الحاکمین ہونے سے جو کہ قرآن مجید میں مذکور ہے ہاتھ اٹھایا دوسرے الفاظ میں خدا کو گنہگار اور تارک فرض ٹھہرایا تعالی اللہ عن ہذہ العیوب کبیرا۔

تقیہ از روئے کلام اللہ اور از روئے نقل تقیہ کا حال پوچھنا ہو تو سنیے کہ اللہ تعالیٰ آیت ۱۱ سورہ ۲ میں جو کہ حضرات شیعہ آپ کرتے ہیں اور اماموں کے ذمہ لگاتے ہیں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تقیہ نہ کرنے کی جو بول کر اہم اللہ سے بھی چھ ہوگئی تو یہاں تک کہ جان تک بھی تقیہ کے نہ کرنے ہی کی بدولت گئی کہ اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہم تقیہ کرنے والے اگر شیعوں کو یہ جبر یاد نہ ہونے کا اہم تک کہ میری ذات جل کا انتقال ہوگیا کہ کلام اللہ میں سورہ ۲ میں دوسرے سیپارہ میں نصف سے کچھ بعد یہ آیت ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔	یعنی کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ حالتیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں۔ ان کو فاقہ اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب ہوگی سو خبردار اللہ کی مدد قریب ہی لگی ہوئی ہے۔

اور اس آیت کو کل دیکھیں سورہ آل عمران میں جو کہ سیپارہ میں ہے نصف کے یہ آیت ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ	بہت سے نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں پھر اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر آئیں ان سے وہ نہ تو بزدل ہوئے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ہوئے نہ کفار سے کچھ دب کے اور اللہ
تو ہروں سے محبت رکھتے ہے۔

تقیہ نہ کرنے کا سبب بیان ان دونوں آیتوں کو خوب بنظر غور اور بچشم انصاف دیکھئے اور بے رعایت و فریب کہئے جناب باری کس طرف ہے وہ تو یہ کہ مومنین کے حق میں فرماتا ہے کہ تم نہ سستی کرو نہ غم کرو (یعنی) وہ تمہیں ان باتوں میں تمام سے بڑھ کر ہو گے بشرطیکہ آیت کی رو سے تم مومن ہو۔ اور آیت کے معنی صاف ہیں کہ اگر تم سچے مومن ہو گے تو ہم تمہاری مدد پر ہیں ہی ہوئی۔

اور دوسری آیت میں تقیہ نہ کرنے والوں کو کفار سے ڈرانا ضعیف ہونے تقیہ کرنے والوں کو کفار سے ڈرانا اس لئے ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان لوگوں نے کفار کے آگے پاؤں ٹیک دیئے ہیں اور ہمت ہار بیٹھے ہیں اور یہی آیت ہے اور کہ تقیہ کے سر سینگ ہیں پھر دونوں آیتوں کو ملا کر ضعیف ہونے تقیہ سے ڈرانا نظر کو کیونکر بھائے گا اگر اس سے ذرہ بھی انصاف کی بو آئی ہو گی تو ضرور بھاگ جائے گا۔ لیکن آفرین ہے شیعوں کی ہمت پر کہ ایسے پکے ثبوت کو بھی نہیں مانتے ہیں جاد کو کیوں سر دھنیں اور جب تک ہاتھ سے نکل جائے اور گلے کا ہار نہ ہو جائے کیوں ہاتھ سے نکلنے دیں۔

قدر سنگ و گوہر کا جوہری داند
قدر لعل و گوہر کا خریدار نیست

اس آیت سے تقیہ کا ثبوت ہونے کے علاوہ ہر عقلمند فہم کے نزدیک تقیہ کی ضرورت اور اس کے شیعہ کا شعار ہونے کی وجہ بھی اس آیت کے ذریعہ سے ظاہر ہو گئی کہ جناب باری تعالیٰ اس امت کے لوگوں

کو خاص کر صحابہ و پہلی امتوں کے حال سن سن کر سست ہو رہے ہیں تقیہ کرنے سے روکتے ہیں اب اہل انصاف سے التماس ہے کہ باوجود ان تنبیہات کے کوئی نہ مانے اس کو کیا کہیے وہ کار و گفتار سے ہوگیا

جیسا اہلِ تقیہ فرماتے ہیں۔

تقیہ سبب حق ہے کہ موجب توسل حق تعالیٰ ہے کہ تقیہ والے مورد لطف ہیں

کبھی نہیں خاص کر ایسے تقیہ کے ساتھ کہ بزعم شیعہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مکہ کرتے تھے اپنے دین کے ساتھ کہ ان کے تقیہ سے ہوا ان کے

بلیس تک بڑھ کر کے پہنچ کر اس کی طرف شر نہ پہنچا بیشہ ہمیشہ اور ہمیشہ

ہمیشہ کی رفعتوں میں تحریر کو سہرا خداوند کریم نے

انتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ

نصیر اپنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل حق و ناصر کے ان کی جو

کے موافق کچھ بھی کرے گا تو تیرا کیا نہیں نہ تیرا کوئی دوست بچے چھڑا سکے گا

تیری مدد کرنے والا ہے جو تجھ کو کافی ہے گا اور ہمیں تقیہ کا

وتبسم پھر بھی ان کی دلجوئی سے باز نہ رہے خدا کی خوشی ہر ان کی خواہش

کو مقدم رکھے۔

انبیاء خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے الٰہی خداوند کریم تو ہمیں تقیہ کرنے

روکے اور شیعہ تو ہمیں کرنے کا اور دوسروں کو نہ کرنے

رسالت کے پہنچانے والوں کی جو شیعہ کے نزدیک ہیں اور ان کے

بارگی ہدایت ہوئی فرماتا ہے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے نہیں اور اللہ کے

ڈرانے نہیں کرتے تیرہ سو برس کے بیچ میں رکن ہیں یہ آیت موجود ہے انبیاء کے

میں فرماتے ہیں الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ

یعنی انبیاء کے وہ صفتیں ہیں تے ہیں اللہ سے اور کسی سے نہیں ڈرتے

کرا اور کسی سے نہیں ڈرتے اس آیت کو دیکھئے کہ فقط انبیاء کا نہ ڈرنا ہی اس میں نہیں جو کوئی شیعہ یوں بنے لگے کہ تقیہ دین کے چھپانے کو کہتے ہیں کیا ضرور ہے کہ ڈر ہی کے سبب چھپاتے ہوں بلکہ کچھ اور مصلحت ہو یہ احتمال اول تو ان کا جی جانتا ہے کہ کیسا لامعقول ہے پھر باایں ہمہ شاید کوئی اس بات میں کچھ زبان زوری کی کرتا لیکن جب باری تعالیٰ نے تو علم الغیب سے شیطان کی بہت دور کی تدبیر پہلے ہی سے جانتا تھا اسی لئے پہلے ہی یہ پھبتی لگا دی

الزیت یہ فنون رسالات ۔

خلاصہ انبیاء کا تبلیغ کا یہ کیسا امر | یہ نہیں ہے کبھی خاص کر جناب عمر رضی اللہ

علیہ وسلم کا زمانہ ہی کہ جب تک خلیفہ کے ہاتھ سے دنیا کا کام چلتا ہو اور کوئی کسی قسم کی سختی اندر

اندر نہ ہونے پائے تب تک تو وہ بھی فرماتے ہیں فَصَدَعَ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ

عَنِ الْمُشْرِكِينَ یعنی سنا دے کھلم کھلا جو تجھ کو حکم ہوا ہے اور مشرکین کا کچھ خیال نہ کر اور

پھر جس کا گلا یہ پڑا کہ کیسا ہی باطل ہو جائے کہنے میں قصور نہ کرے جیسے شاعر

آواز دے اور کہیں تو ہو اور کہیں تو ہو اور کہیں تو ہو کان آکر رضی اللہ

عنہ ہو تو ہو لیکن ان کو بھی یہ آیت لاحق ہوئی ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا آفتاب ان کے سر پر تھا اور ان کو اس بات کا یقین تھا کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں

دل کو لگتی ہے اس آیت نے ساری مت کے فرقہ بات دب کر دی جیسے رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے ایسا ہی ان کے نائب بھی نہیں ڈرتے

تھے کہ کوئی کچھ کہے ہم تو اپنا کام کئے جاتے ہیں اور اسی کے لئے بھیجے گئے ہیں بلکہ شیعوں

کے مزاج سے تو یہ بات بعید ہے کہ کسی سے ڈریں اور کسی کا لحاظ کریں

کہ اپنے ہوتے ہوئے اس زمانہ میں زیارت کو کوئی جائے

انبیاء و ان کے نائب سب کا تعلق اللہ و تبشیر ہے | یہ خدا کو کہتے ہیں رَبَّنَا مَا نُرْسِلُ

الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۔ انبیاء نہیں بھیجتے ہم مگر خوشخبری

دینے والے اور ڈرانے والے یعنی ان کا تعلق اللہ سے فقط اتنا ہی ہے کہ وہ

کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے سو ہم تم کو سناتے ہیں جو اللہ

آنحضرت کی بعثت کا مقصد ان کے نزدیک [illegible]

علیہ وسلم کے بھیجنے کی غرض میں بیان فرماتے ہیں کہ دین کے [illegible]
فتح اور سورۂ صف اور سورۂ توبہ میں ہے جو حق آنحضرت صلی اللہ
لیظہرہ علی الدین کلہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے آنحضرت
کو ہدایت اور دین حق دیکر اس لئے بھیجا ہے کہ اس دین کو
دینوں پر غالب کرے اور یہ غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہے اور کہتے ہیں کہ اظہار دین حق آنحضرت کے زمانہ میں
نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہوا اور دین کی ترقی

اور اگر یہ نہ کیا تو اس نے پیغام پہنچایا اس کا پیغام اس طرح ادا نہیں کیا جاتا ہے۔
وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتی نیکی کی طرف حکم کرتی
اچھی بات کا اور منع کرتی برائی سے۔ سو یہ حکم ظاہر ہے کہ اہل علم کے ساتھ
مخصوص ہے اسی واسطے کہ عالم اور درویش سے جتنا کوئی زیادہ جانے ویسا ہی اس
فریضہ زیادہ ہوگی۔ سوا عالموں سے زیادہ اس باب میں (اور کون) ہوگا جو بیٹھے
منہ پر لگا کر بیٹھ رہیں اور سوائے فتوے لکھنے کے نہیں جانتے اپنا کام
ہوئی اور اگر احکام الٰہی بجا لانے میں آتا ہے کہ حاکم اہل زمانہ کے خلاف ہیں ہوں گے
واسطے ہیچ فرمان پر دار کوئی کرتا ہے تو نہ پھر یہ کوئی کرتا ہے
کے خلاف کوئی بات بتاتا ہے اور لاکھوں میں سے ایک آدھ اہل حق کے ساتھ
سو تو ہیں نکلتے ہیں باقی سب دنیا کے بندے ہیں پھر اس وقت اگر دنیا
اپنا ساتھ دے تو اس میں اور دنیا داروں میں کیا فرق رہا پھر کون اس کو
یاد کرے گا مذہب پھر بادشاہ کو برا کہتے ہیں کہ ہم تو دین کے سبب
جان اور عزت بھی خطرہ میں ڈالی اور اگر ایسے وقت میں پکار اور لوگوں کو بلائے تو
مال سے مدد لاوے پھر سنی کا وقت ہے اللہ کا وعدہ ہے کہ ہر سو برس کے
نصرت کیا ہے چنانچہ بیت ثم حسبتان تدخلوا الجنۃ الخ کے آخر میں یہ آیت
ذکر ہوئی ہے تو پھر ہم سے پہلے لوگوں کو کیا سبب آسان ہوا تھا
آخر تو پھر کیسے مرنے والے تھے انبیاء کے جن کو اللہ نے
کی مدد نہیں ہوئی اور پھر اگر کہو کہ ان کا ہونا اللہ کے علم میں
ہی کام ہوتا ہے جس کا ہونا کے لیے دیر ہو اگر ہے تو بیشک تو نے اتنا
فرض ہوئی اور ان کی تعمیل سب پر فرض ہے۔ چنانچہ ایک
ہی کام کرتے ہیں اور پھر اللہ ہی مدد کرتا ہے
سے بھی آپ کا بچنا ممکن نہیں جیسے کہ فرمایا ہے

آنحضرت کی مکی زندگی کا تجزیہ

سوانح آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کے تمام انبیاء کے حالات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس قوم میں انہوں نے دعوت پیش کی اگر اس قوم نے ان کی بات نہ مانی تو وہ قوم عذاب الٰہی سے برباد کر دی گئی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی نبوت کے ابتدائی تیرہ سال تک کفار مکہ نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ آپ کا مذاق اڑایا۔ آپ کو ایذائیں پہنچائیں۔ آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو عذاب الٰہی سے برباد نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی قوم میں ابھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو آپ کی دعوت کو قبول کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی تاکہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کر سکیں۔ اور جب ان کو آپ کی دعوت پہنچ گئی اور ان پر حجت تمام ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے نکلنے کا حکم دیا۔ اور آپ کے ساتھیوں کے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائی۔ اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں کا آپ کو وارث بنا دیا۔ اور ان کے مال و دولت کا آپ کو مالک بنا دیا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کا آپ کو مالک بنا دیا۔ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال و دولت اور ان کی عورتوں اور بچوں سے آپ کو متعلق ہو سکے۔

اور ان کے ساتھ اور اپنے اور ان کے ہر کوئی ایسا ہی نا پسند ہو اس کو ترک کرنا
کنارے سے موافقت جائز ہے بشرطیکہ جان کا یا کسی عضو کا اندیشہ ہو (اپنی یا اپنے اور
یا مال باپ وغیرہ کا) اور اگر کچھ ایسی تکلیف کا اندیشہ ہو جسے تحمل کر سکے تو پھر کنارے
موافقت کرنی ہرگز جائز نہیں۔

صبر کے فضائل اور ترغیب میں سے اور بہت سی آیات ہیں جن کو ہم نے
تقیہ کی حقیقت کہتے ہیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ آیات نہیں کتاب اللہ میں آئی ہیں نہ
لیوں ہی کے واسطے ہیں نہ ان آیتوں میں کیا نہ ہے تو صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور
پاؤں اور فتنہ میسر آتے ہیں وہ حضرت اور قبلہ بن جاتے ہیں اسی لئے کہ ان میں صبر
صبر کی تاکید سے آئی کسی اور چیز کی نہیں۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ
آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی سب انسان تو ٹوٹے
میں ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی
پر قائم رہنے اور صبر کی نصیحت کی یہ شیعوں کے مذہب میں حق کوئی آدمی کہاں تک
ڈرا لینے کی آیت ہے، اور کبیرہ گناہ کے ترک کے واسطے ہیں اس قدر ہے کہ
جو تمام حق خاندان کے لینے دینے کے واسطے ہیں کیا نہ ہے صبر کی ضرورت ہوتی ہے ان میں
اختیار چاہیے اور وہ اس کے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ وغیرہ آیات صبر کو اللہ بڑا مددگار اور اچھا نتیجہ صبر کرنے کے
بھی نہ تو اس کے ساتھ ہیں یہ جس کو اس کی حکم آیا ہے اگر تقیہ کرنا ہے تو اس کے
ہے اور ان آیات کی مخالف دل سے نہ ہو کی کے لئے اور ان کے واسطے ہو جن کے
خوف میں اور وہ بھی ہمیشہ واجب نہیں کہ ترک ہی کرتے رہیں کبھی نہ کبھی
بھی تو واجب ہے کہ بقدر ضرورت کرے۔

جہاں اظہار حق نہ ہو سکے ہجرت واجب ہے | اور یہ ثابت ہے کہ ہجرت کی وہاں ہے جہاں
قدرت پائے اور کہاں کہیں ایسی جگہ ہاتھ آئے جہاں اظہار حق کرنے لگے
کیونکہ کلام اللہ میں ہجرت کی برابر تاکید ہے جگہ جگہ آئی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ

فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔ یعنی میری زمین فراخ ہے تم کہیں کیا ہے یہاں بن
بُرے وہاں ہی چلے جاؤ اور میری ہی عبادت کرو، دوسرے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا
اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ
سَآءَتْ مَصِیْرًا۔ یعنی جو لوگ ظالم ان کی جانیں قبض کرتے ہیں اور وہ ہجرت کے
قدر میں تقصیر کرتے تھے تو فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ کس کام میں تھے؟ اور کہتے ہیں کہ ہم
ضعیف تھے بے بس ایک زمین میں پڑے تھے فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع
نہ تھی جو تم ہجرت کرتے سو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے انجام کی"
اور سوا ان آیت کے اور بہت آیات میں ہجرت کا حکم ہے سو ہجرت کا حکم اس نزدیک
سے ہوتا ہے کہ احکام دینی ظاہر نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ خود کو یہ بشرائط مذکورہ جائز ہو
وجب نہیں فرض ایسے تو ہے کہ کفار کو جو زمین پر ہیں تلوار سے کیا اور ایسے ہر گز خفا
تو جائز نہیں ان کو یہ لازم ہے کہ گر وطن میں یا جہاں کہیں وہاں خدا تعالیٰ کی

تو وطن چھوڑ کر چلے جائیں۔

کرامیں کی تحقیق فن ہے | چنانچہ آیہ کریمہ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ
مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ
تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ اجازت دیتی ہے
جازت ہونے کی کہ چنانچہ کہ کفار سے موافقت اور دوستی مت کرو ہم
بچاؤ تدبیروں کی ہو سکتی ہے کہ آدمی اس جگہ سے چلے جائے لیکن اس کے لئے اپنے ایمان
آیت کے لکھے دیتی ہیں کہ آگاہ ہو کہ مومن کافروں کو یار دوست نہ بنائیں مومنوں سے
موافقت اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے ہاں کسی شمار میں نہیں مگر ہاں یہ کہ تم ان سے
بچاؤ کرو اور یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان سے بچائے رکھو اور اللہ تم کو اپنے عذاب سے ڈراتا ہے
یعنی ڈرنا چاہیے کہ میری طرف آنا ہے کافروں سے کیا ڈرنا ان سے موافقت کر

جب کر لے جب ان کی طرف کہیں جانا ہو تو کہتا ہوں کہ کوئی ان کو نہ پہنس جائے مجوس ہو یا مثل مجوسیوں کے ہیے اور اپنا ہاتھ کرنے والے ان کے عورتیں بیاہ اور پھر لیسر کفار ذمہ دستی ہی کریں وہ ہر دستی کہ ہیں کہ کوئی اس کو اٹھا نہیں سکتا جیسے تیر و قتل تو ہر اختیار ہے اور جب اس کو کل کیسے کیونکہ اَنَّ مِنْ مَکْرِہِنَّ لَتَزُوْلُ مِنْہُ الْجِبَالُ ان سے معلوم ہوتی ہے کہ مراد کی صورت میں فقط بات ہو افتت کرلے ہیں جو مذکور ہوا لیکن ان آیات سے جو خدا کی راہ میں جانے کے فضائل ہیں ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ثواب اسی کو ہے۔

صیدنا ابراہیم کے کسی فعل سے اخلاق میں ثابت نہیں ہوتا

پرانے تو کمال بے حیائی کی بات ہے ہوں نے بظاہر جو ہوا ہو تو ہوا ان کا مذہب ان کا مذہب ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے اپنی ذاتی کیا اور بت پرستی سے منع کیا اور تبلیغ کرنی شروع کی تو ان کی اول تو مخالف ہو گئے اور ان کو کہنا انتا اور کہ ہم کو دھمکانے لگے کہ کسی طرح ان کے تبلیغ کو توڑ دیں آخر آگ تیار کی اور ان کو اس میں ڈال دیا انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھ کر یا کتاب بنی ہوئی دیکھ کر بیمار ہونے کا بہانہ کر دیا جیسے ہم کہا کرتے ہیں سوا نہیں بھوکی رہنے کی وجہ سے کچھ ہوا ہے کہ ان کو ہو گیا ہے ہم نے ان کو کہا ہے کہ بیٹھ جاؤ آدمی بیمار ہوا ہی کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات معمولی ہوتی جب وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو ان کے بتوں کو توڑ دیا۔

آخر جب کوئی بات نہ چلی تو ان کو آگ میں ڈال دیا

[illegible] تو علاقہ زوجیت کا انحاد تھا اور وہ بھی ہیں غرض کہ یہ جان جو حق کی [illegible] لائق ہے ایسا نہ ہو کہ ایسے قصہ میں جائے اور خدا کی راہ میں جاں نثاری کا [illegible] میں رہ جائے غرض اس جگہ جان کا بچانا بھی اسی لئے تھا کہ کل کو انہار حق کریں اور خدا کے کام میں جان دوں ایسے قصے ہیں نہ مروں۔ بالجملہ حضرت ابراہیم کے معاملہ سے آپ نے کمزور کمال دانشمندی اور خوش نہی پر دلالت کرتا ہے علی بذا قیاس جناب سرور کائنات صلعم کا ہجرت کر جانا اور غار ثور میں چھپنا یہ سب کا سب انہار حق کے لئے تھا ورنہ آپ اور کفار مکہ کی موافقت میں تو کچھ زیان ہی نہ تھا۔ اس کو تقیہ کہنا اس سے بھی بدتر ہے ایسا تقیہ یہ بھی ہے کہ آدمی دشمن کے ہاتھ کو ڈال سے روکتا ہے مگر یہ ذکر ہے تقیہ جب تو یہ دین اظہار حق ہے کیونکہ بچاؤ کی تو جب ہی ضرورت پڑتی ہے کہ دشمن کوئی ضرر پہنچانا چاہے۔

بچاؤ اور تقیہ میں فرق عظیم ہے اس بنا پر ہر کسی نے خائب تقیہ شیعہ اور بچاؤ میں سمجھ لیا ہے کہ ضرر کے لئے بچاؤ بھی تقیہ ہی ہے حالانکہ بچاؤ اور تقیہ میں فرق عظیم ہے۔ بچاؤ میں دشمن کے دل سے خیال ایذا نکل جاتا ہے کیونکہ تقیہ میں تو اپنے مذہب کا خلاف اپنے آپ کو ہم مذہب دشمن بنا لینا ہوتا ہے سو چونکہ اختلاف مذہب میں ضرر کے باعث تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو درصورت تبدیل مذہب دشمن ہی نہ رہے گا کہ ضرر کرنے کا خیال کرے بخلاف بچاؤ کے کہ اس میں دشمن اور ضرر کا خیال باقی رہتا ہے اور یہ بچاؤ کا قاعدہ ہے کہ جب تک دشمن کا خیال ایذا رہتا ہے بچاؤ کی تدبیر ہوتی ہے کہ اس کو ایذا نہ کر سکے۔ تو اس کا خیال ایذا نہ ہو تا دوسرے الفاظ میں یہ فکر کی ہوتی ہے کہ جب ہاتھ میں گئے تو ذبح کر دیتے ہیں پھر جب وہ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو پھر اپنا کیا ضرر ہوتا ہے کہ مذہب وہ بھی ہو جاتا ہے اور ضرر کرنے کا خیال ہی نہیں رہتا اور یہ ہے اصل کہ جہاں ایذا رسانی کا قصد نہ رہا وہاں تقیہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر بچاؤ میں بھی تقیہ کرنا ضروری ہوتا تو اس صورت میں [illegible] ثابت ہوتا ہے کہ [illegible] تقیہ ہے یا نہیں [illegible] ہے کہ [illegible]

حضرت امیر (نبرگم شیعہ) سنت ابوبکر و عمر کی
وصیت پر عمل پیرا نہ ہونے کے

جب یہ بات مقرر ہو چکی اور اہل انصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے اصول پر ہنگام قیام مکہ معظمہ اور اثنائے بیعت میں پیش آئے حضرت امیر کے اقوال سے ہیں وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش آئے اور دیکھیں کہ حضرت امیر نے ان کے ساتھ کیسے پیش آئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرتا تھا کہ ایک نہ ایک دن تو وفات پائے گا اور سنت ابوبکر و عمر کی کیے جاتے لیکن شکایت تو یہ ہے کہ حضرت امیر نے سنت ابوبکر و عمر کی کیوں نہ کی اور ان کی وصیت پر عمل کیوں نہ کیا اگر آپ نے طریق کار وہ اختیار نہ کیا جو ان کا تھا تو آپ نے ان کی مخالفت کی اور ان کی مخالفت کرنے والے کو ہم کیا کہہ سکتے ہیں اور کیا سمجھ سکتے ہیں اگر آپ نے ان کی مخالفت کی تو آپ کا کیا حق تھا کہ ان کی مخالفت کرتے اور اگر آپ نے ان کی مخالفت نہ کی تو آپ کو ان کی مخالفت نہ کرنے کا کیا حق تھا کہ آپ نے ان کی مخالفت نہ کی اور ان کی وصیت پر عمل نہ کیا اور ان کے طریق کار کو اختیار نہ کیا اور اگر آپ نے ان کی مخالفت نہ کی تو آپ کو ان کی مخالفت نہ کرنے کا کیا حق تھا کہ آپ نے ان کی مخالفت نہ کی اور ان کی وصیت پر عمل نہ کیا اور ان کے طریق کار کو اختیار نہ کیا اور اگر آپ نے ان کی مخالفت نہ کی تو آپ کو ان کی مخالفت نہ کرنے کا کیا حق تھا کہ آپ نے ان کی مخالفت نہ کی اور ان کی وصیت پر عمل نہ کیا اور ان کے طریق کار کو اختیار نہ کیا

حضرت امیر نے اپنے اقوال و افعال سے ثابت کر دیا کہ وہ بھی کسی کی اپنے اوپر
اور اپنے بعد کے لوگوں پر حجت نہ ہونے دیں گے

بنی رہتی ایک بھی جو مسند دین تھا اپنا بیٹھ رہتا وہ جانتا دین کی نہ ہوتی اور کچھ بات بگڑ بے جانے کی نہ تھا آخر قاتلان حضرت عثمان نام سے مخالف نہ تھے اور نہ ہی امام الشہداء کے برابر بے گناہ کبھی نہ تھے تو یوں ہے کہ یہ سب تہمت خواہ مخواہ لگائی ہے نامردہ پن ان حضرات شیعہ کا یا ہوا ہے۔ بے فلک ہنا جان عظیم۔

دوران خلافت میں بھی امیر پر تقیہ واجب تھا | اور طرفہ تر شیعوں کا وہ نسخہ اور شے ہے

جو بڑے محقق مذہب شیعہ ہیں وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت امیر اپنے اور حکومت کے زمانے میں بھی تقیہ باقی تھا، الٰہی یہ تقیہ نہ ہوا ایک جان کا وبال ہو گیا حضرت امیر کا پیچھا چھوٹتا ہی نہیں مگر کوئی ان سے پوچھے کہ اگر اس وقت بھی تقیہ واجب تھا تو امیر معاویہ کو کیوں معزول کیا۔ حضرت تو پہلے سے ان کے ذمے لگا فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کا مگر مجھ بڑا ہے حالانکہ مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس کی اصلاح بھی یہی تھی کہ ابھی معزول نہ فرمایئے ورنہ امت معزول فرما دے گی مگر آپ نے اور یہ نہ مانا آخر کو موجب کیا یا خرابیوں کا ہوا یہ سب شیعوں ہی کی کمائی ہے۔

سید مرتضیٰ صاحب کی دلیل سنئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خلافت مرتضوی میں بھی امیر معاویہ ہمیشہ ان سے لڑتے رہے مبادا آپ کی فوج اور آپ کے ساتھی آکر وہ کرتے جو آپ کے دشمن جان گذرے ہیں اور ان کے دل میں خلیفہ اول اور ثانی کا اعمال اور فضل جما ہوا تھا اگر حضرت امیر اس وقت کہ ابھی نئی نئی حکومت قائم کرتے تو بہت دشمن ہو جانے کا گمان غالب تھا کہ فوج بھی پھر جاتی اس سبب سے تمام خلافت میں بھی ان پر تقیہ واجب تھا اور اظہارِ حق حرام۔

اس اعتقاد میں ہر چند سید مرتضیٰ نے تمام عالموں کا خلاف کیا ہے کیونکہ وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ قبل خلافت آپ پر تقیہ واجب تھا اور بعد خلافت آپ پر نہیں تھا لیکن بزعم خود بڑی دور اندیشی اور کمال چالاکی کی تھی پر خراب نہ ہوئی۔

شرافت امیر میں تقیہ کے بہتان کا پس منظر | انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس کا یہ کیا کہ اگر میرا کوئی فعل حضرت کے ایام خلافت کے خلاف ہو تو اس کو نہ

خلیفۂ اول و خلیفۂ ثانی کی تعریف سے دیکھ کر ناک میں دم کر دے، یا یہ گرفت کرنے کہ دین شیعہ حق ہے تو حضرت امیر کی خلافت تو سب میں بہتر تھی آپ نے کیوں نہ اس کو شائع کیا اگر آپ دین شیعہ کو رواج دیتے اور اسے مشہور کرتے تو دنیا میں ہی دین ہوتا اور سنیوں کا دین نیست و نابود ہو جاتا۔ جیسے بوبکر اور عمر نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تمہارے گمان کے موافق نیست و نابود کر دیا اور اپنا ساختہ پرداختہ مشہور کر دیا تو آپ کے بعد کسی نے دین کے بارے میں خیانت کی گنجائش نہ پائی تو دین جیسے کہ اللہ حضرت امیر آخر میں خلیفہ ہوئے تھے یہ بات دین کی ترقی کے لئے ایسی نہ ہوئی کہ وہ دین بر کسی ترتیب کے ہرگز متصور نہیں پھر کیا سبب کہ دین اہل سنت و جماعت کی مشہور ہوا اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی دین ہی سنت ہی پسند تھا۔ غرض اس اندیشہ سے بہر حال آپ نے یہ چکر کھایا اور یہ پیچ لئے تھے حضرت نے ہاتھ نہ روکے ہوتے تو ظہور دین نہ کر سکتے۔ لیکن یہ نہ سوچی کہ خلافت اور ولایت اسے کہتے ہیں کہ ایک ہی تصرف ہو حکم احکام چلتے ہوں محصول اور خراج وصول کرتے ہوں ان کو خرچ دے سکے تو یہ بات ہوا شمار کے اور کون سے ملک میں ہوئی خود ہی نہ تھی خود ہی بغداد و شام و عراقین اور آذربائیجان و فارس اور خراسان میں بادشاہ تھے کوئی بھی بھروسہ نہ تھا کتنی امیر تھے وہ کے پاس تو اتنا کہا تھا کہ ہر ایک ہی حکم چلاتے تھے بادشاہ کرتے تھے وزیر ابوبکر سبھی کو دیکھو کہ ہر ایک ہی سیاہ فقط کب میں حکومت ہوتی تھی اس عالم سے تشریف لے گئے ہیں

پہنچا کر دشمنوں سے نہ ڈرنے
حضرت نے بے سروسامانی میں اظہار حق کیا ابوبکر جیسے بادشاہ وقت سے ٹکر لی اور کہہ
شجاعت کہ اتنے دشمنوں میں بھی نہ گھبرائے۔ حالانکہ کفر کے دشمن ڈالی کے ایک
تھے اور یہ بیچارے تو پورے لشکر سے بادشاہ تھے۔ اور حضرت علی کی شجاعت و بہادری
اور زور و قوت اور شوکت و سطوت اور ریاست و حکومت کا ہر کوئی معترف ہے
اور اس جزیرہ میں سے نصیب نہ تھا اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ آنکھ
فرمائیں اگر ابوبکر صدیق کو یہ اوصاف کہیں سے مل جاتے پھر افسوس کرنے کی
ہی دنیا میں رہتا ہزار افسوس تو بالکل یہ کہنا آپ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ
کہنا تو زیبا ہی نہیں ہے۔ ترکش صاحب کس منہ سے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں صاحب
سنتے تو کیا فرماتے ہیں کہ حضرت علی کے ساتھ قریش میں سے کل بنی ہی آدمی تھے باقی
قبیلہ مل گیا کہ ساتھ دیں لیکن آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ بالکل شیعوں کے اقرار سے
ہی کو فیان یا تارکین جہاد تھے اور فضل شیخین کا دیکھ لے۔ عقل و ایمان کے
ان کی یہ روش پسندیدہ تھی ایسے ہی بیٹھ رہتے ہیں تو حضرات کے طرز
کا طریقہ کبھی سے مثلے یا دیں۔

مبہم گفتگو کرتے تو کیا آخر میں نفس کی دھوکہ دہی ہے
کہ مثلاً کسی متقی ہوتے ہیں تقریر کا آدھا حصہ سن کر میرے ہاتھ کی ہوا ہو جاتے
بلکہ جس کی مذہب کے ان میں یہ بشارت پہنچی کہ جنتی ہے اور کہہ رہے
کیسے ہی دین کے پکے کیوں نہ ہوتے حضرت میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں
دین کی تحقیق تو دور سے رہے گئے ایسا دین اور ایسا ایمان تو ہے
اگر اس دین کو کرتے تو ایک عرب اور ایک عجم بھی اس دین کو
سنیوں سے مقابلہ ہوتا تو کیا ان میں سوچ ہوتا کہ اپنے نبی آخر
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی اور قرابت کو کیا ہوا ہے

برادر یا اولاد تھے خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل بلکہ خود حضرت عمر کہ ابوجہل کے بھتیجے اور ابوبکر صدیق ابن قحافہ کے بیٹے حضرت عثمان ابوسفیان کے قرابتی تھے ایسے ہی تھے اور لوگ ایسے ہی تھے۔

مقربان الٰہی کا طریقہ انبیاء حق کی جفائیں اٹھانے میں اب بس کیجئے اور ایک دو آیت لکھ دیجئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ مقربان الٰہی کا کام ہمیشہ سے ستم کشی اعداء دین رہا ہے اور پہلے لوگوں نے ان کے ہاتھ سے ایذائیں اٹھائی ہیں اور خاص کر یہ کہ دین کے مقدمہ میں قتل و خونریزی پسندیدہ ہو نہ کہ سستی اور مداہنت اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّالَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ یعنی جو لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جو حق بات کہتے ہیں جو وقت غضب کی بشارت سنا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور اپنے دین کی خاطر قتل و خونریزی کرنے والے کبھی دین میں مذموم نہیں کرتے اور اسی سبب سے ان کو قتل کر دیتے تھے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں مسلمانوں پر نرم ہیں اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی کے برا کہنے سے نہیں ڈرتے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مقربان الٰہی کا کام نہیں کہ دشمنان

خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔

تقیہ عرف اور دستور کی کسوٹی پر اب الحمد للہ کہ قرآن منصف کے لئے غور و تامل و نقل سے خوب واضح ہو گئی مناسب وقت یوں ہے کہ عرف اور دستور خلائق پر نظر اس کو منطبق کر کے کچھ اس کی بزرگی بتلا دیجئے۔ جملہ آفاق میں بین دیندار خلائق بھی اور اشخاص اور تاوان کو سب لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ خاص کر دین کے مقدمات میں اور دین کی بڑائی کہ ایک دفعہ شور اٹھ دی اور پھر بالکل بے ننگی، سو پیغمبران دین اور اکثر بزرگ اگر ایک دفعہ احکام دین سنا کر پھر خوف جان یا خوف آبرو سے ہم کاسہ کفار ہو جائیں تو ہرگز نزدیک یہ ذہن نشین ہو جائے کہ یہ لوگ خادم طمع دنیا طلب ہیں۔ پھر وہ معجزات کا ظاہر ہونا اور حسن اعتقاد خلائق کے لئے ہے سب رائیگاں ہو جائے اور جو لوگ کہ آمادۂ ہدایت ہوں وہ منحرف ہو جائیں اور جو راہ پر آ گئے ہوں وہ اس حب جاہ کو دیکھ کر بے اعتقاد ہو کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کو سخت ذنیا دار سمجھیں۔ معہذا ظاہر ہے کہ نصیحت کی تاثیر کے لئے خود عمل کرنا کن اعظم ہے۔ جب تقیہ ہوا تو عمل کہاں؟ تو لاجرم اس صورت میں ہدایت کی کوئی صورت نہیں۔

بالجملہ تقیہ کے بطلان پر عقل و نقل اور عرف تینوں متفق ہیں۔ جس کا ہر منصف انصاف کو ہو اس کو کیا نظر آتا ہے؟ اور نقل مشہور ہے بلکہ حدیث صحیح ہے حُبُّ الشَّیْءِ وَیُعْمِیْ یعنی جب کسی چیز سے محبت ہو جائے تو اس کے عیب اور نقصان کے دیکھنے سننے میں وہ محبت بھی کو اندھا بنا دیتی ہے اگر محبت مذہب دل سے اٹھ جائے تو کیسے ان تقریروں اور اثبات تقیہ کی تقریروں کو ہرگز نہ گھسنے دیں اور اگر ان تقریروں کو علامہ بحر العلوم صاحب بھی تو یہ کر اٹھیں میر نادر علی کو تو شبہ کیا جائے اور اب ہم کو اس سے بحث نہیں رہی کہ بعد اس کے بھی کچھ بیان کریں لیکن اتمام حجت کے لئے اتنا اور بیان خدمت علماء شیعہ ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر فرض محال تقیہ ثابت بھی ہو جائے تو بموافق جمہور شیعہ حضرات امیر پر مبنی ہے خلافت تقیہ حرام تھا تو ان حضرات نے کیوں نہ کیوں نہ کہا جائے؟

حضرت ابوبکر صدیق کو صدیق نہ کہنے والے کے لئے حضرت جعفر کی بددعا

اور مسلمان کہلانا تو درکنار ہی ان پر تعجب فرض تھا تو قطع نظر اس کے کہ یہ تعجب ہی تعصب ہے اور اس قول کے قائل نے عقل کی بھی ناک کتر لی ہے اس میں کیا عذر کریں گے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصریف کرتے ہیں حالانکہ موافق مذہب شیعہ وہ خدا کی طرف سے تقریر ملنے سے محروم تھے اور شیعوں کے امام تھا علی بن عیسیٰ اردبیلی امامی اثنا عشری اپنی کتاب کشف الغمہ میں حضرت الائمہ میں نقل کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ جَعْفَرٍ عَنْ حِيَاةِ السَّيِّبِ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ لَهُ الصِّدِّيقُ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ الرَّاوِي فَإِنَّ بَعْضَ النَّاسِ يَقُولُ إِنَّ جَعْفَرًا لَمْ يَقُلْ عَنْ مَكَانِهِ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيقُ فَلَا صَدَّقَ اللَّهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

یعنی حضرت امام ابوجعفر یعنے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام سے کسی نے پوچھا کہ ابوبکر کے قبر پر جانے سے کہ نقش و نگار یا اینٹ وغیرہ بھی درست ہیں۔ یا نہیں آپ نے فرمایا ہاں درست ہے اس نے کہا کہ ابوبکر صدیق سے اپنی دیوار پر جانے کو بھی کراہیت ہے کسی نے کہا کہ آپ ابوبکر صدیق فرماتے ہیں آپ خود میں اپنی جگہ سے ایک بیٹھے اور فرمانے لگے ہاں صدیق، ہاں صدیق، ہاں صدیق ہے انہیں صدیق کہے اللہ تعالیٰ اس کی بات کو دنیا اور آخرت میں ثابت نہ فرمائے اب کیوں نہ کہا جائے کہ اصل مذہب شیعہ یہ ہے کہ سب صحابہ کافر ہیں تو کسی کی روایت پر کسی حکم نہیں پکڑ سکتے۔

اہل تشیع حضرات کا ایک اور تناقض کہ ہم ہونگے کیا دلیل ہے؟

اب آیا ہے کہ حضرات اہل تشیع کے ہم ہونگے کیا دلیل ہے؟

عَنْ مُعَاذِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ

ہبل نے کہا علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد، اور اس کتاب پر سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں (یعنی جیسے خطوں پر لاکھ لگا کر مہر لگا دیتے ہیں ایسے ہی اس خط پر لاکھ کی جگہ سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں) سو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وصیت نامہ کو لپیٹ لی کو دیا اور یہ فرمایا کہ ایک مہر تو میں اور جو اس کے تیئے سے نکلے اس پر ہیں، پھر انہوں نے حضرت امام حسن کو دیا انہوں نے بھی ایک مہر توڑ کر اس کے نیچے جو نکلا اس پر عمل کیا پھر انہوں نے حضرت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس کے نیچے سے یہ نکلا کہ ایک قوم کو شہادت کی طرف لے جا۔ اس کے ساتھ تیری شہادت تیرے ہی ساتھ ہے، اور اپنی جان کو اللہ کے واسطے خرید لے، سو انہوں نے ویسا ہی کیا پھر اس کے انہوں نے حضرت امام زین العابدین کو وہ وصیت دیدیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں نکلا کہ سر جھکا کر بیٹھ رہ اور اپنے گھر ہی میں رہ، اور اپنے رب کی عبادت کیے جا یہاں تک کہ موت آجائے، سو انہوں نے ویسا ہی کیا پھر انہوں نے وہ وصیت اپنے بیٹے امام محمد باقر کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اپنے باطن کو ظاہر کر دیا، اور اپنے آپ کو اس کو سونپ دے، اور سوا اللہ کے کسی سے نہ ڈر اس سے کوئی تجھ پر آنچ نہ لا سکے گا، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام جعفر صادق کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر فتوے دے اور کسی سے نہ ڈر اور اپنے اہل بیت کے دشمن کو ذلیل کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام موسیٰ کاظم کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اپنے باطن کو ظاہر کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام علی رضا کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اور کسی سے نہ ڈر اور اپنے اہل بیت کے دشمن کو ذلیل کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام محمد تقی کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اور کسی سے نہ ڈر اور اپنے اہل بیت کے دشمن کو ذلیل کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام علی نقی کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اور کسی سے نہ ڈر اور اپنے اہل بیت کے دشمن کو ذلیل کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام حسن عسکری کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ لوگوں سے چھپ کر اور فتوے نہ دے اور کسی سے نہ ڈر اور اپنے اہل بیت کے دشمن کو ذلیل کر دیا، اور اپنے آباء و اجداد کی طرح تو بھی شہید ہو کر مرے، پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام محمد مہدی کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اس میں یہ

کسی سے مت ڈر فقط اس روایت میں غور فرمایئے کہ حضرت امام محمد باقر نے کس تاکید سے تقیہ کی ممانعت بتا کر بھی حضرت امام محمد باقر دین اور مذہب کی کوئی سوا کبھی کہا اور مت کبھی جو حضرت ابوبکر صدیق کی اتنی تعریف فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی مرتبہ بجز نبوت کے نہیں اس لئے کہ ابوبکر انبیاء کے بعد افضل البشر ہیں صدیقین کو ذکر فرماتے ہیں اور پھر تعریف بھی اس تاکید سے کہ بدون فرماتے ہیں ان لوگوں کی میں جو انہیں صدیق نہ کہیں ذرا کھٹکا اور کھٹک نا ہی نہیں۔

دعا ہے خدا کی بدرگاہ غیب انیت اہل سنت
اور اخلاق مذہب شیعہ ظاہر ہوگیا

اہل سنت کا مذہب ہی نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا بدل و جان ثابت ہے اور کسی کو تقیہ کے احتمال کی گنجائش نہ رہی، بلکہ شیعوں کے مذہب کا بطلان بھی کے مذہب کی حقانیت بھی بہ تحقیق معلوم ہوگئی، نہ جہل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت شیعہ جلبتہ خواہ امامیہ خواہ غیر امامیہ خواہ اثنا عشریہ خواہ غیر اثنا عشریہ اس بدعا کے اندر داخل ہیں حضرت ثم معصوم مستجاب الدعوت امام محمد باقر کی زبان مبارک سے ہم کو اگر ہم کو شیعوں کی بھی اس کے قبول ہونے میں احتمال نہیں سوا اس سبب کے کہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے دعوے محبت اہل بیت اور دعوے اسلام اور دعوے ایمان سب خدا اور کریم کے نزدیک جھوٹا ہے اور آخرت میں کچھ فائدہ کریں گے ان کی تکذیب فرمائے گا اور اس سے زیادہ اور کونسا مرتبہ باطل ہونے کا ہوگا اور حضرت ثم نے جو کچھ فرمان الٰہی اور موافق وصیت پیغمبری کے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کی بنا القیاس حضرت امیر المومنین نے جو خلافت امیر المومنین کے حوالہ فرمائی سب حسب ارشاد خداوندی اور رسول پیغمبری کے ادا ہوتے نہ تھے مذہب باطل صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین سے حضرت علی نے بیعت موافق ارشاد خداوندی کی تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ قابل اس کے تھے بنا القیاس اس وقت معلوم حضرت ام کلثوم کا نکاح جو حضرت عمر سے ہوا تھا نکاح ان کے حکم کے موافق ہوا تھا میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے کا نہیں ہوا ہے ان کا اس حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ارشاد فرمایا تھا اور ایسے ہی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حسب فرمان الٰہی تھا۔ وہو المراد الحقیقۃ ثم البرہان کہ سب حیلہ و حجت ادلہ کا جواب دندان شکن ہے پڑا یہ اسی خداوند نعمت کا کرم ہے، حق کو حق کر دکھایا اور باطل کو باطل۔

ایک جزو ایک اعتراض جو نکتہ چینی کی نذر کیا ہے | مگر ہاں اتنا کہنا باقی ہے کہ شاید فرق

اہلبیت اہل سنت کی نسبت میں اگر یہ بحث کریں کہ واقعی کلام اللہ اور اقوال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے ہدایت اور ضلالت کے بیچ میں ایک کسوٹی ہے جس پر ہم کھرے کھوٹے کو پرکھ سکتے ہیں اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ اَلَا وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْنِیْ بِمَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا (رواہ مسلم) میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک ان میں دوسرے سے بڑا ہے وہ اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی رسی ہے اور میری عترت میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں پس دیکھ لو کہ میرے بعد ان سے کیا برتاؤ کرتے ہو۔ اور اسی حدیث کو ترمذی نے بھی بلفظہ روایت کیا ہے اب اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارے نزدیک حدیث مسطور کلام اللہ اور عترت رسول اللہ ہمیشہ سے ہدایت و ضلالت کے بیچ میں کسوٹی ہونے اور شیعوں کے پاس یہ دونوں چیزیں (قرآن اور اہلبیت) نہیں ہیں اس لئے کہ قرآن عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم تک پہنچنے میں [illegible] مشتبہ اور [illegible] ہیں (جس کا بیان مفصل اوپر گزر چکا) اور اس لئے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہت سے حصے ضائع ہو گئے ہیں اور جو باقی ہے اس میں بھی تحریف ہو گئی ہے اور ائمہ اہلبیت کے اقوال کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان میں تقیہ کی وجہ سے بہت کچھ اختلاف ہو گیا ہے اور ان کی بات بھی نہ کرے تو جواب ان کا کیا ہے؟

[illegible]

کافر [illegible]

ہوسکتا۔ چنانچہ بعض بعض کا احوال پڑھ اور پڑھا ہے محمد رسول اللہ آیت کے ترجمہ میں گذر چکا اور اوروں کا حال پڑھ لیجئے کہ پردہ ہی میں بہتر ہے زرارہ بن اعین کے باب میں تو امام جعفر صادق نے اس بات کی گواہی دی کہ وہ اہل نار ہے پھر کیا کتب معتبرہ میں ابن سنان سے موجود ہے اور قاضی نور اللہ صاحب مجالس میں زرارہ بن اعین کے چار بھائی حمران، عبد الملک، بکیر عبید بن اور زرارہ کے مذہب پر تھے اور نسبتے یعنی چاروں بھائیوں کے بیٹے حمزہ محمد خدیش عبد الملک ابو الربیع سب زرارہ بن اعین کا سا عقیدہ رکھتے تھے یعنی مثل زرارہ کے اس بات کے قائل تھے کہ خداوند کریم ازل میں جاہل تھا نعوذ باللہ من ذالک اس وقت میں کہ لم یکن شیئ عالمین کے مضمون کے منکر تھے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ کافر کون ہوتا ہے۔

علی ہذا القیاس اوروں کو سمجھئے تو بڑے مقتداؤں نہ بڑے جاہل نہ بڑے فاسق فکر ہے روضعفاء اور مجاہیل کا کچھ حساب ہی نہیں پھر ہم اپنی روایت کا کس کے کریں اس صورت میں یہ گواہی گواہی تو ہمارے نزدیک مسلم ہے کافر ہے زرارہ جہنمی کرے گا ہر مرد کیونکہ ہر زمان میں متواتر منقول ہوتا رہا ہے پر دوسرے گواہ کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گو ہی جب قابل اعتبار ہو کہ وہ کافر ہے منقول ہوا اور یہ بھی نہیں تو سنا ایسی تو ہو کہ اس کے راوی زندیق ہوں کافر ہے سو چونکہ ہماری روایات کے ایسے راوی نہیں اور سنیوں کا بھی ہے سے تاہم ایک تو ایک گواہ باقی رہا اور شریعت میں ایک گواہ کا اعتبار نہیں ہوسکتا نہیں ہو سکتے تو اس میں ہمارے مذہب کی کیا خرابی اگر جو شیعہ سب کافر ہوں کہ شیعوں کے دین اور روایات کا یہ حال ہے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ۔ اے طبیب جملہ علتہائے ما

سو اس کا جواب ہمارے پاس ہر چند بہ عقل بہت کچھ ہے لیکن ہم تو یوں کہا جانے کہ اگر تم ہماری سنو تو اپنے مذہب سے بھی دست بردار ہو جاؤ

نقل خط مولوی عبدالعلی

میرے صاحب مظہر عنایت و کرم بندہ نامہ شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کے واضح
نعمت حال ہوئے کہ عنایت نامہ تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے کل تقاضا کیا تھا
کہ بعضے علماء شیعہ سے فیصلہ کرکے جواب بھیجیں نہیں ہوتی صورت میں یہ ہے
کہ آپ کی ملاقات کسی عالم وقف اور مجتہد سے آج تک حاصل نہیں ہوئی اگر مجھ سے
ہو سکے اور مجھ سے ہو سکے اور میری زبان آپ سے کہلوائے تو آپ پر واضح ہو جاوے گا اہل سنت
بالکل غلط ہیں اور بے وجہ دشمنی کرتے ہیں اور کسی بات کا لحاظ نہیں کرتے ہیں اور تین سوال جو آپ نے
لکھے تھے ان کے جواب مفصل ہیں کہ سوال نمبر ۱ میں آپ نے لکھا تھا کہ رسول
خدا کے جانشین کا نام کس سے ہوا یہ سوال بے محل ہے، اس واسطے کہ جب رسول خدا کے
بعد سے ایک تک ائمہ اثنا عشر حضرت علی سے منصوب تھے اور دو بیٹیاں جو اور
ازواج کی تھیں وہ دونوں بھی حضرت علی کے نکاح میں تھیں اور نام ان دونوں
کے ام کلثوم اور زینب تھا ابن جریر طبری نے کتاب دلائل الامامہ میں لکھا ہے کہ
ام کلثوم کا نکاح عمر بن ابی سلمہ سے ہوا تھا دوسری نکاح ابوالعاص بن ربیع
سے اور زینب کا نکاح علی سے ہوا تھا ان دونوں کا انتقال آنحضرت صلعم سے
قبل ہو گیا تھا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی اور خدا نے ان سے بھیجا نہ کیا۔ اگر
قرآن کے کلام میں آیت ہے ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ تو حضرت کے روبرو

اور ان کافروں سے بدرجہ بہتر تھا۔

البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسی بے تمیز شان نکلیں کہ عائشہ اس کے حق میں کہتی تھی اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اقتلوا محرق المصاحف یعنی قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کے جلانے والے کو، چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے یہاں تک بے تمیزی کی کہ صحابہ رسول نے جمع ہو کر اس کو قتل کیا یہ سب ماجرا اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہے اگر شبہ اس کا مطلب ہو تو سواد نہ کر دی جائے گی اور اگر یہ دونوں صاحبزادیاں بھی رسول خدا کے نطفہ سے ہوتیں تو ان کے فضائل بھی مذکور ہوتے جیسے کہ حضرت فاطمہؑ کے فضائل سنی شیعہ کی کتابوں میں مذکور ہیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ، ان الطیبۃ بضعۃ منی اور سوا اس کے فضائل فاطمہ کے کتابوں میں مذکور ہیں اور ان دونوں کے فضائل ایسے مذکور نہیں ہیں اگر آنحضرتؐ کے نطفہ سے ہوتیں تو البتہ ذکر ہوتے۔

سوال دوسرا اول نے عائشہ سے بہتر جنگ کیے۔ اگر بارع و برائے اصحاب شتر نے کیا تھا تو علی نے ان پر جہاد کیوں نہ کیا، جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سوال بھی خلاف ہے اس واسطے کہ علی نے عائشہ سے بہتر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ایک جنگ کی تھی سو عائشہ کو شکست ہوئی چنانچہ اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد لازم نہ ہوتا تھا واسطے کہ جہاد مال دنیا کے غصب کرنے سے واجب نہیں ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطے ترویج دین کے جہاد کرتے ہیں نہ واسطے مال دنیا کے اور علی کے پاس جہاد کرنے کو انصار کب تھے کہ وہ جہاد کرتے جہاد کرنے کا حکم تنہا کے واسطے نہیں ہے بلکہ جس وقت انصار مددگار ہو جائیں اس وقت جہاد کرنا چاہیے جیسے کہ رسول خدا جب تک مکہ میں رہے بسبب نہ ہونے انصار کے حکم جہاد کا نہ ہوا جب مدینہ گئے کافروں کے خوف سے ہجرت کر کے اور انصار ہم پہنچے جہاد کا حکم کیا اور جب تک مکہ میں رہے کچھ نہ ہو سکا۔ بلکہ کچھ مددگار بھی وہاں نہ ہوتے۔ ان دونوں باتوں میں یہ بھی ہے کہ ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا آخر کفار کے خوف سے اپنا وطن چھوڑ دیا مگر ایسے ہی دل ان کا بدر رسول خدا کے تھا کہ خلافت کے زمانہ میں ان

کو ان کا مددگار بہم نہ پہنچے تو جہاد نہ کیا اور جب بہم پہنچے تو عائشہ پر بھی جہاد کیا اور معاویہ پر بھی۔

اور سوال تیسرا یہ کہ علی کی بیٹیوں کا نکاح کس سے ہوا تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ فاطمہ کے پیٹ سے علی کی دو بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی زینب کہ جس کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا اور دوسری بیٹی کلثوم تھی کہ جس کا نکاح عمر بن جعفر طیار سے ہوا تھا فقط یہی سوال تھا جس کا جواب ہوا اگر کچھ زیادہ لکھتے تو زیادہ کھا جاتا۔ اور فدک کا غصب ہونا جو آپ نے دریافت کیا تھا اس کو ایک دفتر چاہیئے لیکن کچھ مختصر تھوڑا سا آپ کی خدمت میں تحریر کرتا ہوں اگر آپ کی طبیعت میں انصاف ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچھ لکھتا ہوں یہ سب اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ہے جس شخص کو کچھ تردد ہو مطابق کر لے۔ اور بعد اس کے انصاف کرے کہ یہ ظلم ہے یا نہیں؟ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابوالفدا نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے معارج النبوۃ میں اور سوا اس کے اور علماء اہل سنت نے روایت کی ہے کہ جس وقت نازل ہوا آیت وآت ذا القربیٰ حقہ یعنی دے تو اے محمد قرابتیوں کو ان کا حق۔ تو اس وقت پیغمبر نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب ہیں کہ ان میں اور حق ان کا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اس کا فدک ہے فدک اس کو دیدو اس وقت رسول خدا نے فدک فاطمہ کو دے دیا پس تحریر سے ان علماء کی ثابت ہے کہ رسول خدا نے فاطمہ کو فدک نذر کی تھی۔

جب رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک فاطمہ سے چھین لیا اور غاصب ہو بیٹھے تو کیا ہے؟ اور تعجب اس کا یہ ہے کہ اکثر کتابیں اہل سنت سے ہے اس میں لکھا ہے کہ جس وقت اولاد حسنین نے ابوبکر سے فدک کا مانگا تو اس نے دو حدیث اہل سنت سے کہ کر اس کا انکار کیا راوی ان کا ابوبکر ہے اور ابوبکر سے روایت واقدی اور بشیر بن ابی یسار نے بیان کیا جو نہ پیغمبر کے وقت میں تھا نہ اس نے رسول

خدا نے جبریل سے پوچھا کہ ذوالقربیٰ میرے کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے جبریل نے آکر کہا کہ فاطمہ زہرا تمہاری قریبہ ہے اور حق اس کا فدک ہے اس وقت رسول خدا نے فاطمہ کو فدک دیا جب ابوبکر نے اپنی خلافت میں فاطمہ کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ نے فرمایا کہ میرے باپ نے دیا ہے ابوبکر نے قبول کیا اور چاہا کہ فاطمہ کو کاغذ حوالہ کا لکھ دے اور فدک فاطمہ کو پھیر دے اس وقت علیؑ نے کہا کہ فاطمہ سے گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اس کو دیا ہے اس وقت فاطمہ بہت غصہ ہوئی اور قنفذ کو ایک طمانچہ مارا اور حسنین علیہما السلام کو لا کر اپنا گواہ کیا انہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو فدک دیا ہے تو اس وقت ابوبکر نے فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھ دیا کہ اپنے حق پر قابض ہو جب عمر نے وہ کاغذ دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے دعویٰ اس کا شوہر ہے اپنے نفع کی لاتا ہے ابوبکر نے بھی قبول کیا اور یہ دعوے کہ فاطمہ کا ابوبکر سے بہت فرق کا اور بہت زیادہ اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور نہ منظور کرنا ابوبکر کا ان کی گواہی کو بہت کتابوں میں لکھا ہے مثل احتجاج طبرسی اور شرح ابن ابی الحدید اور معجم البلدان اور ریاض النضرہ کنز العمال اور تاریخ اور تتمیم الجوامع اور شرح مواقف اور نہایت سوال اور جواب کے بہت کتابوں میں ہے جب ابوبکر نے فاطمہ کو فدک سے منع کیا فاطمہ روتی ہوئی گئی جب علی نے یہ بات سنی کہ فاطمہ روتی ہوئی گئی ہے باہر نکلے اور کہا کہ اے ابوبکر فاطمہ کو کیوں رلایا کس نے تجھ کو حق دیا کہ فاطمہ کو رلائے ابوبکر نے کہا کہ اے ابوالحسن ہم نے کچھ نہیں کیا ہے فاطمہ نے دعویٰ کیا ہے ہم نے گواہ طلب کیا ہے اس نے گواہ نہیں لائی ہے ہم نے اس کو فدک دینے سے انکار کیا ہے علی نے کہا کہ تو کیا حکم کرتا ہے اگر فاطمہ گواہ لائی ہے تو اس کو دینا پڑے گا ابوبکر نے کہا کہ اگر گواہ لائے تو دینا پڑے گا علی نے کہا کہ میں گواہ لایا ہوں ابوبکر نے کہا کہ لاؤ

کان سے چھپا کر رکھا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اس کو کسی طرح کا وغل پیدا الگ ورثت
میں نہ تھا اس کے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے کبھی نہ کہا
لیکن باوجود اس کے پھر ایک مرتبہ فاطمہؓ ابوبکر کے پاس گئی اور اس وقت ابوبکر
پر تھا کہا کہ اے ابوبکر تیری بیٹی تو تیرا ترکہ پاوے اور میں اپنے باپ کا ترکہ نہ پاؤں یہ بات
منبر سے نیچے اترا اور کہا کہ لے میں تجھ کو فدک دیتا ہوں یہ کہہ کر فاطمہ کو کاغذ لکھ دیا اتنے میں عمر
اور ابوبکر سے پوچھا کہ یہ کیسا کاغذ ہے کہا کہ میں نے فاطمہ کو فدک لکھ دیا ہے عمر نے وہ کاغذ
ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگوں کو کیا دے گا عربوں سے لڑائی ہوتی ہے۔
چنانچہ یہ روایت ابن الاثیر جزری نے اپنی سیرت میں تحریر کی ہے اور قندوزی حنفی اپنے
اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے فاطمہ نے ابوبکر سے دعوے فدک کا کیا
کہ فدک میرے بیٹے میرے باپ نے مجھ کو دیا تھا۔ اس وقت ابوبکر نے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھ دیا
جب فاطمہ وہ کاغذ لے کر وہاں سے پھری تو راستہ میں عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچھا
کہ یہ کیسا کاغذ ہے فاطمہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجھ کو فدک لکھ دیا ہے عمر نے وہ کاغذ لے
چین کر پھاڑ ڈالا اگر کوئی کہے کہ ابوبکر کا اس میں کیا قصور ہے اس نے تو لکھ دیا تھا جواب یہ
ہے کہ ابوبکر جانتا تھا اس کو اس امر میں مختاری عمر کی نہ چاہیے تھی عمر کو اس امر سے
رکتا اور اس کے کہنے پر عمل نہ کرتا لیکن وہ تو اس کام میں شریک تھا اس کے شریک ہونے
پھر نہیں ہو سکتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر صحابہ ابوبکر کو اس امر پر سچا جانتے تو ابوبکر کا
سچا جانتے کہ ابوبکر کہتا ہے پیغمبر خدا کا سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو نہیں چھوڑتے ہیں ہمارا
ہمارے گھر سے جو کچھ نکلتا ہے صدقہ ہے اس وقت عمر نے کیوں نہ کہا کہ ابوبکر
کاذب و خائن اور غدار اور آثم جانتے تھے اور یہ بھی کہ دونوں کاذب و خائن و غدار
آثم جانتے ہوں اور میں دونوں کو جھوٹا کہتا ہوں یہ تینوں صحیح مسلم میں ہیں

اور مسند احمد حنبل میں ہے کہ عثمان نے خلافت میں فدک کو عباس اور علی کے
کیا تھا پس گروہ بنی امیہ کا ان کے زمانہ میں فدک رہا، برابر نہ کرتے رہے یہاں تک کہ ابوبکر اس
روایت میں باغ تھا۔ ازالہ اور روضۃ کی روایت میں ہے کہ فاطمہ کا حق غصب کیا اور فدک

اور عباس سے قرار کرتا ہے کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے اور میں بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جس وقت علی نے ان کو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی ان کو کاذب اور خائن جانیں گے اور یہی مطلب خبر کا ہے۔ اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جس وقت ابوبکر نے فدک دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اس پر غضب ناک ہوئی اور تمام عمر پھر بھی اس سے کلام نہ کی۔ اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنے کے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں۔ فقط۔

جواب خط

یہاں تک خط مذکور کی عبارت تھی بلکہ ہم نے کلمات فقط نقل کر دیا ہے۔ لیکن اب ہم اس بات کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہیں کہ مولوی صاحب کی اس فطرت کی حقیقت اور فلاں صاحب کی فضیلت اور طہارت کے بارے میں جو فقرات آگے مذکور ہوئے ہیں ان کو بھی ثابت کریں کہ باوجود قلت فہم کے ہم ایسی بیہودہ باتوں کو نہیں مانتے۔ اول دو چار باتیں ہیں پھر وہ بھی خدا کرے ثابت کر دیجئے اول تو فلاں صاحب یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط یہی نہیں کہا ہے بلکہ وفات سے پہلے اور بھی بہت سی باتیں ارشاد فرمائی ہیں اور اہلسنت جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایسا کہا ہے مشہور کرتے ہیں تو یہ سب غلط ہے بلکہ حضرت خدیجہ کے زمانہ سے لیکر جس خیر و نیت سے کہ جناب فاطمہ صاحبہ نے فدک کا دعویٰ کیا ہے اس کو کوئی نہیں جانتا ہے نہ اس کی بابت کچھ لکھا ہے بلکہ شاکر گذار ہیں ورنہ جب مولوی صاحب نے جرأت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو کہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے کہ جس کو آنحضرت خدیجہ کبریٰ سے بھی نسبت دیتے ہیں اور اس کو مشہور کرتے ہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جناب فاطمہ صاحبہ نے فدک کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو مشہور کیا ہے اور ہم نے بھی مان لیا ہے اور ان کی نسبت خدیجہ کبریٰ سے دیتے ہیں اور ان کی شاکر گذاری کرتے ہیں اور ان کی فضیلت کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی طہارت کی گواہی دیتے ہیں اور ان کی عصمت کے قائل ہیں اور ان کی شان میں آیہ تطہیر کو نازل ہوا بتاتے ہیں اور ان کی محبت کو اجر رسالت قرار دیتے ہیں اور ان کی خوشنودی کو خوشنودی خدا جانتے ہیں اور ان کی ناخوشی کو ناخوشی خدا جانتے ہیں اور ان کے غضب کو غضب خدا جانتے ہیں اور ان کی ایذا کو ایذا خدا جانتے ہیں اور ان کو سیدۃ نساء العالمین کہتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث کساء کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث مباہلہ کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث سد ابواب کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث طیر کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ثقلین کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث سفینہ کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث امان کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث نجوم کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث باب حطہ کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث منزلت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ولایت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث مودت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ولادت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث شجرہ کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ذریت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ازواج کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث اہل بیت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث عترت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ائمہ کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث مہدی کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث رجعت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث قائم کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث غیبت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ظہور کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث دولت کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ملک کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث عدل کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث ظلم کو نقل کرتے ہیں اور ان کی شان میں حدیث فتنہ

مثل مشہور ہے۔ دروغ گو یکم بر روئے تو، یہ ستم کئے ہیں۔ کہ منیتوں کی نعمت البیت پر
کرکے (صوفی) اپنے ایمان پر بھی قلم پھیر گئے نہ کلام اللہ کی سنی، نہ اپنی معتبر کتابوں کا
کیا آفرین ہے کیوں نہ ہوں مولوی عارف علی ایسے کارازوا بدہ مردان چنیں کنند
بنات طیبات از روئے کلام المؤثرین | برائے خود ہی از صلب بے روی) نہ دیدہ ہو گر میری کہ اللہ کو
سنیں اگر سچا ہو جب ہی کہیں کلام اللہ تو جو دے اگر مولوی عارف علی صاحب کو یہ
کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہم کلام اللہ کے حوالوں کی کیونکر تصدیق کریں آئیں پڑھ لیں
سورہ احزاب میں بائیسویں پارہ میں قریب رکوع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع
ہی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ
یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ یعنے کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی
اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں نقاب
یہ ہے کہ اتنی بات تو مولوی عارف علی صاحب بھی مان لیں گے کہ بنات جمع ہے
پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توبہ کرکے دوبارہ اخلاق کر لیں تب بھی
بہرحال یہ کہنا کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
تب بھی غلط ہوگا افسوس مولوی صاحب کو اتنی شرم بھی نہ آئی کہ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا
وہ جب بنے ہم جانے یہ سن رکھا ہے لیا کہ رزق نیچے اور رزق روک لیتا ہے
اس پر بھی دھیان نہ فرمایا ہے شبہ من لایحضرہ الفقیہ کا ایمان کا ٹکڑا باغ فدک ہو
آخرت میں ہوگا رزق لڑائی ہاتھ سے جائے اور پیٹے لوگ فرما گئے ہیں۔

"نقد را بنسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست"

بالجملہ مولوی صاحب یہ تسلیم فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
پھر یہ آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت رقیہ وغیرہ تھیں کیونکہ سوا ان کے اور کسی کی نسبت تو
کسی نے یہ دعوے کیا ہی نہیں ورنہ آیت ربانی کے منکرین کے لئے یہ تاویل بھی
بَلْ هُمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ یعنی نہیں انکار کرتے ہماری آیات سے مگر کافر ظالم
بن بیٹھنا گوارا کریں اور اس بات کو نہ مانیں کہ سوا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ

نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے جب نکاح کیا تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کیا اور پہلی بیبی کی تھی یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے آپ کے کتنے بچے ہوئے کیا کیا کیا کیے تو حضرت قاسم اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئے بعد نبوت کے حضرت فاطمہ اور حضرت طاہر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے اس روایت میں شیعوں کو کم سے کم تین باتیں کہنے کی گنجائش نہیں ہے مالکانہ کوئی پیش نہیں کر سکتے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں ایک تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین دوسری حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی سنیوں کا دعویٰ ہے

پھر مولوی صاحب نے کمال دلیری کے باعث تین کے بجائے چار صاحبزادیاں بتا دیں اور اہل سنت کی طرف دو ہی صاحبزادیوں کا سوا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دوسری کا بیان کیا مجھ ان لوگوں نے سمجھا جو تین کی بات کو جھٹلاتے ہیں مناسب ہے کہ اس جگہ اہلسنت کی بیسیوں کتابوں کے حوالے جو ہم نے نکالے ہیں لکھ دیے جائیں تاکہ ان کی نظر میں سب گذری ہوئی ہیں حضور کو اس بات کی اطلاع نہیں ہوئی ورنہ اہلسنت کے کتابوں کو دیکھنا دکھانا نصیب ہوتا میں جانوں کسی سنی عالم نے کتابوں کے نام سن لیے ہیں ورنہ بعض بعض کتابیں جو حضور نے ذکر کیے ہیں ان کے حوالے سے غلط بیان فرماتے ہیں شیخ بخاری میں کل نو دفعیں حدیث جمع الجوامع احمد مسند احمد بن حنبل علی ہذا القیاس اور کتابیں بھی ایسی ہی ہیں ہر جگہ بعد اس تکرار کے بھی پھر ضرورت نکریہ نہیں ہم اور اہل انصاف کے منہ بند اور ٹوک بات ہو گئی۔

مذکور نہ ہونا مفقود ہونے کی دلیل نہیں ہے

لیکن مولوی صاحب کی خوش فہمی کی تعریف ہے ہمارے ذمے واجب ہے جناب مولوی صاحب اس دعوے کی دلیل دیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی صاحبزادی نہ تھیں پھر فرماتے ہیں کہ اگر حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں

ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود قوت اسلام کے وہ کافروں کے نکاح میں رہنے دیں صاحب ہی کی جرأت ہے سبحان اللہ وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں نہ تھیں تو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں تو تھیں۔

اور ہم جانتے ہیں کہ شیعہ کبھی اہل بیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تنقیص ضرور کرتے ہوں گے کہ ان کی بیٹیوں کو مسلمان تو ..... سمجھے یا نہ سمجھے مولوی صاحب تو ان کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوتیں۔ تو اس کے کہنے کیا حاجت تھی زمانہ وقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علیحدہ نہ کیا اگر ان کے نکاح میں آئیں تو کیا قباحت ہے، غرض آخر وہ مسلمان تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کافروں سے بدرجہا بہتر تھا انتہی۔ پھر کسی مسلمان کے نکاح میں آنے کے باوجود قوت اسلام اور شوکت اہل اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان عورت کو کبھی (پھر بتائیے حضرت خدیجہ کی بیٹیاں) کفار کی قید میں رہنے دینے مسلمان عورت کو قید کفر سے رہائی دلانے کو آپ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سمجھتے ہیں، خداوند کریم تو ہر خاص و عام کو اس کی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی قید سے چھڑاؤ یقین نہ ہو تو سنو اللہ کا یہ آیت ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔	یعنی اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں لڑتے نہیں کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں لڑتے نہیں اور کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حمایتی بھیج دے اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار بھیج دے۔

شیعہ نادان ہے

کوئی سمجھداری کی بات نہیں ہے اور یہ جماعت کی جماعت کذاب مفتری ہے
خالی ہیں ان کے کہنے کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا ہی مثل مشہور کا مصداق بننا ہے
"پادے آپ لگادے اوروں کو" مولوی صاحب کو شرم نہیں آتی کہ ان غلط بیانیوں
کو سنیوں کی کتابوں کی طرف منسوب کر کے یہ دوسرا جملہ اپنی گردن پر لیتے ہیں

سنی شیعی کی فنون عربیہ میں مہارت

خیر مولوی صاحب کو ان کتب پر نظر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں
کہ آپ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ان کے لئے اتنی بات بہت ہے کہ
جو صحیح ہے اس کے ترجمہ میں تو قتل کرے ہو اور کا ترجمہ ہر قسم فرماتے ہیں یا نہ
مولوی صاحب معلوم ہو جائے گا اس میں تاخیر کی احتمال ہے کہ کوئی دلیل نہ ہاتھ
صاحب کے ہاتھ سے رہ گئی ہو مگر اس میں تو شبہ کی کچھ گنجائش نہیں کہ لحن اللہ کے
کوئی ذی شعور فہم ہے کیا ماقتی کیا معنی امر؟ یا ایہا الذین اللہ کے ترجمہ میں فضیحت
کے معنی ذلت حاضر کرے کے، نہ معلوم یہ کوتاہی ہے یا دیدہ کی "وافق" والی مولوی صاحب نے
کیا ہے؟ اور نہ سے اندازہ لگا لیجئے کہ کسی لفظ میں ان کو مہارت کہاں تک
بتلا دیجئے تو اگر اس میں پایہ فہم ہوگا تو وہ صحیح اقتدار اور تمیز کر سکے گا
مگر جناب مولوی صاحب اس تحریر پر کہ مقتدا شیعہ اور امام اسماعیلی سب سنی ہوئے
ہیں ہنوز تعجب اور واحسرتا کہ رہے ہیں تو ہم کو کیا کہیں گنجائش نہیں کہ ان کے دل کی
کہا جاتا کہ یا تو حضور کو میزان تک کا سلیقہ نہیں اور یہ عالم بندی اور کرتہ اتنی اور
دعوائے علم و امامت فقط اتنی بات پر ہے کہ دو چار باتیں کہیں سے سن لیتے ہیں اور
ایسی جیسا زی عوام کی نظر بندی کر کے دو پیسا بنا لیتے ہیں یا قابل پادری
قبیلے پر خدا رحم کرے نے موافق وعدہ وما لا یعنی القوم انکار ہیں اور
صاحب کو بوجہ شامت بداعتقادی اور بدگوئی مقربان الٰہی علماء اہل سنت
علیہ آلہ واصحابہ اجمعین اہل ارباب فضیلت مولوی صاحب کے لئے اتنی کافی ہدایت
نہیں کہ تاکہ تو بہ بن ٹیک کر لیں

بہر حال اس سلسلہ اللہ اس استفتاء پر ایسے ایسے فضلاء اہل سنت کے

[illegible] اور اہل سنت سے کہ ان کا طریقہ جو بہو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے
[illegible] ہرگز نہیں اپنے کو وہ بتاتے اور بایں ہمہ ایسی کتب کا
[illegible] دیتے ہیں کہ جز ادیب کامل ان کا مطلب سمجھ نہیں سکتا۔ اس استعداد کو دیکھ کر
[illegible] ہو سکتا ہے کہ اگر بالفرض کچھ فتنہ نہیں تب بھی نالائق طلباء مولوی صاحب کی
[illegible] ایسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یوں کہئے کہ مولوی صاحب بھی سچ فرماتے
[illegible] بیشک اہل سنت کی کتابوں میں ان روایات کو مذکور پائیے گا جو
[illegible] اور افترا پردازوں کی گھڑی ہوئی ہیں وہاں کچھ اور مطلب تھا مولوی صاحب
[illegible] کس فراست سے اپنا مطلب نکال گئے۔

[illegible] اس فائدہ پر اگر مولوی صاحب بھی رہیں تو ہمیں یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی
[illegible] کر کے کتب اہل سنت سے خود بخود کے مضمون نکال کر ان روایات سے ہاتھ اٹھا لیں گے
[illegible] یہ کہ کلام اللہ میں لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ مَا تَحْمِلُهُ اللہ من
[illegible] فضلہ کے بعد حَتَّىٰ يَذُوقُوا الْمَوْتَ کہا ہے تو کل کو مولوی صاحب فرمانے لگیں گے
[illegible] زکوٰۃ کو دینے بجز مستحقین کے آیتیں ترک کرنے کے [illegible]
[illegible] ہے اپنی کل بات میں ثابت ہوتی ہیں (الفرقان) کہ کتب میں کہتے ہیں
[illegible] ہیں کہ فی بہ مثل سرخ طرے والا کوا نے تھے۔ جو کہ اسے قتل کیا مارا گیا سرخ
[illegible] اور بیان صرف آل ہدیۃ [illegible] ان کی بنا پر ہیں اہل سنت سے گزارش
[illegible] حضرت شان کی بہت تحقیقیں ہیں وہاں سے ہر گز ان کا مقتضا نہ سمجھے
[illegible] اور بہتر ہے اور ہمارا ہدیۃ کہ ان سب سے ہر گز نہ بچے ہیں اور کل خرافات ان سے
[illegible] ہیں اور کیونکر خرافات نہ ہوں جب آل سنت سے سنی ہی کہتے ہیں سو کہ یہ
[illegible] کتابوں میں حضرت شان کی نسبت بدون ہونا نہ کہ ہوتا اہل سنت ہیں سے ان کا کون
[illegible] بھی نہ لیا چاہے یہ اختصار۔

[illegible] صاحب [illegible] مطلب کہ ہمارا ہی ہے ہر گز [illegible] شیعہ
[illegible] ہمارے شیعہ [illegible] صاحب [illegible] مولانا صاحب [illegible]

بھی بیباختہ حق کہہ گذرنے اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعت قابل قتل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان
چاہیے کہ وہ کس درجہ کو مقبول ہوں گے اور جب اہلسنت مقبول ہوئے تو اہل تشیع [illegible]
اور داخل زمرۂ اہل بدعت اور قابل قتل ہوں گے القصہ اگر آدمی فہمیدہ ہو تو مولوی
صاحب کی ان فریب بازیوں کو دیکھے تو بلا تامل دجال نہیں تو کوچک دجال ضرور ہے
اللہ اللہ ایسے فریب باز ہم نے کبھی نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے اپنی کتابوں کی روایات کو
حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی روایات کو
ہیں چھپایا اگر جھوٹ بول دیا تو بظاہر یہ احتمال تھا کہ اہلسنت کو شیعوں کی روایات کی
خبر ہوگی پر اس بے حیائی کو دیکھئے کہ اہل سنت کے سامنے اہل سنت ہی کی کتابوں کے
حوالہ سے جھوٹ بولتے ہیں، دروغ گو را یک بار رسوائے تو۔

ذی النورین کے بیٹوں کے لئے صحابہ اور اہل بیت کی بیٹیوں غیر مقلدی صاحب کو اس شرارت نے
کب شرم آتی ہے جیا تو جیا والوں ہی کو آتی ہے۔ اس لئے ذمہ لیتا ہوں کہ صحابہ کرام کی
کا بدل وجان حضرت عثمان کے بچانے کی تدبیروں میں مصروف رہنا اور کسی اجانت
عثمان در باب قتال اہل بغاۃ روایات صحیحہ و قواعد کی طرفین سے ثابت کیجئے تاکہ
سادہ لوح مولوی عامر صاحب کی ان ابلہ فریبیوں سے فریب میں نہ آجائیں، اور
مولوی صاحب کی بھی اس خواب غفلت سے آنکھ کھل جائے اور اس نشہ حضرت سے
چونکا کریں۔ لیجئے سنئے کہ جو کچھ مولوی صاحب نے رقم فرمایا ہے محض افترا اور
بچے لڑکے اور دیوانے بھی ہوں تو سمجھ جائیں کہ یہ فقط مولوی صاحب کی شرارت ہے
حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور حضرت مغیرہ
حضرت امیر سے لڑتے تھے تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کے لئے تو لڑتے تھے چونکہ
عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر کے ساتھ ہو لئے تھے اور حضرت بیچارے انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے
تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شوکت پشتی کے کسی سے دبتے نہ تھے اور بہانے ڈھونڈتے
تھے کہ جب ہم نے ہی بنائی خلافت کو درہم برہم کر دیا تو اور لوگوں کی کیا ہستی ہے حضرت
طلحہ اور حضرت زبیر وغیرہم کو تو اس شبہ کے تھے ہوتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کرتے ہیں اور امیر معاویہ ان کے ذمہ کے وکیل بنتے تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی
ہوکے اشارہ سے قتل ہوئے ہیں۔

خیر تو امیر کا فرمانا شیعہ وسنی کی، ہاشمی ہیں جو یہ نہ جانتا قتل عثمان رضی اللہ
عنہ کے وہ اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیے پر مقدر یوں ہی تھا اور مقدر کے کسم سے
ہوائیوں کو سمجھا یا جب کہ ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازت چاہی
پر حضرت عثمان ہی قتل قتال اور جنگ وجدال کے روادار نہ ہوئے بلکہ کمال تاکید سے مانع
رہے اور یہ کہا کہ خاموش ہو کر بیٹھ رہیے جانیے ہم پاس سے ہٹانے اور بلوائیوں کے ہٹانے
میں آخر تک رہے اور میں مشغول رہے حضرت زید بن ثابت انصاری کو لے
کر آئے اور جو ان انصار نے کہا کہ فرمائیے تو دوبارہ انصار خدا ہیں عبداللہ بن عمر تمام مہاجرین
کے ساتھ آئے اور یہ کہا جنہوں نے تجھ پر ہاتھ اٹھایا کہ ہاتھ کاٹ دیجئے ہم حاضر ہیں جو حاکم ہیں تمہارے
مسلمان ہوئے ہیں اول سب سے ان ہی لوگوں کے ہاتھ پاؤں اور گردنیں کاٹ دیتے ہیں یہ سب
بلوائیوں کے باتیں کرنا ان کی سنتے ہیں کہ کہہ گئے ہیں کہ کوئی کارروائی کرتے
ہوگی تو ہم ہیں ان کی حمایت کرنے والے ہیں کوئی کچھ کہے ہم انہیں بلوائیوں کے
حضرت عثمان نے فرمایا یہ بات مت کہیے کہ میری جان کے لئے اتنا بڑا گناہ اپنے اوپر
کرے اور یہ بات حضرت حسن اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر
بن ربیعہ اور سوا ان کے وہ جو حضرت عثمان کے گھر میں تھے اور جب بلوائی
جمع ہوئے تو یہ سب حضرات بڑی مدافعت کرتے اور دھکا دے کر ہٹا دیتے تھے
اور حضرت عثمان کے لئے ایک فوج کی فوج تھے یہاں تک کہ اگر آپ ان کو حکم دے دیتے
تو بلوائیوں کو حضرات سے دور کر دیتے اور کمال زاری
اور بے قراری سے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرا ایک فرشتہ بھی تمہارے سامنے
نہیں ٹھہرنے دیتا تو ان بلوائیوں کا گروہ کیا چیز ہے اور قسم کھا کر فرمایا کہ
کی صلاح نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس کے بعد ہوگی کہ میں کوئی پیغمبر نہیں کہ
ہو نہیں ہوتے ہیں اور اب تک ان حضرات کے ہٹانے کی بات نہیں سنتے حضرت

عثمان ہی فرمائے جاتے تھے کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق ہے تو اگر چاہتے تو تلوار لگا کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے۔ نہ یہ ہتھیار اٹھاتے نہ یہ نوبت آتی والدہ زینبی خندق سے پہلے اگر میں مقتول ہو جاؤں تو بچہ اپنے ماموں کے پاس جائے سو کہ خونریزی کے بعد جاؤں اور میں شہادت کی موت سے مقتول ہوں اس لئے تم سے فرمایا تھا کہ لڑو یا نہ لڑو میں مقتول ہوں گا سو کیا ہوا تم لوگ بری الذمہ ہو گئے۔

ذوالنورین کے امام کی مدافعت

یہ ابتدا ہے اس کتاب شیعہ کی اس بات کی کہ حضرت امیر سے اس کی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان کی قسم کے گنہگار تھے کہ واقعی حضرت عثمان سے اس بات کی بنا پر ان کی شہادت میں تمام شارحین نہج البلاغت نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر کے پاس جب حضرت عثمان کے گھر میں آگ لگنے کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو جو حضرت حسن و حسین تھے بھیجا کہ جاؤ اور آگ بجھاؤ۔ حضرت حسن نے آ کر عرض کیا کہ آگ بجھ گئی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ جاؤ اور دیکھو کہ کیا ہوا۔ حضرت حسن نے آ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان کے گھر میں آگ لگی تھی اور

ہوکر چلے آئے۔

عثمان کے قتل سے بہت کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ ان کا مارا جانا بہت فتنوں کا باعث ہو جائے گا اب کوئی مولوی صاحب پوچھے کہ یہ لوگ جن کا مارنا حضرت علی نے برا جانا تھا وہ کون ہیں؟ پھر ان سے حضرت علی تو وہ ہیں کہ وہ آپ کے لشکر کے بڑے بڑے صحابیوں کے نزدیک، سوائے باغیوں اور فتنہ پردازوں کے، حضرت علی تو مان ہی گئے، پھر ڈاڑھی صاحب جس خون پر آنکھ کو تیر کر رہے ہیں اور آپ کے رسول نے تنگ ہو کر اسے قتل کیا، مگر میں ہی وہ کام ہوں اور ڈاڑھی صاحب کہتے ہیں حضرت امیر لاکھ بڑے ہوں اسلام کے صحابی نہیں تھے۔ یہ تو وہ بات کہہ رہے ہیں جو مصر اور عراق کے فتان امت کو کہہ رہے ہیں۔ سو ان کا یہ کہنا حضرت عثمان کے اکٹھ ہو کر آنے کے سوا ڈاڑھی صاحب اپنے اندر کے موافق ہیں ہی کیا کہ اس قتل نے ہنگامہ برپا کیا۔ بہرحال یہ ڈاڑھی صاحب کا قتل کہ اپنے مذہب کی تائید میں،

تھا کہ آپ میں تن تنہا تاب مقابلہ کفار نہ تھی حضرت امیر کہ کیا ذرہ بھر بھی انہوں نے تن تنہا
بھلونہ کیا ہے کہ تو وہ خود اپنے حال میں کیا فرماتے ہیں نہ
حضرت علی تمام دنیا پر بھاری تھے ابن البلاغت میں ہوا ہے کتب شیعہ سے ہم نقل کرتے
ہیں۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی
وَاللّٰہِ لَوْ تَظَاهَرَتْ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ
لَمَا وَلَّیْتُ عَنْهَا وَلَا هَرَبْتُ
وَلَا اسْتَوْحَشْتُ وَاِنِّیْ مِنْ
فَلَا تَعْبُرُ الَّتِیْ فِیْهَا وَاُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ اَنَا مِنْهُمْ وَهُمْ مِنِّیْ
مِنْ نَبِیٍّ وَلَدَیْهِ مِنْ رَبِّهٖ
فَاِنِّیْ اِلٰی لِقَاءِ اللّٰہِ وَحُسْنِ
ثَوَابِهٖ لَمُنْقَلِبٌ وَمُنْتَظِرٌ

یعنی فرمایا حضرت امیر المومنین رضی اللہ
عنہ نے کہ قسم اللہ کی اگر میرے ان سے
تن تنہا لڑنے میں عرب کے سارے قبیلے مل کر
آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تو میں
اپنے ہاتھ سے تلوار نہ پھینکتا اور نہ بھاگتا
اور نہ گھبراتا اور نہ وحشت کرتا اور میں
اپنے پروردگار کی طرف سے اس یقین پر تھا کہ
اس کی طرف سے اجر عظیم پاؤں گا اور
اس کے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں پھر
آپ نے فرمایا کہ

جو شخص کہ تمام روئے زمین کے لوگوں بلکہ تمام کوہوں سے بھی جو زمین پر ہیں
تن تنہا لڑے اس کو اللہ اور رسول کی کیا مدد ہے؟ ہاں امام کی مدد
اپنے اختیار میں نہ ہونی اور ہم کہتے ہیں کہ نہ گھبرانے اور نہ پیٹھ پھیرنے سے یہ لازم نہیں
آتا کہ وہی مارا بھی نہ جائے جو ایسا کرے جو آپ کے ساتھ میں تن تنہا لڑوں گا
تو فتح تو مسلم ہے مارا جانا کیا مشکل ہے جو اس دین کے لئے ہے جب وہ حاصل
نہ ہوا اور نقصان جان ہی ہوا تو ہے سو ہر ایک کو ہے کیا ہوا کہ خدا کو فقط جان کا
دینا مطلوب نہیں۔

حضرت علی شجاعت میں بے مثل تھے

اور ہر ایک مسلمان کا اتفاق اس کی افضلیت پر ہے
پھر کیونکر نہ اس کی ذات کو اور تمام امور اس
پر مشتمل ہیں تو پھر تن تنہا لڑنے میں ہرگز ممکن نہیں
ہو گا اور اس کی وجہ سے اگر وہ مارا جائے تو کچھ بات نہیں ہاں تن تنہا نہ کرے

ہی قرار دیں گے کیوں اول تو کلام اللہ اور احادیث ملزمین اس مضمون سے لبریز ہیں
صحابہ کے مطاعن کی کوئی بات چاہیئے مولوی صاحب تو اس پر خوش ہیں بات اگر
امیر پر کسی حرف آجائے مگر ہمیں خدا کی ذات سے یقین ہے کہ ہم نہ جائیں گے تیرے باپ پر
اوپر لکھا ہے۔ اگر مولوی صاحب بغور دیکھیں تو زبان سے کبھی نہ نکلیں گے تو دل سے آوے گا
اس بات کے معتقد ہو جائیں گے کہ حضرت امیر کا اس باب میں طریقہ بجز ترک
نہ دینے پر سکوت کرنا سب وجوہ حقانیت اصحاب ثلاثہ تھا نہ بجز اس کے کچھ اور
انشاء اللہ وہ تقریر ماسبق کی اور تاکید کرے گا۔ اس کا دعوی کہ کرسب کرام ہمارے
حضرت امیر کی وہ لوگ زیادہ قدر کرتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ آپ کسی سے ہارے ہوئے تھے
اور بسبب ضعف اور ناتوانی کے خلفاء کے ساتھ موافقت نہ رکھتے تھے یا کوئی فساد اٹھاتے
یا وہ لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ آپ ذلیل و خوار بے سروسامان ناتوان تھے اس لئے
اطاعت کرتے تھے اور آپ کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ تھا تم کو اختیار ہے
کہ ان دونوں میں سے جو فریق رہے اور بلاشبہ وہ آیہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (جس کا یہ مضمون ہے کہ خلاف واقع بات کو واقع کے
ساتھ اور سچ بات کو جان بوجھ کر) آپ کو یاد دلاتی ہے بجز حضرت امیر کے ہر ایک کے
ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشوار ہو گئی ہے پڑ کر دوسرا
سی دھوکے میں اصحاب ثلاثہ کی حد سے زیادہ توقیر کرنے لگا اور مسلمانوں میں یہ بگاڑ
دین اصلی بہت ضعیف اور مخفی رہ گیا۔

حضرت ام کلثوم کے نکاح کی بحث آیہ اصطاب حضرت کے قصہ میں یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی
اللہ علیہ وسلم کی نواسی جو حضرت فاطمہ کے بطن سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے
شکم سے تھیں ان کا نکاح حضرت عمر بن خطاب سے ہوا تھا اس پر یہ جواب سوال سائل ہے
بظاہر مطابق ہے لیکن حقیقت میں ویسے کہ یہ جواب سوال سائل سے ایسی ہی نسبت رکھتا ہے
جیسے کہ کسی کا ہاتھ کٹے اس سوال کے ساتھ کہ ذلہ تیاں کی ہتھیلی کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ
اتنا تو مولوی صاحب بھی سمجھتے ہوں گے کہ سائل کی غرض اس بات کے پوچھنے سے کہ حضرت

ل کی بیٹیوں کا نکاح کس کس سے ہوا ہے یہی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم و خیر معاذ
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر سے ہوا یہ کہنا غلط ہے یا نہیں یہ بھی خیال ہے
کہ مولوی صاحب نہ سمجھے ہوں اس لیے کہ بات کہنی بہت مشکل ہے بہرحال جناب مولوی
صاحب نے اس جواب میں طرفہ چالاکی کی ہے کہ جواب کو جواب نہ دیا اور بات کی بات رکھ
لی مگر نہ معلوم اس جواب میں چالاکی کیوں بھول گئے یا نہ کوئی عمدہ حکمت نظر آئی یہ تو
حضرت ام کلثوم کی مولوی صاحب کی طرف سے رعایت ہی رہ گئی کہ ان کی خلاف کو تو مولوی صاحب
نے جناب قطع نسب سے مستحق ابرعذاب کیا انہوں نے کیا قصور کیا تھا مولوی صاحب نے اس
سے مطلق بحث نہ کی کیا وہ اہل بیت میں سے نہ تھی اس جھگڑے سے دریغ کیا مگر مولوی صاحب کی طرف
سے میں جواب دیتا ہوں اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ یعنے بزرگی پہلوں ہی کے لئے ہے اس
اصل کے خلاف کیونکر کر دیں شاید مولوی صاحب کا یہ گمان ہو کہ حضرت
ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر سے بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی صاحبزادیوں کے نکاح کے بعد حضرت عثمان سے ہوا تھا یہ بھی بعید ہے اور تازہ
بات ہے اس کا کوئی جاننے والا ہو اور قلعی کھل جائے مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں اہل سنت ان
واہیات قصوں کو کیسا ہی پرانا سمجھتے ہیں اور اس فرق کو فرق نہیں سمجھتے۔ اب رہا جناب مولوی
صاحب کا یہ فرمانا کہ علی نے حسب کو مضمون لکھ کر حضرت ام کلثوم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی
شادی ہی نہیں اصلاح کر دیتے اس کا لطیفہ بھی سن لیجئے جناب مولوی صاحب آپ نے
آپ کو خدا سے کچھ کم نہ سمجھا جب خدا نے کہہ دیا ہم جس غیب کی باتیں
آپ تو آدمی ہی ہیں۔

الحمد للہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ ام کلثوم بنت علی کا نکاح عمر سے ہوا اور یہ بات
بے اصل ہے تو پھر اب اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ ایک بیٹی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نسبت یہ تصرف کیا ہے کہ نسب میں کمی بھی معلوم ہو
اور ان کے روزگار رفتہ دنیا کے لیے سینکڑوں برس بعد لوگ یہ آپ نے آدھ دو گھنٹے
میں کے لئے بدل دیئے اور کیا غضب ہوا کہ جناب کی ان کی [illegible]

آپ تو آدمی ہی ہیں۔

الحمد للہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ ام کلثوم بنت علی کا نکاح عمر سے ہوا اور یہ بات
بے اصل ہے تو پھر اب اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ ایک بیٹی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نسبت یہ تصرف کیا ہے کہ نسب میں کمی بھی معلوم ہو
اور ان کے روزگار رفتہ دنیا کے لیے سینکڑوں برس بعد لوگ یہ آپ نے آدھ دو گھنٹے
میں کے لئے بدل دیئے اور کیا غضب ہوا کہ جناب کی ان کی [illegible]

[illegible] فرمایا وہ سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ پھر ان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت ام کلثوم کا حضرت [illegible] نکاح کر دیا حضرت [illegible] کر سکے اس لئے کہ جب یہ قرآن حضرت عباس اور حضرت [illegible] کا بیان۔

[illegible] حضرت عباس عراق میں رہیں گے [illegible] اپنے اعتقاد کے موافق حضرت عباس اور حضرت [illegible] کا نکاح حضرت لگا دیا ہے بسند صحیح ثابت ہے [illegible] کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ حضرت عمر ان کے نزدیک حضرت کے ہیں، حضرت عباس سے کہتے ہیں ہم اسی بیان کے پس و پیش میں ہیں [illegible] بلکہ یہ تقریر تمہی بلکہ دلیل ہی بیان کی ہے اور مطلب اصلی ان کا یہ ہے [illegible] ہوں گے لیکن حق پوشی نہیں رہتی۔ اقل خود جانتے ہیں کہ والد محبوب رسول [illegible] علیہ وسلم ہیں وہ اولاد کیوں کہیں گے؟ ان کے تو نیاز مند بھی اگر [illegible] پائیں تو کہہ نہیں سکتے حضرت میر رضی اللہ عنہ کا تو یہ رتبہ [illegible] کہ ان کے محبوں کو کوئی گناہ ضرر نہ کرے بلکہ گناہ تو گناہ کفر بھی ضرر نہ کرے۔

[illegible] فرماتے ہیں اور سنی [illegible] ہیں [illegible] ان سے نہ پوچھا اس [illegible] خرابی کی ہے [illegible] نکاح کے باطل ہونے کے باعث ہیں کہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] ہیں کہ انہیں اپنے [illegible] کی خبر نہ تھی اور ایسے ہی [illegible] فضلاء ہوں کو سب علماء اس فرقہ کے بزرگ کہتے ہیں اس بات کا [illegible] ہیں [illegible] حضرت [illegible] کہ ان کے محب بھی اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں جنت میں جائیں [illegible] اللہ علیہ وسلم کے محبوب کی بہت میں نہ جائیں تو اور کہاں جائیں گے

شعر زینا نصرانی لہ

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

قدم رکھنے کی اجازت نہ ہو اور پھر مذہب بھی کون؟ جو ایمان اور وہ بھی مسلمان کے
ہوتے تو اعراف تک کی نوبت ہی کہاں آتی۔ کیونکہ کفار کے لئے تو سیدھا راستہ جہنم
ہیں اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا وَسَعِيْرًا یعنی ہم نے کافروں
کے لئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور سعیر، دوسری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ
نَارُ جَهَنَّمَ یعنی جو لوگ کافر ہوئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور پھر ہیں
قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہیئے کہ کس دعوی کو کس دلیل سے ثابت کرتے ہیں
سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی بھی ان کے بجائے پارسی بنے گوارا ہی سمجھتے تھے اگر باطن اپنا ہی
کبھی چاہتا تو تب اس وجہ سے کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہیں کہ زمانے نے
قبول کر لیا۔ نہ کہ تقیہ کی وجہ سے چپکے ہو رہے ہیں مگر حق گوارا کرتا ہے۔ تو اس
سمجھ میں آتی ہے۔

حضرت علی کی خاموشی اور ناراضگی کی وجہ کیا | بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت

نکاح حضرت عمر سے بلا ضرور مطلب باقی رہا عذر تقیہ، سو اول تو آپ پہچانتے ہیں کہ
خاندان اہل بیت میں وراثت خونی ہی اس کی تہذیب کرتی ہے کہ یہ سخن از جہت تقیہ
امیر پر گذرا ہو کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ ایسی بات
کوئی یوں کہے کہ شیر ہو کر گیدڑوں سے ڈرتے ہے، اور پھر حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسا تھا
کوئی کافر بے دین اور بے نسبت اور بے کین بھی گوارا نہ کرے ہم ایسا کوئی عذر
ہے کہ جو بے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ہی کے خاندان کے ساتھ ایسا ہو جانے دیں
آئے اس لئے کہ محبت نبوی تو میزان حق و باطل ہونی چاہیئے جس شخص کو آپ کی بیٹی سے
وہ حق ہے دوسری جانب باطل، افسوس محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت اہل ان
میں سے نکل گئے پھر اس حق سے کہیں ہو سکتا ہے کہ آپ کی نواسی کو ایک کافر کے نکاح میں دے
کر دے؟ مجتہد اہم نے فرمایا کہ بوجہ تقیہ ہی حضرت امیر نے بوقت نکاح حضرت عمر سے کہا تھا
یہ عذر تقیہ بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھ حضرت ان کو بھی کیوں مانتے ہیں؟

نہ روتی گر کافر ہوں تو ماں کی محبت نہیں | بلکہ یہ کہ فرزند خاطر کفو چاہیئے

مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر ضرور بالایمان ہیں کہ ان کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور حضرت عمر اگر نعوذ باللہ کافر ہیں تو حضرت علی نعوذ باللہ پہلے ہی کافر نہیں تو وجہ یہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا، اپنے آپ کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی بے عزتی نعوذ باللہ کہ ادنیٰ پیار بھی گوارا نہ کرے حضرت علی تو درکنار الٰہی تو جانتا ہے کہ میں عقیدے سے ہاں دل جان سے خوش ہوں اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بنا چکی ہوں کہ کسی طرح حضرت عمر کی محبت دل کی طرف سے بدظن نہ رہیں۔

تزویج ام کلثوم کتب شیعہ سے ثبوت! اور نیز یہ بھی نہ سہی ہم کہی رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ قائلی مذہب کو انہیں کے اقوال سے جھوٹا کریں گے کتب امامیہ میں صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ حضرت امیر نے حضرت عمر کو ان کی نابالغی صاحبزادی کا نکاح کیا نہ کہ جبراً کر دیا سئل الامام محمد بن علی الباقر عن تزویج

فقال ان ذلک لما لا بد للامام ان یتزوج فیه ان احب ذلک اشرف

نساء اهل الجنة خدیجة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم

وفاطمة الحسن والحسین علیهما السلام سیدا شباب

اهل الجنة وابوهما علی ذو الشرف والمنقبة فی الاسلام

واما فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم فعلقت

خدیجة بنت خویلد رضی الله عنها [illegible]

کفت [illegible] ام کلثوم سے حضرت امیر کی [illegible] کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت امیر کو حضرت عمر کے حق نہ ہونے کا ہرگز ان کا نکاح نہ کرتے اسلام میں ان کی رائے سے زیادہ شرافت والی تھیں، اس لئے کہ ان کے بطن سے [illegible] صلعم اور دو بیٹے ان کے حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور ایک بیٹی زینب بنت خدیجہ کے حرم میں تھیں، باپ ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] شرف اور منقبت رکھتے ہیں اور اماں ان کی حضرت

فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، اور نانی ان کی خدیجہ ام المومنین خویلد کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط"

شیعہ کو اہل بیت سے محبت نہیں صحابہ سے عداوت ہے۔ اس روایت کو دیکھئے اور حضرت فاطمہ صاحب کی بناوٹ کو دیکھئے بندہ اس دعوئ محبت پر کہ اس پردہ میں کیا کہتے ہیں شہادت یوں کرتے ہیں کہ ہم کو اہل بیت سے محبت ہے اور اس لئے صحابہ سے عداوت ہے اور اس سے اہل بیت کی تشخیص میں یوں آتا ہے کہ آپکو اہل صحابہ سے عداوت ہے اور اس سے اہل بیت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں ہوا اہلبیت کب اس طرح کھنچتے ہیں بلکہ اس طرف سے پیٹھ پھیرتے اور گنہگار نہ کہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ بحث تقیہ میں ابھی سند گزر چکی ان کے فرمانے کے بعد بھی حضرت علی اور حسنین کیا ان کے ساتھ ہیں آکر بے غیرت اور بے حیا بتلائے جاتے ہیں اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا کی بشارت لطیف میں داخل ہے بدستم وزنا کرنے والی بتائے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے پھر اہل بیت کا ان پر غصہ نہ ہو تو اور کیا ہو جس کو خدا پر ایمان ہے وہ ایسی واہیات کو سن کے کانپ اٹھتے ہیں پر دیکھا جائے ان پر دین کی کیا ہوا کہ اپنے رس عیب قبیح کے چھپانے کے لئے اماموں پر بھی بہتان باندھتے ہیں پر ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتے ہیں اور بے شرمی کے سر دھرتے ہیں اور اس نکاح کے عذر میں یہ ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جن کا نقل بھی جی ڈوبتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ لفظ یہ ہیں وَھُوَ اَوَّلُ مَنْ جَسَبَ بِنَا ایسا عالم الغیب کہ پردہ روشن ہو کہ میں یہ دل و زبان اس خیال ناپاک سے بھی جلد تر کہ نقل کفر کفر نہ شد باین خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بے خبر ان وفا ناز ان کے دام میں پھنسا ہو ان کے کفریات سن کر شاید راہ راست پر آجائے۔

جب حضرت علی کفر کے باوجود اگر جنتی بناتے ہے تو قرابت بھی بنائیگی افسوس ایک حضرت علی کے سبب خاندان نبوی کو تو اتنا بٹہ لگا دیا پر یہ نہ ہو سکا کہ بقیہ تین اہل بیت حضرت علی

ہی کو شامل رحمت اور مغفرت خداوندی سمجھ لیتے ہیں یہ نسبت نزوتی زینا بن اسحٰق نصرانی اور ابن فضلون یہودی کے اشعار سے بھی گئی گذری ہے حب علی رضی اللہ عنہ میں یہ تاثیر ہے کہ ایمان کی بھی ضرورت نہیں حالانکہ کلام اللہ سے کفار کا ٹھکانا جہنم ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا پھر کیا اتنی بھی تاثیر نہ ہوگی کہ اپنے واسطہ داروں کو بخشوا لیں، بہرحال علما شیعہ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح ہونے میں متفق ہیں پر بعضے بھولے چوکے ہی بات بدل جاتے ہیں اور منہ بری طرح ادا کرتے ہیں، سو ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر لیکن مولوی صاحب ہمیشہ بڑھتے رہے انہوں نے جہاں آگ دیکھی تو مذہب کی خیر نہیں بلکہ مذہب تو مذہب ہیوں سے ہزار مرتبہ زیادہ حضرت عمر کا معتقد ہونا پڑے گا کہ وہ اہلبیت میں داخل ہو جائیں گے اور تقیہ کی کرامت میں بھی باوجود جھوٹ بولنے کے وہی خرابی کی خرابی برسر، بلکہ اس سے زیادہ کیونکہ بقول اہلبیت حضرت عمر کے ناحق میں اتنی خرابی نہیں جتنا بقول عمر اہل بیت کے ماننے میں خرابی ہے خصوصاً حضرت امیر کے اور درصورت تقیہ ظاہر ہے کہ کمال بے غیرتی اور بزدلی و بے حیائی اور دین کی سستی اور بے وقعتی حکام میں ہیبت اور وجاہت بھی اس سے لازم آتی ہے، سو مولوی صاحب کے نزدیک بہت اچھا ہوا کیونکہ جب جھوٹ بولنا ہی ٹھہرا تو معقول ہی کیوں نہ بولئے گو کچھ زیادہ ہی سہی

ہر آب انہ سر گلشت ۔ ہر یک نیزہ پہ یک رنگ

چونکہ مولوی صاحب کے اس بیان سے فی الجملہ بوشیاری ثابت ہے تو عجب نہیں کہ اگر ہمارے کسی بات کو نہ مانے تو ان کے دل میں لگ جائے اور شاید اس سبب سے ہدایت نصیب ہو تو نقد نقد حق کا طالب ہونا چاہیے ہمیں لازم ہے کہ کوئی اور روایت بھی بیان کریں کہ اس میں یہ مولوی صاحب کا حوالہ تقیہ غلط کہہ جائے گا، دیکھئے کثرت روایات سے ثابت ہے کہ شاذ و نادر ہی ایسی روایت زبان سے شاید و باید نکلتی ہے وہ روایت یہ ہے رَوَى ابْنُ أَبِي الْحَدِيدِ شَارِحُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ فِي قِصَّةِ تَزْوِيجِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ مِنْ عُمَرَ بْنِ مَجْلِسِ الْمُتَأَخِّرِينَ بِالتَّرْدِيدِ وَقَالَ

رَفَّؤُونِي رَفَّؤُونِي قَالُوا بِمَا ذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ تَزَوَّجْتُ
أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حاصل یہ ہے کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغت حضرت عمر کا قول کہ کئی کتابوں میں بیان کرتا ہے کہ جس جگہ مہاجرین روضہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر آئے اور یہ کہا کہ مجھے مبارک باد دو، مجھے مبارک باد دو، انہوں نے کہا یا امیر المومنین کس کی مبارک باد دیں عمر نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب کی بیٹی سے نکاح کیا ہے فقہاء کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس نکاح سے بڑا افتخار تھا، ابن انصاف کا ذہن کبھی بات کفایت کرتی ہے کہ حضرت عمر کے معتقد ہو جائیں کیونکہ بظاہر افتخار اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت حاصل ہو گئی، اور کوئی یوں نہ سمجھ لے کہ ہم کو ان سے کچھ چڑ ہے۔

حضرت ام کلثوم سے فاروق کی اولاد | اب مناسب یوں ہے کہ اس بات کا فیصلہ کر دیں

ایک اور امر مسلمہ ثابت ہے بعض مخالفوں نے سنیوں کے سامنے شرم آنے کے سبب سے یا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں سے اخذ کر کے یوں بات بنائی ہے کہ حضرت ام کلثوم پر قادر نہ ہوئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک جن بیچ میں حائل ہو گیا، ہر چند اس جھوٹ بوزنا اس روایت کے متعدد طریقوں سے کئی نکلتا ہے کہ حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے عمر کے ایک بیٹا پیدا ہوا ان کا نام زید رکھا، وہ جوان ہو کر آخر کو بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں انتقال کر گئے تھے، اور نو جنازوں کو ایک وقت کاندھا دیا، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کر دیا، اور یہ بھی نہ سمجھ لے کہ حضرت عمر کے پاس رہیں حضرت ام کلثوم کسی ایسے کی ذمہ نہ تھیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا یک دو مہینہ چھوڑ اوپا آنحضرت ام کلثوم کی زیارت کی تسدد کرنی چاہیئے۔

باب مباحث فرق

الحمد للہ کہ دلاوری مولوی صاحب کی تمام فرقہ ہائے زیدیہ کے جہالت خرافات پر کافی مگر جو کچھ انہوں نے درباره فرق زیدیہ زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیے ہیں ان کی نسبت مثل مشہور جیسے کہ تیسرا اور چوتھا تکہ تو سب لڈو ہیں کہ ہم کو نظر نہ آتے ہیں آگے دلاوری صاحب کی جہالت کے بارے میں ہماری طرف کوئی اعتراض مگر ہونگے ایسی خرافات کا بکنا پاگلوں کا کام ہے ہم کو کیا ضرور ہے کہ ایسی زیادہ باتوں میں دلاوری صاحب کے جہنم میں جائیں اور اپنی زبان گندہ کریں ان کو اختیار ہے جو چاہے سو کہے ہم اس جواب شافی کی نہایت کرتے ہیں جو ہمارے ہاتھ سے شروع ہوئی ہے جیسا اوپر سورۃ یٰسین کے کچھ حصہ کی تفسیر کی ہے اس کو دیکھ کر جواب شافی کی مشکل ہے اور سورۃ یٰسین کے ان پہلے اور اخیر کے چند آیتوں کو دیکھ کر جواب شافی کی مشکل ہ

ان کی عزت بڑھائیں اور مولوی عمار علی صاحب یا امثال مولوی عمار علی صاحب کو چھوڑ کر کسی بھلے کو برا کہیں تو کس کو کہیں۔

حبِ اہل بیت و حبِ صحابہ ایمان کے دو پر ہیں

اہلبیت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا ہیں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اللہ حبِ اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں، دونوں ہی سے کام چلتا ہے، جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑ سکتا، ایسے ہی ایمان بھی بلا ان دو پروں کے سہارے کے موجب فوز مقصود جس کی طرف اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ یا فَاَنْ لَّنْ اَبْرَحَ میں اشارہ ہے نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جس کا آیت لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا میں بیان ہے ہاں اگر ہم تو درکنار حضرات شیعہ ہوتے تو جیسے انہوں نے از راہ مثل مشہور غیروں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ لی تھی ان کی ضد میں اپنے کرم کو برا کہہ کر اپنے ایمان کا زیان کیا ہم بھی شیعوں کی ضد میں نعوذ باللہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہہ کر مثل خوارج و نواصب اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہم کو تو نہ عقل و نقل سے ناچاری ہے شیعہ تو نہیں کہ مثل شتر بے مہار پگڈنڈی جائیں۔

حبِ اہل بیت و حبِ صحابہ ایمان کی دو آنکھیں ہیں

راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق کی دو آنکھوں کے ہیں کس کو پھوڑ دیں جس کو پھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضا ہو کہ اس کی آنکھ ناک سب کی سب مناسب اور قطعات اس کے اور پھر اس کی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی جاتی رہے گی اگر بیٹھی ہوئی آنکھ کے حصہ کی فراخی بھی دوسری آنکھ میں آجائے اور اس میں بھی آجائے سپیدی بھی سیاہی بھی چھا جائے بجائے حسن ایسا قبیح المنظر ہو جائے کہ دیکھا نہ جائے اور خاشاک چشمی بھی اس کی صورت پر لاحول پڑھنے لگیں، خاص کر دوسری آنکھ تو باقی رہی ہے بسبب اس کے کہ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ اور کشادہ اور سپیدی کی بھی سیاہی ہو گئی ہے، ایسی بری اور بدشکل ہو جائے گی کہ کچھ نہ پوچھا، اگر چشم باقی ماندہ کو شعور اور اختیار ہو تو اپنی اسی حالت اصلی پر آجائے اور دوسری آنکھ کو

بدستور قائم کر دکھائے کیونکہ اپنا حسن بھی اسی کیفیت اور دوسری آنکھ کی معیت میں ہے

شیعوں نے اپنے ایمان کی یک آنکھ پھوڑ ڈالی

سو بعینہٖ یہی قصہ حضرات شیعہ کے ایمان کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، اعتقاد صحابہ اور حب اہلبیت جو بمقتضائے شہادات کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایمان کیلئے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں (چنانچہ رسالہ ہذا کے ملاحظہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے گا) ان دونوں آنکھوں میں سے شیعوں نے ایک آنکھ کو پھوڑ دیا اور اس کے حصہ کی فرخی و رونق بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری آنکھ کو دے کر اس کو خراب کر دیا۔ یعنے اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ چشم ایمان ہے اپنے بگڑ کر دوسری آنکھ یعنی حب اہل بیت کو اسقدر بڑھایا کہ صحابہ کے حق کی محبت بھی انہیں کے لئے صرف کر دی۔ پھر جیسے کہ آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی آجائے ان حضرات نے بھی کر دکھایا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جیسے آنکھ میں تل کی سیاہی اور سفیدی فرض چند قسمیں رکھتی ہیں یہ بھی عترت کے معنے قریش اور اقربا کے ہیں۔ سو ان سب میں سے حضرات شیعہ نے فقط اولاد امجاد سے بھی فقط دس بارہ کو اور سوا اولاد ایک دے کسی اور کو نہ دم دکھایا۔ باقی سب کے لئے بتراہے، پھر جنکو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا اور مخدوم و مکرم گردانا ان کی محبت کو بھی اپنا حد سے بڑھا یا کہ گویا صحابہ باقی ماندگان عترت کے حق کی محبت بھی انہیں کے نام کر دی۔ سو بعینہٖ وہی مثل ہے کہ آنکھ پھوٹنے سے زیادہ کشادہ ہو جاتی ہے پر یہ کہ آنکھ بھی سیاہی بھی جاتی رہی۔ شاید اس اجمال میں زوائد شیعہ کو بھی دخل ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بتفصیلہ کے حال جلد تر معلوم ہوگا لیکن اس اجمال کی تفصیل کے لئے ضرور کرنا پڑی کہ ان کتب و اہل کتاب کی طرف مراجعت کر کے بہ تمامی تحقیق کر کے بعد تطبیق اس بیان کی تصدیق کریں۔

شیعوں نے عترت میں سے بعض کی تکریم اور اکثر کی تحقیر کی سو تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرات

۲۰۹ شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مہر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہی نہیں مانتے یہاں تک کہ زبان زد خاص و عام یہ بات ہو گئی ہے نام تو درکنار خاص بھی اسی حساب سے نام ہی نہیں بلکہ بہت سے بھی پرے، اور تو کیا کہوں، حالانکہ انہیں کی کتب معتبرہ سے ان دونوں مطالب کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ قریب کی اس بات کی شرح مرقوم ہو چکی، اور حضرت عباس عم بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ایسے ہی حضرت زبیر بن العوام کو بھی داخل عترت نہیں مانتے، اور اس قرابت قریبہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے حضرت عباس کی قرابت تو مشہور و معروف ہی ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بسبب کثرت علاقہ ہائے قرابت گویا بمنزلہ برادر حقیقی کے تھے اول تو ان کی زوجہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ اور ان کی دادی ہالہ بنت وہب ہیں پھر ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی خالہ اور ان کے باپ کی پھوپھی ام حبیب بنت اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی اور ان کی حقیقی پھوپھی حضرت ام المومنین زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ پھر ان سب کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم زلف ان کی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ماسوان سب کے پانچویں پشت یعنی قصی بن کلاب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں، سوا نسب نے لکھا ہے کہ اتنی کثرت سے قرابت کے اتصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نصیب نہیں ہے

لیکن آفرین ہے حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا میں سے ان بزرگوں کو جیسے اول تو حضرت زبیر جیسے قریب ترین کو (اور باوجودیکہ وہ مہاجرین سابقین میں سے ہیں۔ اور سینکڑوں بشارات قرآنی اور حدیثی ان کے شان میں وارد ہیں قرآنی ان آیتوں کی جو سورۃ برأۃ کی ہیں۔ از جملہ کفار و منافقین بلکہ ان کے اہل بیت سے مراد کون ہیں؟ باقی رہیں ازواج مطہرات جو اہل بیت عینیت یعنی سب میں سے ان کی نسبت تو کچھ حضرات شیعہ ثنا خوان ہیں سب ہی جانتے ہیں، خاص اہل بیت وہی ہیں کیونکہ اول تو اہل بیت کے معنے بعینہ اہل خانہ کے ہیں اور آیت کریمہ

مولوی غلام علی صاحب بھی جانتے ہوں گے دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو انداہ مطہرات ہی شان میں وارد ہوا ہے۔ گو حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرات حسنین بھی بوجہ عموم لفظ یا بہ سبب التماس حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم اہلبیت ہونے کی فضیلت میں داخل ہو گئے ہیں مزید تسکین کے لیے جس آیت میں یہ لفظ واقع ہے ما قبل اور مابعد سمیت لکھ کر اس کا ترجمہ لکھے دیتا ہوں تاکہ سب شیعہ کو سنی متنبہ ہو جائیں

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ	یعنی اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی
النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ	عورتیں۔ اگر تم ڈرو رکھو، تو دب کر نہ کہو بات
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ	پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے
مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا	اور کہو بات معقول، اور قرار پکڑو اپنے
وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ	گھروں میں اور دکھاتی نہ پھرو جیسا دکھاؤ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ	دستور اگلے نادانی کے وقت میں اور کھڑی
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ	رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ، اور اطاعت میں
اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا	رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی، اللہ یہی چاہتا ہے
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ	کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ	اور ستھرا کرے تم کو ایک ستھرائی سے، اور یاد
تَطْهِيْرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ	رکھو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے
بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ	گھروں میں اللہ کی باتیں اور حکمت کی،
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔	مقرر اللہ سے ہے جانکار۔

یہاں تک ترجمہ تھا۔ اب فرض یہ ہے کہ شیعہ ہی اپنے علماء سے پوچھیں کہ میں نے ترجمہ صحیح کیا یا غلط۔ ہر حال ان آیات سے اول یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت ازواج ہی ہیں۔

خاندان مراد کو عبا میں لے کر دعا کرنے کی وجہ | اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا میں لے کر یہ دعا کی کہ

الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہو جائیں جیسے کہ کوئی بادشاہ درشت اس چشم پوشی اپنے وزیر سے اول کہہ کر کہتا ہے کہ لوگوں کو ہم جدا جدا جگہ کر دیں گے تو وزیر موافق خواہش کے بولا کہ ہاں بی بی اور بیٹیاں مراد ہوا کرتی ہیں اور بیٹی اور نواسی مراد نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو اپنے گھر کی ہوتی ہیں۔ کچھ اپنے جی میں سوچ کر وقت دیکھ کر بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بلا کر کہے، وہ بادشاہ اگر پوچھے بیٹے کہ یہ کون ہیں تو بیٹی کہ بیٹی اور نواسی ہیں۔ قرابت میں کچھ بیٹی اور پوتی اور بی بی کے نہیں، یہ کہے کہ حضور میں کر کے آئے ہیں اس بادشاہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ داماد اور نواسی اور بیٹیاں ہیں اس کے سوا لوگ نہیں، پھر بتائے اپنی چشم پوشی ذاتی کے انکار بھی کر دیگا۔

الفاظ اہلبیت اصل میں ہے ازواج اور حضرت علی اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سب کو شامل ہے مگر فقط ازواج ہی کی شان میں نازل ہوا ہے ولی والا ایک لفظ عام ہے سب ولی والوں کی نسبت بول سکتے ہیں اگر کوئی کہے کہ ولی والے رہنے والوں کو یوں کہے کہ یہ ولی والے ہیں تو اس سے کوئی کو دن گنوا تک کہ یہ ولی والے فقط یہی ہیں ان کے سوا اور کوئی ولی والا نہیں اس تقریر سے سب بات ہو گیا کہ کلام اللہ سے بعد ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہلبیت ہونا ثابت ہے سب کے سب اہلبیت ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو، بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اہلبیت ہیں اور کلام اللہ میں ان کی شان میں یوں آیا ہے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ پھر بھی حضرات شیعہ کی زبان نہیں بند ہوتی اور لگام نہیں دیتے۔ اگر دوسری آیت کا یوں جواب دیں کہ ہاں مومنوں کی مائیں ہیں ہماری تو نہیں تو سمجھ لیں کہ آیت اول کا بھی یہی جواب ہے کہ ہاں اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے کیا جواب دیں گے؟ بالجملہ ازواج مطہرات کے حق میں ثبوت کا اس مذہب میں یہ حال ہے۔

شیعہ اولاد فاطمہ کی اکثریت کے دشمن ہیں

باقی رہی اولاد سیدان کا حال کی سنئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اکثر اولاد کے حضرات شیعہ دشمن ہیں اور یا کہتے ہیں جملہ ان کے حضرت زید شہید فرزند ارجمند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور مروانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے، سیدان کے بیٹے یحییٰ بن زید ہیں جو بزمانہ اثنا عشریہ مرتد ہیں، اور ایسے ہی ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق شیعوں سے کنارہ کر چکے ہیں، جنانچہ وہ اکابر اولیاء انہیں سے ہیں۔ اور بایزید بسطامی انہیں کے مرید ہیں اور جعفر بن امام موسیٰ کاظم اور امام حسن عسکری کے شیعوں کے عرف میں ابو جعفر کذاب اور علی بن محمد نقی اور حسن بن حسن مثنی، اور ان کے فرزند عبداللہ محض، اور ان کے فرزند محمد جو لقب نفس زکیہ سے ہیں کافر اور مرتد گئے ہیں۔ اور ابراہیم بن عبداللہ کا ابنہ کریم باقر کا اور محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن بن الحسن کے بارہ میں حضرت زید شہید کے اقوال ہیں کہ وہ کافر اور مرتد جاتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں صلوات خمسہ اور تسبیحہ کو بحقیقت زید شہید ہیں، مادات اور بزرگ ہیں مگر وہ ان باتوں سے بری ہیں۔ سارا کتب انساب اور کتب تاریخ سادات اس بات پر شاہد ہیں کہ اکثر سادات حسنی و حسینی حضرت زید کی بہت سی باتوں کے منکر ہیں۔

خاص یہ کہ اثنا عشریہ ان بزرگواروں کو کافر اور مرتد کہتے ہیں، اور بزرگوار سید جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد جو کچھ ان کے فرزند اور شیعہ ان کے ساتھ کیا اور کہا وہ جگر خراش ہے، ان کے فرزند موسیٰ کاظم کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، ان کے فرزند علی رضا کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، ان کے فرزند محمد تقی کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، ان کے فرزند علی نقی کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، ان کے فرزند حسن عسکری کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، ان کے فرزند محمد مہدی کو شیعوں نے کیا کچھ نہ کہا، اور کیا کچھ نہ کیا، جو کچھ کہا اور کیا وہ سب جانتے ہیں کہ کافر، مرتد، ملحد، دجال، کذاب، مفتری، اور جو کچھ ان کے ساتھ کیا وہ بھی

عذاب شدید کے اپنے آباؤ اجداد کی شفاعت سے نجات پائیں گے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں قول ہیچ ہیں کیونکہ جب منکر امامت کافر ہوا تو شفاعت کیا اور اعراف میں رہنے کے کیا معنے، شفاعت بالاجماع کافروں کے حق میں نہ کوئی کر سکے اور نہ قبول ہو اور اعراف میں کافروں کا جانا خلاف قرآن ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَتُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ۔	یعنے متحقق جو لوگ کہ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہمیشہ ہمیشہ ان پر رہے گی نہ ان سے عذاب کم کیا جائے اور نہ ان کو مہلت ملے گی۔

الحاصل حضرات شیعہ کو دعوائے محبت تو اس قدر اور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اصحاب اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت کے ان کے بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک، خاک پڑے اس محبت پر ان میں اور ناصبیہ میں دس بارہ ہی نمبر کا فرق ہے فقط انتہائی تو یہ ہے کہ شیعہ دوازدہ امامیہ اور اثنا عشریہ کے اقرباء کی بخشش کے معتقد ہیں اور ناصبی معتقد نہیں، سو اس اعتقاد سے ان کی رائے کیا ہی بھلی ہے کیونکہ اول تو یہ فرقہ محبت کے پردہ میں حضرات ائمہ کے ذمہ وہ عیب لگاتے ہیں پھر ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنے بیگانے کے سامنے لاتے ہیں چنانچہ کچھ تو اس کے دیکھنے والوں کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔

اہل شیعہ کی حضرت سے محبت جو نمونے ہے بدتر سے بدتر [illegible] بہرحال ہر چند اس بات کے لکھنے کا موقع نہ ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اس لئے بالجملہ اتنا کہے جاتا ہوں حضرت امام الائمہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے احوال کچھ ایسے مشتبہ نہ تھے کہ جس سے ہر کوئی سمجھ جائے۔ مگر نعوذ باللہ وہ بڑے بے غیرت نامرد تھے کہ اپنی بیٹی کا فاسقوں کے حوالہ کر دی، اللہ بہتر جانتا ہے نہ اس قسم کی [illegible]

کی نہ کسی اور بات میں دم مارا، کافروں کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ ان سے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے اور ان کی تعریفیں بار بار ایسی کریں کہ مومنان باخدا میں کی اس کے عشر عشیر کبھی ایک دفعہ بھی نہ کی جب ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر،

ع:- قیاس کن زگلستان من بہار مرا

خاص اور نابغہ ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتے ہیں پر اتنا نہیں سمجھتے۔

انبیاء اللہ سے بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں اور دوسرے پیغمبر اس محبت و تعظیم کو اتنا حد سے بڑھایا کہ انبیاء و اللہ مرسلین علیہم السلام کو بھی اماموں سے گھٹایا، چنانچہ مذہب امامیہ بہ نسبت تمام مذہبوں کے کہتا ہے کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ کلام اللہ اور خود ان کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ انبیاء سب سے افضل ہیں، کلام اللہ میں برابر انبیاء کی نسبت اس طرح ارشاد ہوا ہے جیسے چھانٹ لینے کے بعد مستثنیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سے افضل ہوتی ہے، معہذا کل چار فرقوں کی خاص خاص کر کے تعریف فرمائی ہے انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہو ہر جملہ انبیاء ہی کو متضمن کیا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقوں سے افضل اور رتبہ میں مقدم ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی نبی تو تھے ہی نہیں پس تینوں فرقوں میں سے ہر نبی کو شیعہ پسند کریں انتہا درجہ سے بہت اصاغر اور اذناب کہیں گے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تب بھی انبیاء سے بالا رہی ہیں رہتے۔

افضلیت انبیاء کتب شیعہ سے | لیکن ہم جانتے ہیں کہ شیعہ کلام اللہ کی بات کو نہیں مانتے اس لئے ضرور ہے کہ انہیں کی کتابوں سے ان کو قائل کیجئے اور ایسے ہی دلائل کیجئے کہ جو ان پر حجت ہو چنانچہ ہے کہ دونوں اور اس نہ ہو شیعہ، اور ایسے ہی دلائل کہ جو ان کے ہاں معتبر ہیں، دونوں باتیں ہیں، پیشوایان شیعہ نے ہر چند ان روایات کو تراشا ہے جن میں ائمہ کی انبیاء سے افضل ہونا بتایا ہے لیکن بمقتضائے مثل اول ہوک کر بات کہنا مثل

ان کے ہاتھ کی آئی روایتیں ان میں سے ایک حدیث زید بن علی

ان نبیا افضل من الف ملک وان من قال غیر ذلک فلیس قال

یعنی کیونکر جو اسمٰعیل ہشام احول کے زید بن علی سے روایت کرتا ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں اور بیشک جو اس کے سوا کہتا ہے گمراہ ہے فقط، اور ابن بابویہ نے کتاب میں بروایت صحیح ایک حدیث طویل کے ضمن میں اس میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس طرح روایت کیا ہے۔

عَنِ الصَّادِقِ عَنْ آبَائِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِسُكَّانِ الْجَنَّتَيْنِ الْمَلَائِكَةِ وَاَرْوَاحِ الرُّسُلِ وَمَنْ زَفَّ اِلَيَّ زَوَّجْتُ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰى مَنْ اَحَبَّ الرِّجَالِ اِلَيَّ بَعْدَ اَفْضَلِهِنَّ۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت کے رہنے والوں سے یعنی فرشتوں سے اور ارواح سے اور جو ان کے جنت میں تھے ان سے خداوند کریم نے فرمایا کہ میں نے زہرا کا نکاح جو سب عورتوں سے زیادہ مجھ کو پیاری ہے اس مرد سے کیا جو مردوں سے زیادہ مجھ کو پیارا ہے بعد افضل کے۔ اور کہتی ہیں کہ حضرت امیر کا رتبہ انبیاء کے بعد اس سبب سے ہے کہ باوجود ان روایات کے کہ انبیاء سے افضل ہی بتلائے جاتے ہیں، ظاہراً اس کا سبب یہی ہے کہ حضرت کے ثواب اور نیز اکثر اہلبیت کے حق کا اعتقاد فقط انہیں چند اشخاص سے متعلق کرتے ہیں، سو یہ سبب از قسم اور حجتہائے ثابت ہوئے کثرت کے حد سے باہر نکل گئی۔

اور فی الامثال شیعوں کے نزدیک مثل ہندی سے جو نصرانیوں کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اس قدر محبت کرتے ہیں کہ ان کو عبودیت سے نکال کر الوہیت تک پہنچا دیا ہے۔ اپنے آنکھ کی مثال کا سا ہے، یعنی جیسے کسی کی آنکھ مناسب اعضاء سے ہے، ایک آنکھ بالکل پھوٹ جائے اور اس کے حسن کی خرابی بھی ظاہر ہو، اس ایک ہی کی مساوات دونوں کی مساوات کے برابر ہے۔ اسی طرح ہمارے ائمہ بھی ہیں۔ حضرات شیعہ حسب اہل بیت اور

ہے ایک کو رکھا اور ایک کو دیا، اور جس کو رکھا اس کو ایسا بڑھایا کہ دونوں کے برابر اس ایک ہی کو کر دیا، اور جیسے آنکھ میں سفیدی کی جا کبھی سیاہی ہی ہو جائے تو انہوں نے کبھی تمام اہل بیت میں سے چند اشخاص میں سے نہ رکھا اور باقی کو مردود اور مزدور قرار دیا۔ اور بایں وجہ کہ جن کے دل میں محبت گھر کئے ہیں ان کی محبت ایسے ... بڑھی ہوئی ہے یوں سمجھیں آپ کے یا قیوں کے دل کی محبت کی انہوں نے ان اشخاص میں منحصر کر لیا ہے تو ان کی محبت میں جیسے آنکھ میں سیاہی ہوتی ہے اور تمام جسم کو زینت کرتی ہے ایسے ہی محبت اہل بیت اور حب اصحاب بمنزلہ ایمان کی دو آنکھوں کے ہیں ان میں سے ایک آنکھ بند ہے اور دوسری بڑھ جائے دوسری بھی نابینا ہو جائے گی اور ایمان کے حسن کو بھی زینت کرے گی اس لئے بالیقین یوں سمجھیں آتا ہے کہ دوازدہ امام بھی اس محبت سے خوش نہیں بلکہ متنفر ہوں، اور اسی بات کے درست کرنے کو ان کی محبت اپنے اندر پیدا کرے کہ بھی نہ ہو اور اس کے ساتھ اصحاب کی محبت اور اعتقاد دل میں ہو جائے کہ جیسے ایک آنکھ سے دوسری کی زینت ہوتی ہے ایسے ہی حسن ایمان کے لئے ہیں حب اصحاب حب اہل بیت کو زینت ہوں اور ایمان اور اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو،

شیعوں نے صدیق کے بیٹے میں نور کی تازی اور رائحہ کی شہادت ہی مکروہی

ہو چونکہ اہل سنت رضی اہل بیت میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں تو یہ خیال ان (اہلبیت) کی طرف سے نہیں تھا کہ ان کے اور ان کے علی صاحب کے خود ایمان نہ لانے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جب تک شیعوں نے ان کی محبت اپنے اوپر نہ لی تھی تب تک ان کی محبت ان کے لئے ایسی زینت نہ تھی جیسی اب ہے اس کے بعد ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے اور کیا ان کی آنکھ ہے جو ان کی آنکھوں سے نظر آئیں گے اور کیا ان کا دل ہے جو ان کے دل سے سمجھیں گے اور کیا ان کا کان ہے جو ان کے کان سے سنیں گے اور کیا ان کا فہم ہے جو ان کے فہم کا

قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدیٰ کا کہا غلط نہیں ہو سکتا جن کو ہم غیب کہتے ہیں وہ
ہمارے ہی ہوں گے ہماری سمجھ میں نہیں آتا دست آویز جہل تو بحمدہٖ تعالیٰ ہر مسئلہ میں ہے ہاں
اس جہالت کو ہمارے زمانہ کا علم و فضل اور نور نبوت اور نور عقل کے حضور میں ننگ کہتے ہی کے
توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنے کو کہ وہ ظاہر ہر گز نہ تھا یعنی اس سابق مرتبہ کی خبر نہ تھی تو اللہ
علیم بذات الصدور خداوند کریم کی ہدایت کے موافق کئے تھے اور جناب باری تعالیٰ نے بذریعہ
حضرت خضر کے ان کی اصلاح کر دی تھی چنانچہ یہ تمام قصہ سورۂ کہف میں مذکور ہے
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ سے لے کر رکوع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ
تک مذکور ہے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے رسول اولوالعزم سے
بھی اکثروں سے زیادہ ہیں تو ہمارے قرآن کے قریب انہیں کے ذکر سے پُر ہوگا حضرت خضر
کے افعال کی حقیقت کو نہ سمجھے حالانکہ حضرت خضر حقیقین کے نزدیک ولی ہیں نبی نہیں
اگر نبی بھی ہیں تو بنی اسرائیل میں سے ہر گز نہیں جو یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمام
کو نصیب ہوا حضرت شیعہ تو نہ بنی ہیں نہ ولی نہ عقل و دانش سے ان کو کچھ بہرہ
اسی لئے یہ مثل ہی ہو گئی ہے کہ اَلشِّدَّةُ تُنْسِي الرَّخَاءَ۔ یعنی
شیعہ اس مست کی کور تیں ہیں۔"

ایسے نادان اگر آیت مذکورہ کے سوا اولیاء کے کسی فعل کی حقیقت نہ سمجھیں
تو کیا بعید ہے بلکہ یہ ان کو مقتضائے قیاس ہے کیونکہ یہ امت اور امتوں سے افضل ہے
کہ اولیاء بھی امتوں کے اولیاء سے افضل اور بھی نہیں تو جو اس امت میں ایسا نہ کہنے والے
ہیں ان کی تعریف کریں وہ تو بیشک ہیں ہی مقبول کے تو برائے افضل ہونے کے
کے افعال کی حقیقت تو اگر ائمہ ہدیٰ کی نہ سمجھیں نہ ظاہر و ستر کا گمان کریں تب بھی بہتر
کے نزدیک کچھ حرج نہیں بہت ہو تو شیعوں کو یہ گمان ہو کہ ائمہ ہدیٰ ہمارے عقیدہ کے
موافق افضل الخلق ہیں ابوبکر اگر بزرگ بھی ہوں تب بھی ان سے افضل یا ان کے برابر
نہیں ہو سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو خداوند کریم اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی پر ہمارے
بزرگی کے باب میں قبول کر لو پھر اس کا جواب ہم سے سنو

بالفرض تقدیر اگر ہم ابوبکر صدیق سے افضل ہی ہوں تو خدا کا مہاجرین کو بھی تعریف
باتی امت سے مرتبہ افضل بتلانا پھر ان میں سے ابوبکر صدیق کو اشارۃً سب سے افضل کہنا
چہ معنی دارد۔ اصل مرقوم ہو چکا کہ ہمارے عقیدہ غلط کے موافق غلط ہو تب بھی تو کچھ شرم نہیں
حضرت موسیٰ کی تو حضرت خضر سے افضل تھے پھر ان کے افعال کی حقیقت نہ سمجھے اور لعنان
کا نشان اور عدل کو ظلم سمجھ کر ایسے محبوب منتخب نے کہ اپنے سب بھروسوں کو بھول گئے۔
حضرت خضر کا واقعہ کچھ فہموں کے لیے عبرت ہے

نہیں تو یہ کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت ابوبکر صدیق بنص قرآن و حدیث بھی شیعوں
کے نزدیک خدا کی گواہی اور رسول کی شہادت کے بعد جو ان کی بزرگی کی نسبت دل میں اور
زبان پر اس وقت ہے ہو چکی ہے پھر بھی نہ سنتے نہ اپنی عقل نارسا کو تکذیب کرتے
زبان سے تو حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے کہ بہتیں خضر کرکے تمہیں خانہ پریشان نہ
کر دیتے، کیونکہ جناب باری تعالیٰ نے ان قصوں کو ایسی ہی کرداروں کے دکھ بیان
فرمانے حضرت خضر جیسے بھی کسی کے دشمن ہیں کہ ان کا خضر کے مقرب اور دوست
ہونا ان کو خدا کا دشمن بنا دیتا ہے مقربان بارگاہ خدا کے کتنے درجے ہیں
کہ فریب شیعہ کی حقیقت پر کبھی کسی کی نظر نہیں گئی۔ اصل مقصد

ایمان و ادب تو یہ تھا۔

بالفرض اگر صدیق سے گناہ ہوا تو وہ نیک

یہ بات ان کو دشوار ہے کہ کسی کی تعریف کریں خواہ مخواہ ایسی
ان کے نزدیک ان کی بارگاہ کے اعمال بد کو حسنہ بنا دیں مگر کیونکر کلام اللہ موجود
ہے وَمَنْ يَّتُبْ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ
يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل
کئے اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اگر فرقہ ہذیان مذہب شیعہ
کو یہ بات نہ سوجھی تو ہم ان کو بتائے دیتے ہیں کہ اس کی طرف اشارہ ہے ہم

صدیق کا کوئی گناہ نیکی بنے گا بھی تو وہی بنے گا جو ایام جاہلیت کے گناہوں میں کیا ہوگا۔ ہمیں تو ایسی بہت سی باتوں میں کلام ہے جو بعد زمانۂ ایمان ان سے صادر ہوئیں۔ مثلاً غصب فدک کہ وہ بعد وفات سرور کائنات صلیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیات ان سے ظہور میں آیا تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ ایسا شیعہ ابھی نہیں لوگوں کا ہے کہ جن کا دل شبہ میں پڑا ہوا ہے، اور اب تک درجہ یقین اور ایمان تک نہیں پہنچا، اگر ما سبق میں گناہان زمانۂ کفر ہی کا ذکر ہو اور انہیں کی نسبت تبدیل کا یعنے نیکی بنا دینے کا اشارہ ہو تب بھی آفت ہو گئی کہ خدا کو گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے پھر جب کفر کے زمانہ کے گناہوں کو (کہ وہ سب گناہان ایام ایمان کے گناہوں سے زیادہ ہی ہوتے ہیں) خدا کو نیکی بنا دینا آتا ہوا تو ان کے گناہوں کا نیکی بنا دینا تو سہل ہی ہوگا پھر جس کی خدا اور ائمہ ہدیٰ تعریف فرمائیں اس کے ایمان اور بزرگی میں اسے ہی شک ہو سکتا ہے جس کو خدا اور ائمہ ہدیٰ کی بات میں شک ہو۔ جب ایمان اور حالت اعمال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدیٰ ثابت ہو گئی تو اس بات میں کیوں کلام ہے کہ ان کے گناہ نیکیاں ہو جائیں۔

گناہ سے توبہ پر جنت میں داخلہ سب کو مسلم ہے | اور اگر یوں کہئے کہ گناہوں کا نیکیاں بن جانا توبہ کے ساتھ متعلق ہے ابوبکر صدیق کا ہے سے معلوم ہو کہ توبہ کر کے مرے ہیں تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ اگر متعلق ہو بھی تو گناہوں کے نیکیاں بنا دینے کا وعدہ متعلق ہو چکا ہے ان سے نہیں پھر جب خداوند کریم اور ائمہ دین ان کی تعریف فرمائیں تو اگر ان سے یہ خطا ہوئی بھی تب بجز اس کے ان کی تعریف کی اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ان کی خطا کو بھی بنا دیا تعالیٰ نے نیکی بنا دیا جو گواہوں نے توبہ کی ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر توبہ ہی پر تبدیل سیئات بحسنات موقوف ہو تو ہم کہتے ہیں اور ائمہ دین کی تعریف زید اس بات کی گواہ ہے کہ وہ توبہ کر کے اس عالم سے تشریف لے گئے ہیں تو وہ قابل تعریف تو کجا البتہ لائق ہجو اور مستوجب سزا تھے۔

ہاں اگر شیعہ یہ ثابت کریں کہ خداوند علیم نے تو تعریف بھی کی ہے لیکن بعد میں سرزد ہوئی تو اس کا جواب ہمارے پاس بجز اس کے کچھ نہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

ایسا ہی ہوگا جیسے چار دن کے بعد کسی خبر نہ ہو ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اس کے پیش نظر ہے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان بد شیعہ بُرے ہی ہوتے، تو خدا وند کریم ہرگز تحریف نہ فرماتا، اس کو کیا ضرورت تھی کہ ایک غلط بات کہہ کے آج شیعوں سے شرماتا۔ اگر خدا کی نہیں مانتے تو نعوذ باللہ ائمہ ہدیٰ تو بزعم شیعہ خدا سے بھی بڑھ کر ہیں، خدا تو بداء بھی واقع ہوا ائمہ کو تو بداء بھی نہیں ہوتا پھر اس پر علم ممکن اور علم مایکون ان کو حاصل، ان کی تحریف کا تدارک بجز اس کے کچھ جواب ہی نہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے گناہ بھی نیکیاں ہی بن گئے ہوں۔

توبہ ثابت بروایت شیعہ | اور یہ بھی نہ ہی ہم اور جواب رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایات شیعہ اس بات کی شاہد ہیں کہ ابوبکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے ہیں چنانچہ ان شاء اللہ تعالیٰ قریب ہی بحوالہ روایات کتب شیعہ یہ مضمون مرقوم ہوگا کہ ابوبکر صدیق نے فدک غصب کیا تھا لیکن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا اور نیز یہ بھی مرقوم ہوگا کہ حضرت فاطمہ ان سے راضی ہو گئیں اب فرمایئے آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ان کا نام آنہ ہے۔

نیکیاں زیادہ ہونے پر جنت میں داخلہ متفق علیہ ہے | اور اگر اس پر بھی شیعوں کے دل کا کفر نہ جائے تو اس کی اور بھی تدبیر ہے آخر شیعوں کے نزدیک بھی اتنی بات مسلم تھی کہ قیامت کو حساب کتاب کے بعد جس کے اچھے اعمال زیادہ نکلیں گے وہ جنت میں جائے گا جس کے برے اعمال زیادہ نکلیں گے وہ دوزخ میں۔ اور اگر برابر برابر نکلے تو اس عقیدہ میں کچھ شک بھی آپ نے تو لیجئے یہ کلام اللہ کی آیت مزن دے اور کلام اللہ میں بے علم ہی کے سبب سے کی اس میں کسی کو بھی اول ہی کی سورتوں میں کی، جو شیعوں کے یاد بھی نہیں مثل یا تو فرد ہی ہوں گی وہ آیت یہ ہے۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ یعنی جن کے عمل تول میں بھاری ہوں گے تو وہ اچھے اور جن کے عمل ہلکے نکلیں گے ان کا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تجھ کو کیا معلوم وہ کیا ہے؟ وہ ایک آگ گرم دہکتی ہوئی ہے اب کچھ تکرار کی بات باقی نہیں۔

سو اس صورت میں خداوند علیم ایسا کریم جس کی تعریف میں [illegible] معلوم ہوا کہ اس کے اپنے فضل زیادہ تر ان خطاؤں کے باعث ان سے نہیں [illegible] ہے جیسا کسی نے کہا ہے "مدعی سست گواہ چست"، یا عربی کی مثل ہے [illegible] وَمَا رَضِيَ الْقَاضِي، یعنی مدعی مدعیہ تو راضی ہو گئے پر قاضی [illegible] خداوند کریم اور ائمہ دین تو راضی ہوں یا نہ ہوں پر شیعہ راضی نہ ہوں۔

صاحبین اولین سے جنت عدن [illegible]

کا وعدہ ہو چکا اور خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا

اور اس پر بھی [illegible] کا زیادہ ہونا بھی شیعوں کو [illegible] کچھ دھوکا ہی نہیں کہ وہ مہاجرین اولین اور [illegible] رسول [illegible] تھے۔ سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ [illegible] اولون من المہاجرین والانصار اور آیت [illegible] فیل میں بیان ہو چکا ہے کہ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی اور [illegible] ان کے لئے جنت [illegible] تیار کر رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے [illegible] وعدہ اجر عظیم کر لیا ہے۔ سو گو بالفرض والتقدیر ابوبکر [illegible] تھے یا نہ تھے کروڑ سرا پا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہی تھے تب اس [illegible] باقی نہ رہی کیونکہ خداوند کریم اپنے وعدہ کا سچا اور بات کا پکا ہے مثل حضرات شیعہ جن کے دین کی باتوں میں کبھی جبل ہے دین کا آنکھ کا ذرہ، سو ہر کہ [illegible] ہے گو شیعہ نہ ہو، وہ تو ان سے خدا کو راضی اور اہل بیت کو [illegible] اہل بیت تو ایسے نہیں کہ [illegible] کسی بات کو [illegible] بلکہ ان کی سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی سے یہ یقین کامل ہے کہ [illegible] شیعہ ابوبکر صدیق کے کچھ ان پر احسان تھے ہی کہ جب اپنے حقوق سے [illegible] خداوندی کے حسب مثل و شبہ ہر عیب کہ سلمان کو پسند و ہمراہ ہے، اپنے [illegible] جس [illegible] ہے۔ جو [illegible] اور اہل بیت اپنے حقوق [illegible] اور کیا اچھی بات ہے خداوند کریم جب راضی ہو تو سب کو راضی [illegible]

سہارے نہ اڑ جائے۔

غصب فدک پر آیۃ ذالقربیٰ سے استدلال سو گوش گزار ان مولوی صاحب کیا ہے یاد رہے کہ دربارہ غصب فدک جو کچھ مولوی صاحب نے مکاری کر کے زیب رقم فرمایا ہے خود بہت ہی چالاکی کی تھی۔ لیکن جن کا خدا حافظ ہو ان کو ایسے دھوکوں سے کیا اندیشہ۔

ہر باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیبان

ہاں ایسے عقل کے اندھے جیسے (کتخدا معاف) ملا زمان مولوی صاحب ہیں بات اس جال میں پھنس جاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی صاحب پہلے ۱۲ قول امیر اور علی صاحب ہیں کہ مثل نامہ سیاہ مولوی صاحب کے خوبی کرامت میں لکھ دیتے ہیں یوں رقمطراز فرماتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور شیخ احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب شعاع لمعات نے اور سوائے علمائے اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جس وقت نازل ہوئی آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ یعنی دے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریبوں کو حق ان کا۔ تو اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں؟ اور حق ان کا کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اس کا فدک ہے۔ فدک اس کو دے۔ اس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو فدک دیدیا۔ بس تحریر سے نکل ثابت ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ نے فدک کی۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ بنے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور ان کا قبضہ اٹھا دیا۔ فدک کا غصب نہیں تو کیا ہے۔ آہ۔ یہانتک مولوی صاحب کی عبارت تھی۔

غصب فدک کے بہتان کا تار عنکبوتی ہونا اب ہماری سنیئے کہ یہ اعتراض غصب فدک کا بر بنائے کج فہمی ملا زمان مولوی صاحب ہی کو نہیں سوجھی، سارے شیعہ ایسے ہی کاتے ہیں۔ مولوی صاحب وہی پرانی تے چاٹتے ہیں جو اگلے اگلتے چلے آئے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ مولوی صاحب نے یہ دروغ بے فروغ اگر زبان سے نکالا تھا تو جب تک علماء اہلسنت کی کتب سے نہ دیکھ لیتے نہ نکالتے۔ نکالا تھا لیکن جس وقت علماء اہلسنت کی کتابوں سے ان کا قبضہ فدک

دانت توڑ دیئے۔ تب تو غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو منہ پر نہ لاتے۔ مگر صاحب موصوف نے
تحفہ لفظ تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ۔ وغیرہ مصنفات مناظر بے بدل مولوی حیدر علی سلمہ ربہ کو لکھنؤ کی ان کے سامنے بولنے
کی کثرت سے موجود ہیں ان میں اس دروغ بیفروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے ان کو تو
کرتا۔ جب کہیں اس بات کو زبان پر لاتا۔ مگر خدا سے شرم نہ تھی کہ غیرت دنیاوی کو بھی طاق
میں اٹھا دھرا۔ کیسا ہی کوئی نامعقول کیوں نہ ہو۔ اپنی بات کا جواب معقول سن کر ایک دفعہ
تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہے۔

ہاں ناصر و بیجا یہ کام ہے کہ اگر دلاور ان شجاعت نشان کسی نامرد کی مزاحمت کچھ سر
زنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سے معقول کرتے ہیں تو وہ چونکہ ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا تو ہے۔
بھی زبان ہلانے سے باز نہیں آتا۔ اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ بتایا کرتا ہے۔ مثل مشہور
ہے مرد کے ہاتھ جلیں نامرد کی زبان۔ سو یہی وطیرہ حضرت شیعہ کا ہے کہ اہل سنت کے جواب
دندان شکن سے تنگ کبھی منہ نہیں کرتے اور وہی بجائے ہیں اس موقع میں مناسب تو
یوں تھا کہ یہ بھی ہر بات مسئلہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ دلاوری کا ذکر جب اپنے عنوان پر
میں میدان خالی دیکھ کر یہ ہاتھ پاؤں ہانے ہیں تو ہمیں بھی لازم ہے کہ ان کو ان کی حقیقت
دکھا دیجئے۔

یہ آیت کیونکر مکہ میں نازل ہوئی؟ | سو عرض یہ ہے کہ ملا فرمان ڈاوری صاحب کو کلام اللہ
نویسی سے بہرہ وافر ہے مگر قرآن نہ ہوا تو کوئی صاحب کبھی پڑھے دیکھیں کہ یہ آیت کون سے سپارہ میں
ہے؟ بالفرض اگر ہو بھی۔ جب اللہ کے منہ بولے ڈاوری صاحب کو کلام اللہ یاد نہ تھا اس آیت
کو فدک کے باب میں نہ لاتے، بلکہ ہم بھی کہتے جب کبھی نہ لاتے، وجہ اس سخن کی
یہ کہ یہ آیت کل دو جگہ کلام مجید میں آئی ہے، ایک سورۃ بنی اسرائیل میں، دوسری سورہ روم
میں، سو دونوں کی دونوں غیر سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ اور ڈاوری صاحب کہ جانتے ہیں۔
یہ علم کی تفہیم اور تلقین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں حرام اللہ جو ہیں
کہ دیکھیں ان دونوں سورتوں کو اول سے آخر تک پڑھا ہوگا، اور کوئی ایسی کا سمجھنا ہا محمد حسن

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون دیا کرے گا، شاید ان افتراء پردازوں نے یہ سوچا ہو کہ ہم سے اگر خدا اور رسول کے موافق نہیں ہوا جاتا، آؤ ہم خدا اور رسول کو اپنے موافق کر لیں۔ سبحان اللہ (یہ تو نہ ہوا کہ ہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے موافق کرتے، الٹا خود ہی ان کے موافق ہو جاتے) یہ تو نہ ہوا کہ ہم اللہ اور رسول کی باتیں سمجھ کر ان کے موافق ہو جاتے، یہ کیسی باتیں کرنے لگے ہیں! بلکہ ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو سن کر اور پڑھ کر ایک ذرا سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے ہمیں عقل اور فہم عطا فرمایا ہے اس لئے ہم ان باتوں کو پڑھ کر ہنس دیتے تو اختصار ہوتا، مگر ہم ان کا رد کر دیتے تو اختصار نہ ہوتا۔

جو آنحضرت کی ختم نبوت کے حق میں یہ آیت کافی نہیں سمجھتا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے حضرت فاطمہ پر اگر کوئی حکمت ظاہر ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے دینے کی درخواست کی، تو بالکل ممکن ہے کہ فدک کی جگہ حضرت کو دوسرا باغ مل گیا ہو، یا کہ ممکن کسی کی کوئی چیز بازیاب کرا دی گئی ہو، یا کسی کو کوئی حق دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق معاف کرا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ادا کرا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق وصول کرا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق عطا کرا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق بخش دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ہبہ کر دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق صدقہ کر دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق وقف کر دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق وراثت میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق وصیت میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ہدیہ میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق تحفہ میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق نذر میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق نیاز میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق قربانی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق عقیقہ میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ختنہ میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق شادی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ولیمہ میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق دعوت میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق ضیافت میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق مہمانی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق میزبانی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق مہمان نوازی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق میزبان نوازی میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق مہمان داری میں دلا دیا گیا ہو، یا کسی کو کوئی حق میزبان داری

ہے والے کی کہ اس خوشی ہی پر دلالت کرتا ہے کسی سنے پر کہا ہے، عیب
کرنے کو ہنر چاہیئے۔

پانچواں باب کہ سہ خمس [illegible] اگر چہ اس پر حضرات شیعہ کا اتفاق ہے جیسے کی بات کے
[illegible] کہ اس پر اتفاق نقل ہوا ہے اور [illegible] کہ کبھی ایسا نہیں
کہ اس کے [illegible] روایت پائی جاتی ہے اور [illegible] حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ
عنہا [illegible] کے قصے ہیں [illegible] والے صاحب سے کہ یہ جواب دیں کہ اگر اس [illegible]
کی بنا ہیں کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرا کا ذکر [illegible] ہو گا
[illegible] کے کہ [illegible] اللہ [illegible] اور جب یہ [illegible] تو [illegible] حضرت زہرا
رضی اللہ عنہا کے [illegible] کہ [illegible] کا حصہ [illegible] ہو [illegible] اس [illegible]
کی [illegible] ہے کہ آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ
وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ کا ترجمہ [illegible]
[illegible] کہ جو [illegible] تم [illegible] [illegible] سے [illegible] پانچواں حصہ
[illegible] کا [illegible] اور [illegible] کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسافروں کے لئے [illegible]
خمس کا [illegible] ہے اس آیت سے [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

ہے کہ اول تو میراث بقدر حصہ وارث چاہیے ہو کہ اولاد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہو
کہ وقت نہ تو اولاد ہوں کے سادات ہیں سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور کوئی وارث
ہی نہ تھا جو خمس کا سارا مال لیتے کیا اور کسی کو نہ دیتے؟

چند احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ذی یگر مستحقین کے لئے بھی جائز

دوسرا جو حضرت فاطمہ کی اولاد ہی نہ ہو تو
میراث اور اس کو کیا ملے گا؟ اس کا بھی جواب
نہ آیا ہو بلکہ استحقاق خمس درثہ پر ہے لیکن یہ کہا جائے کہ
یعنی حضرت فاطمہ کا استحقاق خمس تو بطور وراثت اولاد میں منتقل ہو جاتا ہے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ خمس کے تین حصوں میں سے یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کا حق اس
امام کی اولاد میں منتقل نہ ہوا اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت کے یتامیٰ و مساکین اور ابن
سبیل کی اولاد بھی ہر چند باواسطہ تو ہوتے ہیں کہ نواسے ہوں، اور مساکین ان کے نہیں، مسافر ہیں
حصہ خمس ہیں اور اماموں کے زمانہ کے یتامیٰ و مساکین اور ابن سبیل کو اس میں سے دینا
درست نہ ہو تو یہ بھی خاک پھانکتے پھریں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت
میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے یتامیٰ و مساکین اور ابن سبیل کو
کیوں دیتے ہیں (اگر نہیں دیتے تو) پھر یہ بھی اولاد ہی ہیں

آخر میں یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ سب کی سوا گزرا ان حضرات کے
ان کا حق ایک کھرا تو اس صورت میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کیوں
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے

کاخ تا بر ثریا از آن تو۔

روایت پائی جائے۔ تو اس کا جواب معقول ہم سے سنئے جناب کی روایت جو اوپر
ساختہ پرداختہ حضرات شیعہ سے ہے جانچ تقریر ہماری ہم کر چکے ہیں۔ لیکن ہر یک کے لئے اتنا اور بھی سنئے کہ ہمیں
جو سچ کی پہچان کو آئی ہے تو اس کے سبب کہ قبل نزول آیت کے کہ جس کے نزول کی روایت
ان کو ہر آیت کے سیاق سباق پر نظر ہے جو آیت کی خبر کتنی جو سبب اس کے نزول کی ہے اور
استدلال کے سیاق سباق کے یاد ہونے کے باعث سے جھٹ سمجھ جاتے ہیں
سمجھ سکتے ہیں کہ وہ روایتیں ہیں۔ بلکہ اس کو بھی
کر لیتے ہیں، سو وہ کیونکر اس روایت کے قبل نزول آیت کے ہونے کی
سیاق اور سباق بگڑا اس روایت کے خلاف اور صحت اس کی کا ہونے
اپنی کتابوں درج کریں، یہ سب تحریفیں ہیں
تلبیس ابلیس سے بہت بہت بعید کردیں۔

روایت ورک آیت کے سیاق سابق کی خلاف سے | اول سیاق سباق آیت کی ہم ثابت نہیں کر
ہے گو من گھڑت اہل انصاف ہر خلاف سے نہیں کہتے کہ
البتہ انصاف کا تو ہاں ہوں، تو بھی اس روایت
لے کر ما بعد تک آیت قرآن
متشرع و فقہ نفس نہیں
ہیں کہ متشرع ثواب
فی نفوسہم کفراً اور
اما یشتہت
خواب اور

ایسے ہی اقرب کو اس حکم کی یہ تاکیدیں ہیں تو ہمارا کیا ذکر ہے ہر کہ درجہ اولیٰ اس حکم کی رعایت کا ہے بالفاظ یَبْنِیْ کے قرینہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ گو مخاطب خاص سے پر خطاب ہے چنانچہ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ یٰبُنَیَّ بھی فی الجملہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہے۔ مگر نکتہ تذییل سے خالی کرنا کمال قلت شعور ہی کے ساتھ خاص نہیں اور پھر یہ بات بھی قرینہ خارجیہ سے ظاہر ہوگئی کہ مال بے کہ ذالک ہی ہے [illegible] ہیں زیادہ تر لحاظ انہیں کا تھا ہے لیکن خطاب عام ہی ہو سکتا ہے کہ لفظ حق سے مطلقاً حکم ہی مراد ہے اپنے ہر وہ حکم بھی یہی ہے۔ ورنہ حق کا مصرف گر فرق ہی ہو تو پھر کس کس قوم میں کس کس کے پاس فرق جو قرائن کے حوالہ کرے۔ بلکہ سیاق سباق آیت ذات خطاب اس صورت میں سراسر ہی تو بات زیادہ مزکد ہو اس تفسیر سے انکار کرتا ہے۔

[illegible] ہیں [illegible] کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو [illegible] اور وہ [illegible] کے چہرے اللہ کی ذات کے لیے ہیں اور اس کے بعد اور کسی کے لیے نہیں۔ الغرض یہ بات بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ [illegible] اور [illegible] کے حقوق کے ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح [illegible] فرکر کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جن کی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص [illegible] فرق کرے اور اس تفسیر کا بطلان [illegible] کہ [illegible] ایسا ہونا چاہیئے۔ [illegible] ہے کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو [illegible] اور [illegible] کے حقوق کے ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح [illegible] فرکر کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جن کی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص [illegible] فرق کرے اور اس تفسیر کا بطلان [illegible] کہ [illegible] ایسا ہونا چاہیئے۔

فرمان عطا، اور شیعوں کے نزدیک سورۂ روم کی آیت کی مراد اس کے سیاق سباق کا کچھ حال معلوم ہو گیا۔

حقہ کا معنی ندرک کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا

معہذا حقہ کی تفسیر فرد کامل ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حق اس معنے کا ایک فرد ہے اور جیسے کوئی شخص گھر سے کوئی چیز لانے کو کہہ جاتا ہے اور وہ کسی سے پوچھے کہ گھر کیا شے ہوتا ہے اور اتفاق سے کوئی بڑا اسوقت سامنے آجائے تو وہ دوسرا کہنے لگے کہ وہ گھر ہے گھر۔ تو یہ جواب بیان معنی اور تفسیر حقیقت نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک فرد کو تب کر کے یوں سمجھ دینا چاہیے کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر لے حقیقت مشترکہ کو سمجھ لو۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حق ذی القربیٰ کو نہ سمجھے ہوں؟ اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربیٰ میں سے بتلا کر ٹال دیا ہو؟ یوں کہیئے کہ نہ یہ معنی لغوی ہیں، اور نہ کوئی فرد معین مراد کے بلکہ جب سرور کائنات فقہائے حق ذی القربیٰ کو نہ جانتے ہوں، تو اسی کا سوال کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس مقدار ہی کا ذکر فرمایا۔ یا جملہ ان تین احتمال سے زیادہ اور کوئی آتا نہیں جس کو خواہ مخواہ تفسیر و ترجمہ کی قرار دیجئے اور حقیقت میں دیکھئے تو یہ کوئی احتمال نہیں مطلب آیت کا ظاہر ہے تفسیر کی کچھ حاجت نہیں۔

سوئے گر اس معنے کو معنے لغوی قرار دیجئے تو یہ ظاہر ہے کہ فقہا ان ہیں کو دن یوں کہہ سکتے کہ اس لفظ کے معنی لغوی اور مدعا اصلی یہ معنے ہیں؟ اور اگر یوں کہیئے کہ بدیہۃ العلم اور معلوم بالضرورۃ تھا یعنے سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات حقیقت حق ذی القربیٰ کو جانتے تھے اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کا بیان فرما کر حقیقت اسی سے مطلع فرما دی تو یہ جرأت بھی مولوی عادل صاحب جیسے صاحب دل ہی کر سکتے ہیں اہل فہم کی زبان ایسی باتوں کے لئے نہیں اٹھتی، عقل چھوڑ دیا نے بھی نہ مانے ہیں کہ حقیقت حق ذی القربیٰ یہی نہ ہو جو آپ خود فرما رہے ہیں کہ پھر جب کبھی کچھ دینے دلانے کا اتفاق ہوگا۔ وہی ایک فرد اس حقیقت کا ہو جائے گا۔ باقی رہا تیسرا احتمال باوی النظر میں البتہ قوی الجرم کہ آیت میں ذکر کسی کا ہے نہ کسی

[illegible] دیکھنا تو جواب خیر سے یہ بھی بعید ہے کیونکہ اول تو اقربا کے حق کی کوئی حد نہیں۔ شیعہ سنیوں کا سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جتنا کہ ہو سکے اتنا اقربا و ذوی کے اس صورت میں زکوٰۃ اپنے بھائیوں سے یا چچوں سے مثلاً، یا بہنوئی سے یا خلیفہ مال کے تعین مقدار بیان نہ ہوئے، اس صورت میں اس سوال و جواب کی وہی مثل ہو جائے گی۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان، نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر حضرات امامیہ جن آدمی کے اس تفسیر کو بھی مدنظر رکھ لیں کہ خداوند کریم کی طرف سے حکم حضرت علی کے پاس وحی کے لے جانے کا ہوا تھا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائی۔ کیونکہ اس سبب سے بھی حضرت جبرئیل کی خوشامد ہی کہ اس خوش نہیں ہوئے اور یہ کہ پھر دوبارہ وحی رسانی ان سے نہیں آئی ہے کم نہیں۔

القصہ یہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال سے مالا مال ہیں۔ ہاں اگر کسی بیلے سے ثابت ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زوجہ علی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نہیں ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باطل ظاہر تھی ہو جاتی لیکن اس کو کون کہے کہ آئی بات کے سنی تو درکنار شیعہ بھی قائل نہیں بلکہ بالاتفاق شیعہ و سنی ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سلم ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں اس آیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا بلکہ اس فدک کی تفسیر جو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نام ہے اس میں ان تینوں احتمالوں کا بطلان ہے۔

[illegible] اور ان سب باتوں کو جانے دیجئے اگر ذوالقربیٰ۔ اور [illegible] میں فدک کو [illegible] اگر [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مسکین اور ابن سبیل کی [illegible] ہے کم ہوتا۔ ان الفرض تعین مقدار میں مسکین اور ابن سبیل کی نہیں ہے کہ دونوں گروہوں میں بھی کوئی تفاوت نہیں بلکہ فقراء کے کل کے لئے دیے جانے میں بھی کوئی تفاوت نہیں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کو ذوالقربیٰ کے حق سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیں اور مسکین اور ابن سبیل کی بات بھی نہ پوچھیں۔ اگر یہ عذر ہے کہ اس وقت

نہیں نہ سہی، کسی اور روایت میں ہوگا تو سہی۔ لیکن کسی دوسری ہی روایت میں ہوگا تو سہی
کے مسکین اور ابن سبیل کے اشخاص معین کیے۔ اور تین متعارف مسکین اور ابن سبیل
بیان فرمائے اور قطع نظر اس بات کے جناب باری تعالیٰ اس آیت میں تین قسموں
کو ذکر فرماتا ہے آیت واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے کیا ان میں آپ نے
کہ مسکین اور ابن سبیل استحقاق میں فقرا کے ہم پلہ ہیں جیسا ان کا دین خدا ہے ایسا
ہی ان کا پھر کیا وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالقربیٰ کے حق کے ادا کرنے کا حکم
ہوا اور اس بات میں کہ ان کا حق کیونکر ادا کیا جائے استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین اور ابن
سبیل کچھ لب کشا نہ ہوئے۔؟

باقی رہی وہ روایت جس میں ذوالقربیٰ کو بجائے خود غنیمت گذاری مساکین اور ابن
سبیل کے درمیان سوا ایسی روایتیں صدر کی کے لفظ ان کے بھی صدقہ اشتمال ہیں
ہیں، اگر مساکین اور ابن سبیل اور ان کے حقوق کی تعیین قرینہ کا ہوتے ہوئے
اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا تو ذوالقربیٰ اور ان کے حقوق کی تعیین بھی
معلوم ہونا چاہیے صدقہ رحمی کے فضائل کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ہمارے
باب میں اگر پوچھنے کی حاجت نہ تھی تو بیان بھی نہ تھا۔ اور اگر اس قسم فضائل صدقہ
میں یہ احتمال ہے کہ شاید بعد اس آیت کے نزول کے اب مبارک نہ ہونے سے
صادر ہوئی ہوں تو یہ احتمال بھی وہی احتمال ہے نہ اس کی کسی کے پاس تائید نہ اس کی

آیت غنائم کی آگر امتنانی ہے تو اعلموا کی صرف اشارہ ہے

یہ سب باتیں تو اس صورت میں ہیں کہ جب تمام امت کی کرسفیہ اس آیت کو امتنانی کہتے ہیں ہم کہیں اور اگر یہ جہان کے برخلاف جیسے قرائن حالیہ اور مقالیہ کے دلالت کرنے والے ہیں آیت
مدنی کی بعد خیبر کے نازل ہونا بیان فرمایا ہے جس کے بعد خیبر کی فتح کے قریب
ہوں تب ایک بات میں جگڑا ہو چکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت بعد خیبر کے نازل ہوئی
تو آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ بعد نازل ہوئی تو کیونکر یہ تقسیم کی جائے ہے
اسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے جو غنیمتیں تقسیم ہوئی رہیں۔ وہ ان میں

[illegible]

دین و آئین کا اعتبار کر دیا ہے۔ سنیوں کے ذمے ایک بہتان باندھتے ہوئے ذرا نہ لرزے۔ کیا کہیں؟ ایسی باتوں میں خدا لگتا ہے یا دنیا کی شرم ہوتی ہے تو دونوں ہاتھ کے اس کے قصے دونوں کو خیال میں رکھیں۔ دیگر ایسے ہمہ فتنہ گروں کے بہتان کے وقت ان کے لئے اہم ہے کہ کچھ مسئلہ کی بیان کی جائے تاکہ یہ بالا بہتان کا ہوا بند ہو جائے۔ مگر شاید صاحب کو اپنی بدنامی کی شکایت ہے۔ ذرا ان صاحب کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ سے ایسا کب ہو سکتے ہے آپ کے لئے دونوں ہی فرقے ہیں جو فرقہ کی بات کرتا ہے آپ کی استقامت پر ہنستا ہے تو ہمارا فرقہ حسان بن جاتا ہے۔

فضل کتاب و مصنف کتاب کے قول ۔ بحوالہ مہر چمکتان کے لئے اس باب میں چند دلیل بنا کر دیے قبول ہونے کی چند شرطیں اقام ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں کہ ان کی تصنیف حق ہیں۔ جیسے وہی سب طرح کے ہوتے ہیں جو ہمارے ہیں۔ ہمارے مصنفین فہیم فہیم ایسے ہی کتابیں بھی سب طرح کی ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے مصنفین کی کتابیں تصنیف کرکے اپنے بزرگوں کے نام لگا دیتے ہیں۔ اور وہ کتابیں بھروسے ہیں۔ وہ جو کتابیں کہ کہ اپنے اہل سنت کی تصنیف ہیں۔ ان میں سے بھی اکثر ایسی ہیں کہ وہ لوگوں کی نیت دھوکا دینے کے لئے تصنیف نہیں کرتے ہیں کہ کی گئیں۔ تاکہ نظر ثانی کرکے ان کی روایتوں کا ہم کر دیں۔ اور ان کی نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا۔ بعد کسی وجہ کے وہ ہیں نظر سے پہلے گئیں۔ اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بہت کم اور درجہ غیر ثقہ راویوں سے بھری ہیں۔ اور وہ محدثوں اور متبحروں کے ہاتھ لگ گئیں ہیں۔ انہوں نے ان کی اصلاح کر دی۔ یا اہل سنت کی کتابیں کہ وقت کسی روایت کو ان کتابوں میں دیکھ کر دیتے ہیں۔ تاکہ اہل سنت خاموش ہو جائیں۔

اہل بدعت اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور ایسی ہی کتابوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر ایسی ہوتی تو امام بخاری کو پہلے ہی کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس صورت میں خود امام بخاری ہی اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ میری بیان قبل قبول نہیں، پھر ہم کیونکر فقط اس سبب سے اس کو قبول کرنے لگیں کہ وہ ایسے بڑے محدث امام المحدثین کی تصنیف ہے۔ یہ ہمارے نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے۔ نزدیک اگر کوئی کتاب اس قسم کی کسی کو مل جائے اور اس کے مصنف کو کتنی ہی بڑی شہرت کیوں نہ ہو، اس کی تہذیب اور متانت کا اتفاق نہ ہوا ہو تو وہ کتاب کسی طرح بھی کیا جہال کے نزدیک بھی بشہادت عقل قابل اعتماد نہیں۔ ہاں دلوی کارخانی صاحب جیسے اندھے مقلد کا ذکر نہیں کہ وہ اپنی کج فہمی کے سبب ہر ہر بات کہہ بیٹھیں۔ ہم بچارے ان کی خطائی باتوں سے مشکل ہے۔ تو اس کا جواب بجز اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ بافت معقول کسی نے کہا ہے۔ اگر سب جہان بالشتی شوند ہر حال یک گز نباشد۔ یہ نکتہ محفوظ رکھنا چاہیئے کہ بسبب اس کے ظن نہ رہنے کے کتب مظنونہ کے کتب موہومہ ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ جاہل،

یہ شبہ اٹھے کہ اگر چند روایتیں باہم مختلف ہوں تو اختلاف کی صورت میں ان کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی روایتوں کا ہونا فقط مستبعد نہیں بلکہ ہمارے ترجیح باتوں کے ہوتے ہوئے ان کے ہونے کی ضرورت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک شیعوں کے نزدیک روایات شیعہ اسی طرح ہیں جیسے روایات اہل سنت۔ روایات شیعہ میں بھی ایسی ہی کثیر روایتیں ہیں جو ایک دوسرے کے معارض ہیں۔ ان کے معارض ہونے کے سبب ہم ان کو بھی ترک کرتے ہیں۔ اور ان کے ترک کرن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتے ہیں۔ گزارش مکرر کی کچھ حاجت نہیں۔ اگر یہ نہ رہا ہو تو پانچ سات ورق پلٹ کر یا اخیر فہرس میں معلوم ہو جائے گا کہ جب مولوی صاحب اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کر کے ایک غزل خفیف لینی سیدھی بات کے بلکا کرنے کے لیے رقیمہ ہوئے میرزا صاحب بھی بہت سا کھینچ تان کر کے اور پھر جرأت کر کے یہ کہہ دیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے۔ لو یہ بھی ہماری صحیح شہادتیں ضبط ہوئی جاتی ہیں اگر سنیوں کے سر پر بھی ایک حرف دھرتے آتا ہے تو یہ بھی اندیشہ نہیں اور بڑی دلیل اس بات کی ہے جو کہ جن کتابوں کے حوالے سے مولوی صاحب نے خود انہیں کتب کے مصنفوں کی مشہور کتابیں ہیں اس وجہ سے کہ مذکور ہو گا کرتی ہیں۔ چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مذکور ہو گا۔

اہل سنت کی کتب میں اہل تشیع کے الحاقات

اور مسلّمہ یہ دونوں سنیوں کی بعض کتابوں میں ملتی ہیں کتابیں ایسی نہیں مشہور ہیں کہ کمیابی میں بیضۂ عنقا سے کم نہیں کہ ان کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا حفظ و ضبط تو درکنار سوا نظر بھی نہ ڈالی ہو ان کتابوں میں ہوں کبھی تو بیش بریں نیست کہ بیعہ بعض سنیہ کا ان قبیلہ ہو دنیا نہ ہو نصرانی بن کر انجیل میں بہت سی خرافات خلاف عقل و نقل اور من گھڑت نقل کر دی ہیں۔ ایسے ہی متقدمان عبداللہ بن سبا یہودی منافق نے حضرات خلفاء کرام کی تبدیل و تخریب میں کوشش کی اہل سنت و جماعت اور ہوا نقل مشہور سنی زاد اللہ شرفہ تیرہ درونی میں ان کے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں ان کے ہمسنگ ہیں تیار ہے دسیسے تخریب دین احمدی اور تحریف مصروف تحریف آئین محمدی میں لگے ہوئے ہیں اور اہلسنت و جماعت کی جماعت پر دانت پیستے جاتے ہیں لیکن بایں وجہ کہ قیام دین اسلام کو نہ حفظ و محافظات انجیل سے کچھ کام تھا اور نہ اس کی تلاوت اور یاد داشت میں چنداں اہتمام تھا۔ یہود و نصاریٰ کا انجیل پر کچھ دخل نہ چل گیا جیسا ویسا کتب اہل سنت کا دخل ہو گیا لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ایک ایک حرف قرآن پر لاکھ لاکھ سنیوں کے جی نچھاور کیا جائے۔ اور ہر ہر روایت صحاح ستہ وغیرہ کتب صحاح پر ہزاروں

محدثین ہیں۔ مغفرت، تنقیح و تفتیش اور جانچ پڑتال کی یہ نوبت پہنچا دی کہ کسی مذہب دین کو
بدل دینا یا مذہب کرنے کی بات نہ رہی۔ چنانچہ کثرت حفاظ قرآنی اور شیوخ محدثین ربانی فرقہ
اہلسنت میں اس درجہ کو پہنچ گئے کہ ما بہ ان متبادر اور ما بہ ان فرق اہل سنت اور شیعہ ایک یہ
بات ہی ہوتی ہے الفرض اس وجہ سے کتاب ہدایہ اور صحاح ستہ وغیرہ کتب مشہورہ اہلسنت
تک تو ان تبدیل و تغیر کا دست تطاول نہ پہنچا۔ گو بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور وعدہ ہائے
وَلَا مُنَّنَّهُمْ اور وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ نے ان نابکاروں کی سعی بیجا کو اتمام تک نہ
پہنچایا۔ یہ تو ہوا۔ مگر ہوتا رہا۔ مگر ہوتا رہا۔ جیسے اس باغ سے ہر سے تک جنگلی
جھاڑ جھنکاڑ اور بہت سے بیکار کتب غیر مشہورہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے
اور بہت سے ان ایسے ہوئے کہ عوام کی جہل سے وہ ترقی بھی ایک دفعہ کو بچل جائیں
مگر بعون اللہ تعالیٰ یہ بات بھی نہ ہوئی۔ اگرچہ کوششیں کی ہیں لیکن بحمد اللہ فرقہ اہلسنت جماعت کا ایک
بال بیکا نہ ہوا۔ حقیقت سے کچھ نہ بن آیا۔ ان کو خداوند کریم جزائے خیر دے وہ اگ
ان کی دھوکہ بازیاں نکال کر، اور بامداد خداوندی انہیں روایات میں سے ثابت اور
اصلیات کذب و دروغ نکال کر ان کو مشتبہ کر دیا اور قدروں کو طرح تمیز قوی و
ضعیف کا بتا دیا پھر ان روایات کے ابطال کی تقریر کو یہ کر اللہ والے دکھا دیئے
حوالہ ہو جانے لگے۔

الحمد للہ ہمارے شیعہ کی پیدائش کی کتب غیر مشہورہ ہمارے ہاتھ آگئی، ہمیں اسلحہ ملے
اہل سنت کی کتب و ہمیشہ کی روایات ہمیں مل گئیں اور ان کی روایت کو معتبر نہیں رکھتے
ہیں ان کی روایت کو ان کتب میں سے پا جائے کہ روایت صحاح کے مخالف
ہے اور ضعیف ہی قابل تمسک اور لائق ثبت نہیں سمجھتے۔ اور مثل مرویات اہل کتاب بلکہ خود

انجیل و تورات ہمارے کی تصدیق کرنے میں نہ تکذیب۔

مصنف معتبر ہو تو ضروری نہیں کہ تصنیف بھی معتبر ہو۔

ہو اگر کسی شیعہ کو ہم کو ان کتب کے غیر معتبر ہونے میں وہم ہے تو ثوق نہ ہو کہ ان کتب کے مصنف معتبر ہیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ انجیل و تورات کے مصنف تو خود خدا فرماتے ہیں کہ یہ کتاب معتبر ہو جب اپنی کتاب ہو جائے تو قرآن انجیل و تورات شیعہ کے نزدیک معتبر ہو جائیں ورنہ از آنجا کہ نعوذ باللہ جناب خداوند تعالیٰ کا شیعوں کے نزدیک کچھ وہم ہو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں اس لئے شیعوں کو اس الزام سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ وہ اپنے کان سے خدا کا اعتبار کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا بے اعتباری ہوگی کہ خدا کا اعتبار نہیں بنتا اور ہمارا کہنا ٹل ہو گیا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بہرحال ہمارے ذمہ جو کتب غیر مشہور غیر متداول کو ہرگز قابل حجت کے نہیں جانتے اور کبھی لحاظ مضمون کتب غیر مشہور و غیر متداول کو بزرگان شیعہ سے ثابت نہیں ہے کہ جب انجیل و تورات کے مضمون دین نے تسلیم کر لیا کتب غیر مشہور کو ان حضرات نے جب مطلب بن گیا ہے

مصنف تکذیب یہ بات! اور اگر کوئی سادہ لوح میری اس بات کو کہ دلوں کی بات خدا جانے آدمی کی بات آدمی جانتا ہے۔ دیکھے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں باب مناظرہ شیعہ میں جو دوسرا پتہ کیا فرماتے ہیں اپنے مذہب کی نسبت

بالفعل آپ نقل کرتے ہوں۔

[illegible]

خصوصاً میرکہ بیشتر ازیں بر دلائل روشن بطلان کتب امامیہ

نمودہ ازیں کتب متعدد بدست آمدہ کہ مذہب مخترعہ شیعہ

مذہب سنیہ بر شمہ از ان نگاشتہ بفرق دین مبین ظاہر

گردد آن سخن چنین ست بعون اللہ تعالیٰ وآتیت ذا القربیٰ حقہ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

تحریف انہی، کلام الشریف۔

نیز اعتماد فدک یہ ان کا مذہب و مملکت پر صریح دلالت نہیں کرتے [illegible]
لفظ گھڑنا چاہیے تھا۔ غرض اس جیسی کئی مثالیں تفسیرات و کتب سیرت میں پائی جاتی
ہیں اور اس چال میں کئی سیدھے سادے اہل سنت بھی پھنسا جاتے ہیں، شہر دہلی
میں محمد شاہ کے عہد میں دو آدمی جو فرقہ شیعہ کے امراء میں سے تھے، سنت کی کتابیں جن
صحاح ستہ مشکوٰۃ اور بعض تفسیریں بھی شامل تھیں۔ اور ان میں کتب شیعہ کی عبارتیں
داخل کر دیتے جو ان کے مذہب کی ہوتیں، پھر ان کی اشاعت کی، جس پر سونے کا کام
کام بنا ہوا ہوتا کرا کے سستے داموں کسی راہ گذر میں فروخت کر دیتے، اتفاق
اصفہان میں آغا باقر مجتہد شاہ سلطان حسین صفویہ کے بڑے امراء میں سے تھے، یہ
چاہتا تھا لیکن اس مکر سے ان کا کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ اہل سنت کی معتبر کتابیں
شہرت و کثرت نسخہ کی وجہ سے تحریف اور تبدیل کو قبول نہیں کرتیں، ان کے
ہاں معتبر ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ محققین نے کتب غیر مشہورہ سے استدلال کرنا
نہیں بلکہ از راہ ترغیب و ترہیب کے، بلکہ ان کو صرف انہی وجہ سے کتب [illegible]
و عمل کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ [illegible] ترجمہ از ناشر۔

علامہ علی نے بعض کتب شیعہ بھی اہل سنت کی طرف منسوب کر دیں

اگر کہیں کہ ناظر مولوی علامہ علی صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ ہیں
اور ان کے اور ان کے بزرگوں کے ذمہ اس بات کا عیب
نہ کریں کہ انہوں نے اپنے مذہب کے موافق بعض روایتیں ملتزم اہل کتاب میں
داخل کر دی ہیں۔ تب بھی مولوی علامہ علی صاحب کی بات کا پتہ سلام کیونکر جن کتابوں کا حوالہ
مولوی صاحب نے دیا ہے ان میں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ [illegible]
کسی نے ان کا نام بھی نہیں سنا ہے ان کے مصنفوں کا اہل سنت میں سے کوئی نام نہ
جانے، مثلاً تاریخ آل عباس کہ خاص سنت نے اس کتاب کو شاید کبھی منگایا نہ ہو بلکہ یہ
قسم کی کتابیں ایسے شاہ بصیر لکھنؤ صاحب نے لکھی ہے۔

اکید بست وہم آنکہ کتابے را نسبت کنند بجمع از کبرا اہل سنت و [illegible]
و بطلانت مذہب اہلسنت درین نمایند الی آخرہ۔

ترجمہ از ناشر: اکیسواں نکتہ: کسی کتاب کو اکابر علمائے سنت کی طرف منسوب کر دینے

ہیں پھر اس میں مذاہب صحابہ اور اہل سنت کے مذہب کو باطل کرنے والی روایتیں گھڑ کر داخل کر دیتے

ہیں مگر یہ کتاب موجود ہے تب کسی شیعہ مکار کی ہوگی اور بعض کتابیں اس قسم کی ہیں

کہ ان کے مصنفوں کو فن حدیث اور فن تاریخ میں دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز

نہ تھی، جیسے مرآۃ الجنان، بال ظرائر الجنان کہ اگر زیب رقیمہ ہو تو ہمارے بہ سر و

چشم تاہم لیکن ایسی معتبر کتاب ہیں سے مولوی صاحب ہاتھ نہیں لیتا تا؟

علامہ سیوطی کی تصنیف پر مصنف کتاب کی رائے

اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ ہرچند ان کے مصنف فن حدیث میں

مہارت کامل اور تبحر کثیر رکھتے تھے جیسے شیخ

جلال الدین سیوطی وغیرہ، لیکن انہوں نے اپنی ان کتابوں میں جن کا حوالہ مولوی صاحب

کے رقیمہ میں مندرج ہے یہ التزام نہیں کیا کہ جز روایات صحیحہ اور کچھ داخل نہ کریں گے

بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے۔ جیسے جمع الجوامع کہ اس کا نام ہی

جمع الجوامع ہے اور جیسے تفسیر درمنثور کہ نام ہی اس کا (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور) ہے کہ ان

دونوں کتابوں میں گو ہر صحیح کی مخالفت کے ساتھ روایتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان روایتوں

کے ساتھ ان کتابوں میں کچھ ہی لگا ہوا ہے کہ یہ روایات غلط ہیں اور یہ اس واسطے کیا ہے

کہ کل کو مولوی صاحب جیسے مکار و فریبانہ ان روایتوں کے بہروسے کسی سادہ

لوح کو دھوکا نہ دے بیٹھیں۔ اور اسی غرض کے لیے متقدمین صحیح فن کی ایسی کرتے

اور بعض کتابیں ایسی کتاب ہیں۔ کہ اگر مولوی صاحب یوں فرمانے لگیں کہ

اس کی تمام روایتیں ہو بہو مطابق مذہب شیعہ۔ اور اصول و فروع شیعہ تباہ ہوتا ہے

کی روایات کے مطابق ہے تو اب جو میں ان کتب کے مولوی صاحب کی کسی سے زبان نہ

پکڑی جائے، پھر تو خدا سے ڈرنے والے کو کس کا ڈر اس کی زبان کو روکنا کبھی نہیں ہوتی

اور خدا جانے اس خیانت میں مولوی صاحب نے کیا ہے وہ کچھ کم نہیں، اور انہوں نے کیا کیا یہ

مکاریاں اور دغابازیاں تو میراث بزرگان شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں۔

"تاکید بست دوم آنکہ مدعی صحابہ و مبالغت مذہب اہلسنت از کتب نادرہ ایشان نقل نمایند بنحو کہ در آن کتب اثرے ازان نباشد و بسبب آنکہ آن کتب پیش ہر کس و در ہر وقت و ہر مکان موجود نمیشود اکثر ناظران در شبہ و شک افتند و ایں قدر نمیدانند کہ گر ایں نقل صحیح باشد حقیقی درمیان دو دیگر روایت اہل سنت چہ قدر خواہد بود و ایں چنیں امور بسیار باعث دست و کشمکش میشود کہ اگر بہ فرض نقل صحیح ہم باشد شبہات تا بحدے خواہد رسید کہ ہر دو روایت در نظر ناظر شبہ و شک مندرج و ساقط الاعتبار خواہد شد و چوں ایں امور در نقل فنی مستور است مقابل روایات مشہور و صحیحہ اہل سنت صریحہ الدلالہ چرا باید کرد و کجا بہ شیعہ گمان فرقہ شیعہ بر الزام اہلسنت نتواند کرد ہمچنیں قبیح است کہ ناظر کتب مذہب شیعہ بر کتب اہلسنت نظر کند و ایں روایت کہ از کتب ایشان نقل کردہ اند بگیرد و بر مذہب اہلسنت الزام دہد و از آن کتب اعتبار نک

کے بارے میں معلوم ہی نہیں تو ایسی بات مشہور ہو جانے سے خود صریحہ روایات کا رد نہیں
کیسے کر سکتی ہے اور وہ کتابیں جن سے بعض شیعہ بعض سنت کو الزام دینے کے لیے روایات
نقل کرتے ہیں وہ ایسی ہی ہیں جو بہت نہ آنے والی اور کمیاب ہوں اور اگر ملیں بھی تو ایسی
ایسی ہوتی ہیں کہ محدثین ان میں مندرجہ تمام روایت کی صحت کا التزام نہیں کیا ہوتا۔ بلکہ
بعض تو ایسے ہیں کہ [illegible] جمع کر کے [illegible]
کشف خمہ اور [illegible] جیسی اس قسم کی روایتوں کے دفتروں کے دفتر نقل کر کے
اپنی جیب میں گویا میدان مناظرہ میں جیت جاتے ہیں اور ان بیانوں نے کبھی اپنی مرویات
کی صحت کا دعوہ کیا ہے نہ ایسی سے بری ہیں اور نہ خود اہل سنت کو بڑے بڑے الزام دیتے ہیں

بہرحال جب ان بزرگواروں کی ایسی ایسی بزرگیاں تجربہ معلوم ہو چکی ہوں
تو پھر کتب کبار کے حوالہ کا کیا اعتبار رہ گیا؟ اول تو یہی تعین کرنا چاہیے کہ ان کتب میں
روایتیں ان کتابوں کی کون کون ہیں کذابوں کی تراشی ہوئی ہیں۔ پھر جس کتاب میں
بطور تردید کے بڑے بڑے رد و قبول ہیں ان کے مصنفوں کو نشان دہی کا اتفاق نہ ہوا۔ جو تعین
کر کے بھی تین چار کے باقیوں کو ضعیف کر دیتے، یا کہہ جاتے کہ یہ روایتیں
موضوع ہیں یا ضعیف ہیں۔

ذاکری کے بارے میں [illegible] کے ارشاد

[illegible] ذاکر نائیک صاحب نے بعض ایسی کتابوں کا حوالہ دیا
ہے کہ ان کتابوں کو کوئی جانتا نہ اس کے مصنف کو کوئی پہچانتا، جیسے تاریخ آل
کتابیں ہیں [illegible] کہ ان کتابوں کی روایت کیا ہے تو اقوام کی روایت سے جن
کا ہونا تو ہوا ہے [illegible] کتابوں کی تعریف ہے جو کہ [illegible] نے
کتابیں دیکھے بغیر نظر کرتا ہوں مجھے [illegible] انسانی کے [illegible]
[illegible] ان کی کتابیں [illegible] کہنے کا [illegible] نے فرمایا ہے
کہ ایسے کذاب ہوں [illegible] بنانے میں [illegible] ہیں [illegible]

واقدی بغداد میں، مقاتل بن سلیمان خراسان میں، کلبی کوفہ میں مرنے والے ہیں۔
پھر زیدی نے شرح الشفاء کے حوالے لکھا ہے کہ واقدی کے فضل پر سب کا اتفاق
بعد از ال امام شافعی کا قول واقدی کی شان میں تقاضے کہ الزنا کی کتابیں
کی کتابیں جھوٹی ہیں۔ اب دیکھو صاحب انصاف! کہ جب یہ لوگ
ہو کر خلاف اہل سنت کے کوئی اسے واقدی نہیں کہتا اور کلبی کو
وزیر سے چنیں شہر یار سے چنیں۔ پھر اہل سنت کیونکر ہدایت
کی طرح سنیوں کے دین کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا۔ الحمد للہ
کا تاریخ دان اہل سنت کے سامنے تو ہدایت ہوا۔ ہاں ہر پڑھا
ہے، ہاں ہر پڑھا آفت ہے۔ راشن ہے کہ جو سرے سے کسی
کی تصنیف ہے۔

حدیث کی تاریخ دانی | پہلے اس بات کا ثبوت دینا چاہیے کہ واقعی حدیث
ابلیس لعین کی ایجاد ہے ورنہ اس کا ماننا اور اس پر
بغیر تحقیق کے کفر کا فتویٰ دینا، یہ فتنہ گری ہے (نہ علم) اور
کرنے کا ہنر ہے۔

فرق کا نہ نہیں اس فتنے کے نیچے ؎ **تمہارا تیر نہ زیبے نشانے**

سبحان اللہ مولوی صاحب کا اس تحریر سے کیا فرض ہے کہ
کہ مطلب برخیز باران اینجا ست؟ اس بارے میں تک یہ آپ کی
کی نہ دانست اور سنی لوگ ہیں
یقین نہ ہو تو فلاں سنی سے پوچھ لو، خدا شاہد ہے کہ جھوٹ ہے
فرق کیا ہے؟ | کہ ان کی سب کتابیں
مرتب ہو کر آئی ہیں کہ اگر ان سب کتابوں سے
کہ انشاء باقی ہے کہ اول تو آیت
بات پر شاہد ہے کہ قرینہ

وَسَنَّةَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ"

"اس سے کنایہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک سے جو کچھ آتا تھا اس میں سے خرچ کیا کرتے تھے، اور دیتے رہتے تھے بنی ہاشم میں سے بیوہ عورتوں کو اور بے شوہر عورتوں کے نکاح اور مردوں میں سے کرا دیا کرتے تھے، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا یہ درخواست کی کہ فدک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عنایت فرمائیں اور ہبہ کر دیں، مگر آپ نے اس بات سے انکار فرمایا اور بدستور مذکور اسی طرح آپ کی میراث رہا اور واپس خرچ فدک کو رہتا تھا، یہاں تک کہ آپ اس عالم سے تشریف لے گئے، جب سے حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی جیتے جی یہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی واصل بحق ہوئے، پھر جب حضرت عمر ولی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے موافق عمل کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی چل بسے، پھر جب مروان کا اپنے وقت میں قابو چلا تو اس نے اسے اپنی جاگیر میں پھر رفتہ رفتہ جناب نوبت پہنچی عمر بن عبدالعزیز تک میں آئی، سو میری رائے میں یوں آتا ہے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو دی ہو جسے سنہ دینا نہیں ادنیٰ میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی طرح پر کر دیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھا فقط"

یہاں تک حاصل مطلب روایت کا ہے اول تو رفض ہے کہ اس روایت میں جو بعد حضرت عمر کے ذکر کے مروان کی جاگیر بنانے کا ذکر ہے تو اس سے صاحب یا کوئی ان کا ہمرنگ ہمعنگ یہ نہ سمجھ جائے کہ حضرت عمر کے بعد فدک ان کے قبضہ میں رہا اس کا قبض و تصرف میں رہا بلکہ یہاں قصہ کو مختصر کر کے یوں کہا ہے کہ انہی ہم کار مروان کے قبض و تصرف میں آگیا، ورنہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی بدستور وہ بنی ہاشم پر خرچ ہوتا رہا اور قصہ کے مختصر کرنے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ اقطعہا اس بات کو تو نہیں بتاتا کہ اس نے اپنی خلافت میں کیا بلکہ عربی دان جانتے ہیں کہ اقطاع کے معنے جاگیر کر دینے کے ہیں ---------- سو جاگیر دینے کا اختیار بجز خلیفہ اور کسی کو نہیں ہوتا، وہ

ہمارے ان کی کتب میں مندرج ہوگئیں اور ہم اپنی غلطی سے ان مقامات کو کامل مخلصین کی تصنیف میں دیکھ کر بہل گئے

اس شیعہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا جو شیعہ کتب سے زیادہ واقف نہیں

چنانچہ شاہ صاحب کا مقولہ ہے شاہ عبدالعزیز صاحب جو عزۃ الموحدین اور بستان المحدثین میں تحفہ میں رقم فرماتے ہیں کہ دو صاحب جو ہمارے ان علماء نے نقل کیا ہے کہ خلیب بغدادی متاخرین شیعہ اہلسنت سے ہے شرب زہر سے ہلاک ہوا اور علامہ رفض شیعہ مذہب کا بانی ہے شیعوں کی کتابوں میں اس قسم کی نقلیں کہ جو بہتان افترا کے ان میں ذکر کرے کہ ان کی کچھ اصل ہو نہیں، اور اس سے قبل شاہ صاحب کرۃ العینین شاہ عبدالعزیز صاحب ہی یہ فرماتے ہیں کہ باقر نے کہا کہ ہمارے شیعہ کی فقہ اہلسنت میں آخر میں ہیرا ہوئے ہیں، انہوں نے جو کہا کہ یہ ہمارے ہیرا ہیں حسن کا اثر ہوا ہے ہیرا کہتے ہیں اس کو جس کی چمک دمک میں کھوٹ ہو، اس کے مقابل میں ضعیف ہیں، وہ جھوٹ بولتے ہیں، تو ایسے محدثوں کی نقلیں جن کی سندیں ضعیف ہیں، وہ جھوٹ بولتے ہیں، ان کی نقل کسی دیانتدار کے مقابلہ میں کیا اعتبار کی جائے، ایسے منہ جو ہوئے کہ سب کو برا بھلا کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، اور موضوعات کو حسان وغیرہ سے جدا کرنے کی کچھ سبب کا ہونا اور آلات فرقت کا ہونا ان سے تمام نہ ہو سکی، اور جو شیعہ کے کتب ہیں ان کی بیخوں کی جڑوں میں ہم تیشہ کر دیا، پھر ان کے ہوا کے ساتھ ان کی شاخیں اور پتے کیا ہیں، اور اس کے مقابل میں حسان لغیرہ کو متاخر حسنہ میں لکھ دیا اور ایسے ہی سوائے نے تفسیر و فقہ میں کیا، اور خود ان محدثوں نے اپنی کتابوں کے مقدمہ میں جو ہمارے ان محدثوں کے ہیں، اس قسم کی باتیں کر لکھ دیا ہے انتہے"

ہمارے ان محدثوں کی نقلیں قابل اعتبار نہیں

اس نقل سے ہر کسی پر روشن ہو جائے گا کہ جن کتب کو ہمارے ان محدثوں نے اپنے خیال میں درج کیا ہے وہ کذب ہیں کہ ایسی ایسی روایتوں کے رد کرنے اور حقیقت حال کے بتلانے

کے واسطے جمع کی گئیں ہیں جن روایتوں کو مولوی عبدالعلی صاحب اور ان کے پیشوا گاتے پھرتے ہیں لیکن تعجب سے ان کے مضمون کو اہل نے نہ دیکھا اور نہ ایسی کتابیں ہیں جیسے تفسیر درمنثور اور کتب بنا دی ہیں کہ ان میں اگر ایسی روایتیں ہیں بھی جن سے شیعہ تمسک کرتے ہیں تو وہ اس طور پر ہیں جیسے تحفہ اثنا عشریہ اور صواقع وغیرہ میں ہمارے کی روایت مذکور ہے تو ایسی کون سے تحفہ میں اس روایت کو لکھ کر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ روایت بنائی ہوئی ہے مولوی عبدالعلی صاحب بڑے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیف فرمایا حیدر علی کا نام نہیں لکھا۔ اس میں دو فائدے تھے ایک تو کتابوں کی تیاری زیادہ ہو جاتی جس سے ہر کسی کے یک دفعہ کو کان کھڑے ہو جاتے دوسرے اہل سنت شاہ عبدالعزیز اور مولوی حیدر علی صاحب کو جس قدر جانتے ہیں اتنے متقدمین کو نہیں جانتے اور یہ تلبیس مشہور ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے تحفہ لکھا پھر جس جس بزرگ کی چاہی ہے ان صاحبوں کا نام لگا دیا تاکہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے بڑا شہرۂ علم و فضل و تصرف حدیث و اہانت حرف ہمت زیادہ تر دنیا میں روایت کرنی کتابیں دستخط کر دیں تو ہر ایک روایت میں جدل اکثر شیعہ اثنا عشریہ کو یہ کتابیں فارسی زبان میں اور پھر گشتہ ہو گئی فارسی نہیں پڑھ سکتے

مبادا قلعی کھل جائے۔

بہرحال زوف ہے تو یہ ہے کہ اس وقت شیعہ ہیز کی پردہ کشائی ہو گئی اور شیعہ کی بازی خیانت ہی کرنا تھا تو اس کے نہ کرنے سے دنیا جہنم تھی۔ دین کیوں ہاتھ سے گیا اور دین احمدی کو خراب کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہمیں خیر گذری کہ آپ نے خیانت کے ساتھ دغا دینا بھلا دیا۔ جو لیے ایسے کاموں میں اکثر دیتے ہیں۔ ایسے ویسے کام نہیں آتے۔ لیکن شیعوں کی خیر نہیں آتی۔ کیونکہ جب ان کے ایسے مقتدا آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ کہ یہ تمیز باقی نہیں رہتی کہ فلاں روایت فلاں کتاب میں کس غرض سے لکھی ہے

بازی خیانت ہی کرنا تھا تو اس کے نہ کرنے سے دنیا جہنم تھی۔ دین کیوں ہاتھ سے گیا اور دین احمدی کو خراب کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہمیں خیر گذری کہ آپ نے خیانت کے ساتھ دغا دینا بھلا دیا۔ جو لیے ایسے کاموں میں اکثر دیتے ہیں۔ ایسے ویسے کام نہیں آتے۔ لیکن شیعوں کی خیر نہیں آتی۔ کیونکہ جب ان کے ایسے مقتدا آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ کہ یہ تمیز باقی نہیں رہتی کہ فلاں روایت فلاں کتاب میں کس غرض سے لکھی ہے

حدیثین اور آثار میں ذاقتر بہ اور حقہ کی تفسیر

اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں میں کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایت سے بھی یہ نہیں ثابت ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد نزول آیۃ مذکورہ کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کیا ہے۔ جو روایت اس باب میں بیان کرتے ہیں وہ لاریب موضوع ہے، بلکہ صحیح یہی ہے کہ فدک تاوم واپس جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا۔ چنانچہ روایت اس مضمون کی گذر چکی۔

فدک کے معاملہ میں حضرت علی کا رویہ اس روایت کے بطلان کی بڑی دلیل ہے

اور قطع نظر قوت سند اس روایت کی (اور دلیل کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے) یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بھی تو فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فدک میں عمل کیا، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وارثوں پر اس کو تقسیم نہ کیا۔ بلکہ بدستور قدیم فقراء اور مساکین اور ابن سبیل میں صرف کرتے رہے، اگر اپنا حصہ خدا کی راہ میں دیا تھا تو سب وارثوں کو کیوں نہ دیا۔ یہ بات شیعوں کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ اسی واسطے اس کے جواب میں، ان چاروں جوابوں کو جو ان کی تردید کے پیش نظر کرتا ہوں تاکہ انصاف پسند علماء شیعہ ہر کس و ناکس پر آشکارا ہو جائے۔

شیعہ کی طرف سے حضرت علی کے رویہ کی پہلی تاویل

اول تو یہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہیں لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کو جو بنو نجار کے کنارے دبایا تھا کفار سے نہ لیا، یہ جواب ایسا ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ مرد کے ہاتھ بیل اور نامرد کی زبان چلے۔

تاویل کا جواب

جناب من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اول تو مکان ہی ہبہ ثابت ہوا کیونکہ اول تو آپ کے نہ لینے والد کے آگے مرگئے تھے، وارث بنی کے وارث ہونے میں کلام، ہاں حضرت علی کے مکان کی نسبت کہیے تو بجا ہے

[illegible]

تو یہ تو ہے دل سے نیت ہے ہوا۔ اور اگر [illegible]

کیا ہوتا ہے [illegible]

اور اوروں کو دیا کرے۔

[illegible]

یا خریدیں اور استعمال نہ کریں بلکہ اصل مالکوں کو ہبہ کر دیں تو یہ تحفہ ہوگا۔ ہر چیز ہبہ ہو سکتا ہے اس حکمت کے لئے یہ کرنا ہی نے تجویز کیا۔

چنانچہ علماء اہل سنت نے کلام اللہ ہی میں سے اس کی طرف اشارے پائے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کے نہ لینے کو اسی پر محمول کیا ہے نہ اگر گھر کے نہ لینے کی یہ وجہ ہو کہ اہل بیت شے منصوب کو نہیں لیا کرتے جیسے شیعہ فرماتے ہیں، تو یہ تو بشہادت مولوی عمار علی بلکہ بشہادت تمام اہل شیعہ باطل ہے کیونکہ مولوی عمار علی صاحب اپنے رسالہ کریمہ میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر میں بلکہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دعوائے فدک کا کیا سو اگر شے منصوب انبیت نہیں لیا کرتے تو حضرت نے کس لئے یہ دعوائے کیا تھا۔؟

اور اگر یوں کہیے کہ ان دونوں خلافتوں میں تو دعوے کرنا شیعوں کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ ان کو اس سے الزام نہیں دیا جا سکتا تو یہ شیعوں کو بھی مسلم ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے فدک غصب کر لیا اور زہرا نے سنا تو حضرت زہرا نے میراث کا دعوے کیا۔

از روئے قواعد شیعہ سیدہ نے کا مطالبہ فدک غلط تھا۔

سو اگر اہلبیت ہونے کی وجہ سے شے منصوب نہیں لیا کرتے تو حضرت فاطمہ زہرا نے پھر کیوں فدک طلب کیا اور اگر عقلاً شیعہ حضرات کی نظر میں عقل و انصاف کو طاق میں رکھ کر یوں فرمائیں کہ یہ دونوں دعوے اگرچہ بصورت دو ہیں۔ لیکن چونکہ متصل بالفصل واقع ہوئے ہیں ہم ایک ہی دعوے اسے قرار دیتے ہیں سو بعد آنت و شنود کے تم ہمارا مذہب متحقق ہوا اور پہلے غصب تو تھا ہی نہیں جو کچھ خرابی لازم آوے۔

تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم ایسے ایسے فقرات نہیں کرتے ہیں، ورنہ اسی بات سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک کو غصب کی نسبت

کرنا ہے کیا؟ مثل آفتاب روشن ہے۔ لیکن چونکہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی عارف
[illegible] کی عقل کی رسائی معلوم ہے۔ اس لئے اس بات سے چشم پوشی کرکے
ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہی فدک عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں حضرت
[illegible] نے پایا۔ اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا۔ پھر خلفاء عباسیہ اس پر
متصرف ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ سنہ دو سو بیس میں مامون عباسی [illegible]
بھر کر دیا کہ فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے حوالہ کردے۔ سو اس
وقت امام علی رضا نے پایا۔ پھر متوکل عباسی اس پر متصرف ہوگیا۔ بعد ازاں معتضد
نے پھر پایا۔ چنانچہ یہ سب قصہ فضل قاضی نورالله نے مجالس المومنین میں لکھا ہے
مگر کوئی سنی یا شیعہ اس کے نزدیک اعتبار کے قابل بھی نہ ہوتا۔

اہل تشیع کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو بھی جانے دیجئے۔ مجالس المومنین کا حال
اس بات میں کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا تھا آپ پڑھ چکے یا سن چکے یا سنتے چلے جائیں
گے

اب سنئے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان
کے خلافت منصبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید پلید سے خلاف
منصب کے طالب ہوئے۔ یہاں تک کہ نوبت شہادت کی پہنچی، اور اگر ان امور
میں سے ایک بھی ظہور میں نہ آتا تو شیعہ منصب کے لینے کے جانے میں، اور دلائل
کے جواب میں حلال زادے کہا کرتے کہ حضرت علی کے ذمہ فدک کا حضرت فاطمہ زہرا کے وارثوں کو
پہنچا دینا فرض تھا۔ اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہوگیا تو اس میں اور خمس میں

کی نماز ہے؟ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باپ کی زبان درازیاں ہیں۔

حضرت ابوبکر کے والد کا نام ابوقحافہ تھا۔ وہ شیعہ نہ تھے پھر کیسے فرق ہیں کہ آپ نے ان کا نام لیتے ہی انہیں رضی اللہ عنہ کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لیتے ہی انہیں علیہ السلام کہہ دیا۔ یعنی جیسے انہیں فرق ہے کچھ انتہائی ہی اہم اس جواب پڑھ کر جناب ان لوگوں کے لئے شیعہ کی قربانی دینے کے لئے کمر کس لی ہے جو آپ کے ہم مذہب نہیں ہیں۔ کچھ کہنے کو تو اس جواب نے شعور کو ایسے اکسایا ہے جیسے کہ

(۱) جواب | جن لوگوں کے لئے آپ نے یہ سب کچھ کہا ہے، ان کا اس شخص سے کوئی واسطہ نہیں ہے جس نے یہ سوال کیا ہے۔ اس سوال کرنے والے شخص کا تو کوئی تعلق ہی نہیں ہے ان لوگوں سے جن کے لئے آپ نے یہ سب کچھ کہ

دال کو نہ چھیڑ نہیں آدمی ہاتھ سے خالی رہ جائے گا۔

اہل تشیع کی چوتھی تاویل | بہتر ہا ہوا ب شیعوں کی طرف سے یہ ہے کہ یہ سب باتیں کفار کی اور فرنگ سے دوستداری تقیہ کی وجہ سے تھیں، اللہ شیعہ لاہور ہو کر اپنوں پر آ گئے۔ لیکن وہ رنگ گورا ہی فوراً نباشد۔ علمائے شیعہ کو اس بات کے وقت یہ یاد نہ رہا کہ سب آدمیوں کا مذہب تقیہ نہیں ہوتا کہ جب اس جہاد کے لئے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو تو کہہ اٹھے کہ یہ تقیہ ہے۔ اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز تقیہ نہ کیا۔ ورنہ حضرت امیر اپنی خلافت کے زمانہ میں تقیہ کرتے تو اور اچھے طریق سے کرتے۔ نعوذ باللہ اس جواب والوں نے حضرت علی کی بھی مٹی پلید کر دی۔ جیسے کہ کرتے ہیں، ریکے لقمان دیدہ دیگر نشنید۔ بہر حال تقیہ والی بات بنا لی۔ خدا ان کو اول سے باہ بنا ڈالے، کسی نے سچ کہا ہے کہ

بہتر از نادان دوست۔

تیسرا جواب | مہذب اگر تقیہ خدا کے خوف سے تھا تو خود پہلے ہی اس بات سے چھپ جاتے اور لڑنے سے توبہ کر لیتے اور اپنے ہاتھ سے شیعہ خلافت کو ختم نہ کرتے۔ اور اگر تقیہ (بزدلی) سے تھا تو اللہ کے لشکر کے اندر تقیہ کرنے والے کیا کام کرتے۔ اس سے تو لشکر کی آدھی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو کیوں پیدا کیا۔ ان سے تو بے خوف مرد ہی بہتر تھے جو اللہ کی خاطر لڑ کر مر گئے۔ اور اللہ کی خوشنودی حاصل کر گئے۔ ان سے تو بزدل

بجز اس کے کہ رعیت بادشاہ کے مقابلہ پر تجھ ہو جائے ۔۔۔۔۔ تعجب ہیں
نہیں آتے حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو زیر حکم اسلام سوا ملک عرب اور
کچھ نہ تھا، سو وہ بھی بجز وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب کے سب منحرف
ہو گئے چنانچہ مختصر اس کا بیان ہو چکا ہے۔

لیکن ابوبکر صدیق با ایں ہمہ تنہائی کہ سوائے سکان مکہ مدینہ اور کوئی ان کا
یار اور مددگار نہ تھا، اور لشکر خلیفہ حضرت اسامہ کے ساتھ ہی شام کی طرف بھیج
چکے تھے، ہرگز نہ ڈرے۔ اور مانعین زکوٰۃ کی نسبت باوجودیکہ اکثر ان بہ سبب قلت
ایمان و انصار کے ان پر جہاد کرنے سے اندیشہ رکھتے تھے، بلکہ ظاہر کو اللہ اگر وہ
زکوٰۃ بھی بجز ادائی زکوٰۃ نماز ادا کرنے سے نہ دیں گے، تو میں ان سے جہاد کروں گا۔
بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر وہ گوشۂ زانو باندھنے کا بھی نہ چھوڑیں گے

نسبت ابوبکر صدیق کثرت	کے لیے، جو ان پر واجب ہوتا تھا جہاد کرنے کو تیار

ہو گئے، تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ اور لشکر کثیر جس میں سے اکثر وہ لوگ
تھے جنہوں نے بہ زمانہ خلافت عمر بدر و حنین کو فتح کر لیا تھا، نہ سکے ہوئے، نہ جس نے
دیت ادا کرنے میں اونٹ بھی اپنے مقتولوں کو کہ ان پر ہوئے تھے دیئے تھے
خلیفہ کے حضرت علی کے آپہ ہونے کے کیے تھے، اور جن کے بہت سے
بنی ورانت جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مفصلاً اس

ہواس کو کیونکر سر دھریئے۔

ہو اور وہ بھی ایسی کہ نہ اس کی سند اس کی سند کے برابر ہو نہ اس کا متن اس کے متن کے برابر، وہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پھر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بھی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن سے ہمارے فرقہ کا ثبوت ہوتا ہے، تو ان کو ہم یقین کریں گے کہ یہ بات غلط ہے۔ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لیں گے تو یہ معنے ہوں گے کہ ان کتابوں کے لکھنے والوں نے اپنی کتابوں میں ایسی روایتیں درج کر دی ہیں جو ان کے عقیدے کے خلاف ہیں، اور ان کے ذمہ دار وہ خود ہیں، ہم نہیں۔ ہم تو ان کتابوں کو صحیح ہی نہیں سمجھتے، پھر ان کی روایتوں کو کیونکر صحیح سمجھ سکتے ہیں۔

دوسری دلیل شیعوں کی طرف سے جس سے وہ اپنے الزام کو ثابت کرتے ہیں، یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مذہب تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنا، اور آپ سے حضرت زہرا کے (اولاد) کو ملا ہے جس کو شیعہ ہر جگہ پیش کرتے ہیں، اور اس کے واقعی ہونے سے انکار نہیں کر سکتے چنانچہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے، اور یہ بھی گزر چکا کہ شیعوں نے ان کے فرقہ کا ہر جگہ بہت زور شور سے لیکن سب رائیگاں گیا۔ بلکہ اس قضیہ مسلمہ اور ثبوت طرفین اور نیز روایتوں کے قوت سے یہ کا معین ہونا سراسر بہتان اور افترا ہے۔ پھر کیا امکان کہ سب بدتمیز، جہلا، معتقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک ہیں، ایسا دعوائے دروغ بیان بے سند ہوا؟ اور پھر حضرت امام زین العابدین جیسے بزرگ جو شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں، ان کے ذریعہ سے یہ مضمون ہم تک پہنچا ہے، اور ان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے، اور ان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے، اور ان کے ذریعہ سے

جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہنچی ہے، اور ہم نے اس کی طرف بحوالہ تحفہ اشارہ کیا، جس کا یہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر اپنے مطلب کی باتیں کسی کتاب کے حوالہ سے نقل کر دیتے ہیں حالانکہ ان کتابوں میں وہ بات کا نشان بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر ایک دو نسخہ میں کسی کتاب کی یہ عبارت ہو بھی، تو بھی بیشک ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ان کا ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ کتب غیر منقحہ میں اغلاط ملتی ہیں، اکثر روایات اپنے مذہب کی اپنے آپ ترتیب دے دیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ فلاں کتاب میں یہ بات بھی مفصل مرقوم ہے۔

کتب مولانا کے مؤلفین نے مطلب کا مزہ نہیں کیا

اور آخر فرمایا ہے کہ سب کتابوں کے نسخوں میں یہ عبارت اول سے اخیر تک ایسی ہے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے اپنا مطلب کیا ہے اور اس کے ثبوت میں عبارتیں نقل کی ہیں اور کچھ اس میں شک نہیں کہ ان عبارتوں کو دیکھ کر ہر شخص یہی قیاس کرے گا کہ

[illegible]

نسخہ کتابوں کے مختلف ہونے میں نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے

[illegible]

ان کو بھی بغیر اس کے ستر کتابوں، دو سو کتابوں میں داخل ہو سکتا، اور اگر فرض کیجئے کہ ان کے مصنفوں نے اپنی اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ فلاں شخص اور کسی شخص کی روایت ان میں نہ کریں گے، تب بھی ان کتابوں کے نسخوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ ایک دو نسخہ میں یہ بات نہ ہو، اس سے ان کتابوں کی روایت کا اعتبار

[illegible]

الہ زندہ است چہ جائے عوام،

لے صریح اقرار تو نہ کیا لیکن ان روایات میں، قمر کی خامیوں کا ذکر، قمیوں، اور ان کی ثقہ
وقت بھی وہ روایات مہاجم مصنفات و اجزاء میں مذکور ہیں، اور ان کو قبول
اور متشیعین ان سے تمسک کرتے ہیں۔

یہ اعتراض جو اس فریب کا سبب ہے وہ جناب ہے کہ ان کی کتب کی
انکے بعد بخاری قسم نے اتیاناً اس کی تمام مرویات کو ما قال
قرار دیا اور ترمذی ابداؤد نسائی جس کی روایت کو شاذ
پیش کرنے لگے، وہ جن روایات کو ثقہ اور صحیح نہیں مانتے، ان کو قابل
دیانتدار سمجھتے ہیں جب تک کہ اس فریب کا پتہ نہ چلا
پڑھا رہے، کثرت واقعی اہلسنت سامعین کی گڑبڑ کی وجہ سے جہاں کہ
ہمارے راویان ثقہ ہیں، سے جہاں کہ یہ خیال خلاف واقعہ نہ تھا
راہ اختیار کی۔ اس نے قمی کو فقیہ، ثقہ اور وجیہ الطائفہ اور ابن بابویہ

اب ناظرین یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ شیعہ کے اکثر علماء کے ذہنے
سنی سب ان کے علم اور تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کے قائل ہیں حتیٰ کہ
اہلسنت اور اپنا علم تاریخ مذہب شیعہ بھی اس قدر رکھتے تھے کہ شیعہ لوگ بھی نہیں
چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اس کے لئے گواہ عدل ہے۔ لیکن اگر شیعہ صاحب نہ فرمائیں
کوئی اور کہتا تب بھی اس بنا کاشیوں کی نسبت یقین بیانتہ ہوجاتا کیونکہ اس
نتیجہ کی پہنچا پر جو رشتہ کو ان کیلئے حاصل تھا کیا واجب اور فرض کر دیتا ہے۔

لسان المیزان میں چند دیباچہ کاروں کی نشان دہی۔

لسان المیزان میں چند دیباچہ کاروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اہلسنت سے
شیعان نا بکار سے لیا گیا ہے، منجملہ ان کے ابن یونس ہے جو اکثر
سے روایت کرتا ہے۔ اور اسی قبیل سے حارث بن محمد ہے اور ابن ابی اسامہ
ہی بن زکریا بن صالح ابو سعید ہمدانی مصری ہے، جو ثقات کے نام سے جھوٹ بولتا ہے
کرتا ہے۔ خیر یہاں تک بزرگوران شیعہ کی زندگی کی تعریف و توصیف تھی
چاہیئے، کہ اس قسم کے مضمون بہت بھی تھوڑے ہیں۔

پر رفع استعجاد اور تسکین خاطر زادہ ذہان کے لئے یہ معروض ہے کہ آیت
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا سے یہ ترجمہ ہے کہ ان سے زیادہ
اور کون ظالم ہوگا جنہوں نے ۔۔۔۔ اللہ کے ذمہ جھوٹی بہتان لگا دیئے۔" یوں معلوم
ہوتا ہے کہ ایک ایسا بیان کرتے ہیں کہ اس کے ذمہ جو فوراً جھوٹا کہتے ہیں، اور یہ کم
نظر اس سادہ لوحوں کو بنزل شیاطین راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں۔ سو اس آیت
میں اس بات کی حضرت شیخ سے زیادہ اور کوئی چشم دید نہیں ہوتا اور کیوں
نہ ہو بموت سے ان کے دین کا آغاز ہے۔ اگر یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے سو
ان کی نسبت تو کہہ گئے تھوڑا ہے باقی گو کتب دنگت میں روایت دعوٰی فرق
ہو کہ ہم تو ابو جعفر طوسی اور ابن بابویہ کا اتباع کرتے ہیں شیخ اول و دوم
ہمارے ہاں نہیں ہیں تو ہم کہیں گے کہ ان کا اعتبار نہ سہی لیکن تاہم کہاں
تک ہیں ہوں بات کا بتنگڑ بنانے کے ہتھ کنڈے ہیں

بہرحال وہ روایتیں مشہور ہوگئیں اور مخالفین کو ہمراہ کر دیا، اور شیعہ
مذہب تخیل کے لحاظ سے ان اقوال ہو گئیں، جیسے کہ توراۃ و انجیل کی آیات
بینات میں اقوال آئمہ اہل بیت ہیں قرآن مجید نے توراۃ و انجیل کی طرف
کی اضافت کر دی، اور ان کو اللہ سے نکل کر فریق بنا دیا، ایسے ہی ان
حضرات شیخین کی روایات کی ان تحریفات کا تدارک کر دیا۔ اور جن کا مادہ
اہل بیت نے قطع کر دیا۔ اور فرمایا ہے کہ ان روایات کی عادل
ہیں ان کے ثقہ ہیں جس تک ان کی کتاب سے صحیح نہ ہوں، بلکہ تحریفات
ان اور تبدیلات معنوی کے ہیں ہے۔ ایسے ہی اہل علم صاحب کہیں اس بات
کا نہیں کہ ہم ان روایات کو

کہ ہم جس بات پر ہیں اس پر کیا تم ان باتوں
کو اللہ کی بات پر پہنچ گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں؟

مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

دعوئے فرق کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو بھی کام نہیں چلتا

اور اگر ہم تسلیم کریں، اور مناظرہ میں شیعوں سے ذلیل ہوتے رہیں، اور اس بات کے قائل ہوں کہ اس روایت میں کسی طرح کا ضعف نہیں، باوجود اس کے پھر بھی شیعوں کی آنکھیں بند ہی رہیں گی۔ کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو سنی کی روایت اس سے بھی زیادہ صحیح ہے، اس کو اس پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔ وہی ہٹ دھرمی رہے گی اور یہ بات کبھی نہیں کرتے کہ اصح اور اقوی کو صحیح اور قوی پر مقدم کیا جاتا ہے عالم ہی کہتا ہے عقل بھی اسی بات کی شاہد ہے، شیعہ ہر چند عقل سے آنکھیں بند رکھتے۔ اسی طریق پر چلتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ کریں تو پھر ان سے مناظرہ ہی نہ ہو سکے کیونکہ ان کے یہاں کے اختلاف کے برابر کسی مذہب میں اختلاف نہیں ہے۔ ناظر ان تحفہ اثنا عشریہ اور دیگر کلام و غیرہ مصنفات مولانا [illegible] رہے گا، اور تو اور قبیل کچھ اس کا پتہ اس رسالہ میں سے بھی نہ لگا۔

اور دوسرے کان لگا کر سنیئے، شیعی عالم صاحب کیا فرماتے ہیں کہ "ہمارے صلے اللہ علیہ وسلم سے سوا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔ اور کلینی ابو جعفر، اور نیز ابن بابویہ کہ ان کی کتاب کو ہمارے علماء صحیح کہتے ہیں چنانچہ اوپر منقول ہوا۔

اب ہم ان صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ کچھ کہتے ہیں یہ زعم تو دل لگتے ہی ہیں، اور شیعوں کے نزدیک تو آپ کی بات سے پھرنا ہے۔ تو آپ کی روایت بھی خلاف آپ کے مانی پڑی۔ اور کافی کلینی اصح الکتب ہے اور من لا یحضرہ الفقیہ بمنزلہ وحی آسمانی، اور قرآن مجید کی آسانی ہے پھر آپ نے باوجود کہ ان کے فرمودہ میں تو برابر کا احتمال ہے، ان کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ کو ائمہ کا قول اس بات میں منقول ہے، اور ان کے علم، حفظ، ضبط اور نظر میں ماثور ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیتے ہیں، تو اس روایت کو ان کے

سلسلہ۔ یعنی مولوی عمار علی کا۔

شیعوں کی پیش کردہ روایت سے بشرا

حجت کبھی ہبہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا

لیکن یہ بات لاطائل کی بحث ہے اس لئے ہم اس کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس طرح گئے ہیں کہ علماء شیعہ کی رائے ظاہری صحیح ہی، اور روایت مشترہ اور روایت دوسری میں تعارض ہے ہی، لیکن جھوٹی بات کسی طرح پائدار نہیں ہو سکتی، اب ہم مطلب براری اس روایت سے نہیں ہو سکتی، کیونکہ روایت اس کی پوری کی پوری نہیں ہے بلکہ کمیاب حصوں کی کتابوں میں ہے۔ ایسا لفظ کوئی نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو بلکہ لفظ اس کے خلاف ہیں۔ غایت دونوں باتیں، مشترہ اور روایت دوسری کے لئے ہیں۔ ہم

نقل کئے دیتا ہوں۔

[illegible]

ہیں البتہ صدیق کے [illegible] اگرچہ شیعوں کی کتابوں [illegible]

فضیلت ہی ثابت ہے اور شیعوں نے [illegible] کی بات گھڑ کر [illegible]

تعریف ہو گئی ہے گو صاحب [illegible] کے [illegible]

سے چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد ۔ [illegible]

خیر وہ روایت یہ ہے۔

اخرج ابن عساکر عن [illegible]

ابی بکر انتزع من فلانۃ فدک [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

متبادل الطرفین ہے، وہ حدیث یہ ہے۔ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ مطلب یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل میں اس شخص کو دوں گا جو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محب اور خدا و رسول کا محبوب ہے اب غور فرمائیے کہ اس حدیث میں کہاں امارت، کہاں وزارت، کہاں خلافت، کہیں نہیں ہو سکتا کہ جھنڈا بہ نگرویہ، بلکہ جیسا دستور ہے کہ چپراسی پالکی کے آگے آگے وزارت وزیروں کے، اور خزانہ کی کنجیاں خزانچیوں کو دیدیا کرتے ہیں، ایسا ہوتا ہے اسی لئے جب ان کو معزول یا موقوف کر دیتے ہیں، تو یہ سب چیزیں لے لیتے ہیں، ایسے ہی یہ صفات ہیں کہ جھنڈے کا دیدینا بھی بوجہ دیانت ہوا، خدا و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہ اس زمانہ میں بلکہ اصحاب کرام کا ایک ہر لڑائی کا ایک جداگانہ افسر تھا، اور اس لڑائی میں تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے، فقط ان کا جھنڈا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اس قدر انبوہ کا افسر کر دیا تھا، جو قریب ایک لاکھ کے تھے، الغرض جھنڈا تھے کر دینا بطور امارت نہ تھا۔

اور جب عقل اور نقل دونوں کی مستقل بالا رد سے یہ حدیث ثابت ہو گئی کہ زہرا رضی اللہ عنہا کو یہ فرمانا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ فَدَکَ اِلَیْکِ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فدک تم کو دیدوں، اور اس کے رسول کریم کا حکم ہونے کی وجہ سے آپ کا اس کو قبول کر لینا، اور اس کے بعد بھی اس کو اپنا نہ سمجھنا، اس کو اپنا وکیل بنا کر رکھنا، اور کسی کو اس کا وکیل نہ بنانا، اس کے وصول کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ کرنا، اس کے وصول کرنے کے بعد اس کو اپنے پاس نہ رکھنا، بلکہ اس کے وصول کرتے ہی اس کو تقسیم کر دین

واجب الرعایت

ویسے ہی یا سداری قرابت سے بھی مقصود یہی ہے کہ جب امور دین میں کسی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی گوارا نہ کریں گے۔ تو امور دنیا میں تو بالاولیٰ خوش رہیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رسول کر کے بھیجا اصالی امور دین کی اصلاح کے لئے ہے۔ خصوصاً حقوق مالی میں اور وہ بھی فرق۔ کہ بشہادت دستور دنیوی خاص علیہ وسلم فقراء اور مساکین اور ابن سبیل کی حق تلفی کافی البجملہ خلجان سا رہتا ہے۔ کیونکہ تا زمانہ آخرین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مصرف فرق ہے۔ معہذا اہل حق امور دین میں رعایت والوں کو زیادہ دبایا کرتے ہیں۔ اس لئے انصاف والے اپنوں کی رعایت نہیں کیا کرتے، تو ان وجوہ سے مزید اور موجب یہی تھا کہ محاصل فرک میں وہ حال رہے صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چہ باداباد دستور العمل رکھے۔

لیکن بحکم فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کے حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ بسبب کمال اخلاص اور نہایت پاس و نیاز کے اس بات کے [illegible] تا متعرض دلداری حضرت زہرا کی جائے اور جس قدر ممکن سکے خاطر مبارک حضرت [illegible] عنہا پر میل نہ آنے دیجئے۔ بایں ہمہ اپنی غلط فہمی کا بڑا احتمال۔ اس لئے [illegible] ہوئے۔ تاکہ شاید کسی گواہ کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس بات کی [illegible] گو تو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متقضی ہم ہے لیکن پھر بھی مستحیر ہا اقرب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ولی اور اقدم ہیں، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق کو ہمارا سداری قرابت نبوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دو ٹوک بات کہنے میں مقابل اور متردد تھے اور اپنی طرف سے یہ بات کہہ نہیں سکتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کر سکتے تھے۔ بجز اشارہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ نہیں کہہ سکتے تھے۔

تو ہمارا ساز غیب سے ارشاد ہوا اور حکم وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا [illegible] جو شخص خدا سے ڈرے خدا اس کے لئے بندوں سے نکلنے کی صورت کر دے گا۔ وہ [illegible] پیدا ہوگا جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا [illegible]

ہا، یعنی گواہ ہو تو ایک مرد اور ایک عورت ہی ملی، نصاب شہادت بھی پورا نہ ہوا، جو کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش باقی رہے، بلکہ ایک غیر معقول بات آئی اور غیر معقول اہل عقل اور دیندار لوگوں کے نزدیک مقبول ہی ہوتا ہے وَالْعُذْرُ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ اس لئے ہم بہ یقین جانتے ہیں کہ یہ بات موجب مزید اقتدار حضرت ابوبکر صدیق نہیں تو باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا تو ضرور ہی ہوئی ہوگی،

چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جانا بہ شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے عنقریب انشاء اللہ مذکور ہوگا اس بات پر شاہد ہے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ قول وَاللّٰهِ لَوْ رَجَعَ أَمْرُ إِلَيَّ لَحَكَمْتُ فِيْهِ بِمَا حَكَمَ بِهِ أَبُوْ بَكْرٍ یعنی واللہ اگر یہ معاملہ میرے پاس رجوع ہوتا تو میں وہی حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا، بآواز بلند یہ کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے کچھ ملال نہ تھا، اور تھا تو انجام کار باقی نہیں رہا، بلکہ مسلم بخوشی ہو گئی تھی ورنہ اگر ابوبکر صدیق سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس جہان سے ناخوش تشریف لے جاتیں تو اہلبیت میں سے ایک بھی ابوبکر کو برائی سے یاد نہ کرتا، پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ ائمہ اثنا عشریہ کے بزرگوار یہ گمان کرتے کہ یہ روایت قابل قبول ہے، اور اس روایت میں کوئی بات خلاف اہل سنت کی نہیں کہتے، جو علمائے شیعہ زبان دریدہ کو کہ زبان دراز کریں، اور الزام اہانت کے لئے اس روایت کو زبان پر لائیں، ہاں اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم کہہ دیں نہ بن پڑے تو البتہ شیعوں کی فی الجملہ کچھ بن پڑے۔

لفظات کو کہتے ہیں، مگر شاید ہی کوئی شیعہ بھر کہتے لبیک زبان پر چڑھ جائے، یہاں بات کی ناکامہ کوشش

بنانے لگے کہ ہر زمانہ کے موقع میں اجتہاد کا مقتضی ہوتا ہے، مسلم لیکن یہ مقتضی ہی ہے مانع مجتہد کی، اس لئے اجتہاد جب تک کوئی قوی مانع نہ ہو معتبر ہے، بات تو ٹھیک ہے، مگر شاید ہی کوئی شیعہ بھر کہتے لبیک زبان پر چڑھ جائے تو یہ بات ہی نہ معلوم، مستدل، دیکھا ہے کہ اذا ذہب یعنی جب ذہاب زبان پر نہ لائے، ورنہ

ایک حرف خفیف (انسلخ) کو دوسرے حرف سے مشتق ہونا چاہئے۔

اور یہ کہیں نہیں، جیسے علمائے شیعہ ایک دوسرے پر دلیل پیش کرکے اپنے اپنے خود ساختہ مسلک کے صحیح ہونے پر آمادہ ہو سکتے ہیں، ہم بھی ایک دوسرے پر دلیل پیش کرتے ہیں، کہ یہ لفظ ان دونوں فریقوں میں مشترک ہے، اپنی دلیل میں ہم نے [illegible] لفظ ہے اور یہ دوسرے سے ایک حرف کم ہے، یہ نسبت دوسری دلیل میں شیعہ حضرات کی ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو، [illegible] معنی کے لئے کوئی قرینہ چاہیے، [illegible]

تعین معنی کے لئے قرائن کی بحث | مگر یہ کچھ ضروری نہیں کہ قرینہ نہ کورہ لفظ میں ہو بلکہ [illegible] وہ بھی لفظ کثیر المعنی کے معنی متعین ہونے لگتا ہے، بلکہ قرینہ کی ضرورت ہی نہیں [illegible] کے خطاب کو فہم مطالب میں غلطی نہ پڑے، [illegible] کتاب کے حضرت ابوبکر [illegible] زیب دہندہ نہ تھا، اس بات کی تحقیق کی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] آیا ہے، اور اس تحقیق میں ہمیں یہ بات ملی کہ [illegible] ملک کے مخبر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، [illegible] حضرت ابوبکر [illegible] جنابہ اور اہل بیت کے قائل ہیں، یہ بات ثابت ہوگئی ہے، اور [illegible] ایسی بات گھڑ رہی کے لوگ [illegible] کرتے ہیں۔

لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے [illegible] اس [illegible] کے خلاف تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی دلیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دے رہا ہے، [illegible] ہوئی ہیں، اور اس [illegible] فدک ہمارا ملک نہیں لگتی، اور یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس [illegible] ہمارے ہی پاس آیا کرے، اب [illegible] حضرت ابوبکر [illegible] فدک اور [illegible] کے قبضہ کے لئے کوئی [illegible] کرتے ہیں، سو اس استدلال کے [illegible] ہیں [illegible] کہ [illegible] ایسے ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ [illegible] اس [illegible] کے [illegible]

[illegible] ہے۔ بلکہ ہدایت اور کسی اچھے پیشوا کی نہیں رہتی۔ اور یہ وہ
[illegible] کے بعد اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ فاطمہ بنت [illegible] اکبر رضی اللہ عنہا میں وہ وقت
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہا اور کہنے کے بعد وہ ہر نماز میں [illegible] کہتا تھا۔ اہل
البیت [illegible] سے کسی نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور وہ کسی حضرت علی
کرم اللہ وجہہ خاص اہل بیت کے [illegible] ان الشیعہ لکاذبون۔

حضرت ابراہیم نے حضرت عباس کے پوتے کا اور [illegible] اور ان
[illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے کا کیا ہوا تھا تم نے کیوں اڑایا؟
اور حضرت عباس نے [illegible] اپنے ہاتھ سے درست کرنا کہا ہاں میں مذکور ہے
لیکن [illegible] ہر حسن و قبح و [illegible] کے وارد ہونے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
[illegible] لیکن [illegible] کہ صحیحین رضی اللہ عنہما [illegible] حدیث مات کی اصل تھی
جس کا ذکر قریب ہی [illegible] تعالیٰ آتا ہے۔ [illegible] اور کہہ گئے ہیں کی تقریر سے
[illegible] کوئی شک نہ ہوتا کوئی شبہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے
[illegible] رہتے ہو گا اس کی تقریر سے [illegible] ہوا۔

فدک کے لیے سیدہ کا [illegible] ثبوت ان کے [illegible]

[illegible] اور [illegible] اپنی [illegible] کو نہ کہی۔ اور [illegible] دعوے
[illegible] کی ضرورت نہ تھی اور [illegible] کہیں اور [illegible] کی جس
[illegible] اس [illegible] ثابت [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] اگر
[illegible] کرتے [illegible] ثابت [illegible] کرتے

کافر مرے ہیں، کیونکہ امامت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تا کہ وہ امام وقت تھے۔ اور امام ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے، پھر جو انہوں نے جانا کہ آپ کو امام نہ تھے اور جو شخص کہ امام نہ ہو اور باایں ہمہ دعوے امامت کرے تو وہ یقینہ ایسا ہی ہے، جیسے کوئی نبی نہ ہو اور پھر دعوے نبوت کرے جیسا وہ کافر ہے، بلکہ کافروں میں بھی استاد، ایسا ہی ہے۔ پھر ان کی بات کا کیا اعتبار کی تو نہیں کیا اعتبار؟ ہاں ہمہ تناقض کا باعث مذہب حضرت زید رضی اللہ عنہ اہل سنت ہے البتہ مقبول ہوتا، لیکن اس کو توجیہ عارت سے نہ چھپا سکا۔ قاضی نور اللہ صاحب، سنیوں کی طرف سے آپ دے گئے ہیں، اس سے ان کو خبر نہ کہ حضرت زید کی زندگی کے اثبات میں اور دوسرا اٹھائیں؟ ان کی روایت قبول کرتے ہیں، کہ ان کا کہنا شیعوں کے نزدیک وحی آسمانی سے کچھ زیادہ ہے۔ پھر تعجب کوئی اس کو مانتا نہیں سکتا، قاضی نور اللہ صاحب مجالس المؤمنین میں نسیمہ کے اقوال میں امالی شیخ ابن بابویہ نقل کر کے بروایت ثقات فرماتے ہیں کہ "گفت دررفتم بہ زید بن علی باغیان لشکر ہشام با او جہاد کردند بعد از شہادت زید بخدمت حضرت امام جعفر صادق رسیدم گفت از من پرسید کہ اے فضیل با کہ من در قتال اہل شام جہاد کردی؟ گفتم بلے، گفت پرسید کہ چند کس را از ایشان کشتی؟ گفتم شش کس را فرمود کہ راست گوئی در آتش خواہی ایشان باشد؟ گفتم اگر شک دارم میان من و ایشان نزاع کشتم آنہا را نشنیدم

سلہ ترجمہ از شعر۔ فضیل نے کہا کہ زید بن علی کی لڑائی جو اہل شام کے ساتھ ہوئی میں اس میں شریک تھا۔ حضرت زید کی شہادت کے بعد جب میں گیا اور حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اہل شام کے ساتھ جو لڑائی تم نے قتال کی تو اس میں کافر بھی تھے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ اس وقت آپ نے پوچھا کہ تو نے کتنے شامیوں کو قتل کیا؟ میں نے عرض کیا چھ آدمی۔ فرمایا کہ کیا ایسا تو نہیں کہ تمہیں ان کے خون حلال ہونے میں شبہ ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اگر ایسے کوئی شک ہوتا تو میں ان کو قتل کیوں کرتا۔ اس وقت آپ نے سکوت فرمایا۔ ۱۲

کہ آنحضرت گفت، اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زید من شیوخ اصحابنا شہد ہذا عند علی بن ابی طالب واصحابہ انتہی ملخصاً فارسی کا ترجمہ تو اکثر نے دیکھا ہی ہوگا یہ سوال کا جواب کیا پڑا۔ وہ دیدیں ہے، خدا کرے ان خونوں کے ثواب میں شریک کرے، والد حضرت زید میرے ہیں اور انکے اصحاب شیخ ہیں، اور یہ سب ثقہ ایسی ہی ہے جیسے حضرت نے اور ان کے یاروں پر گزرا فقہا یہ حضرت امام مالک بن انس امام جعفر صادق کی اس تعریف کو دیکھنا چاہیئے! امام کے منہ سے جو الفاظ نکلے تو معتبر ہے سو اگر یہ تشبیہ صحیح نہ ہوں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کے برابر تھا تو اس عبارت میں حضرت زید کا کافر ہونا کہاں نکلا۔ البتہ زیادہ دلیل اور تعریف آتی ہوگی۔ ورنہ شہید ہونا کچھ؟ اور پھر حضرت امیر کے حال کا ان کے حال سے مشابہ ہونا کہاں ہوگا؟ یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ حضرت زید اور حضرت زید کے اصحاب حضرت امیر کے حال سے مشابہ ہوں۔ یہ تو مقام ہی کچھ اور ہے۔ بیشک بیعت کرنی تھی، بیعت بڑے بڑے نبی آخر یک رہتے میں ہوا کرتی ہے۔ حضرت نبی کی حضرت علی کے ساتھ بیعت، حضرت علی کی حضرت زید کے ساتھ بیعت، ہر بات میں مساوات ہوتی ہے سو یہ فرق ہے۔ کہیں کہیں ہے حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق نے بھی کہیں کہیں زید کی تعریف کی ہے جس کتابوں میں یہ تعریف ہے ان کا حال تب معلوم ہوگا

علی کے برابر ہیں۔؟

زید کے بارے میں حضرت زید کا قول ہے کہ حضرت زید کی بیعت پر ان کے ساتھ کے لوگ خصوصاً اپنی نقلی بات کہیں ہے اور جب کہ ان کی بیعت کی جاتی ہے کہ سنی شیعے دونوں کے نزدیک یہ آفاق ان کے حق میں ایک طرف ہیں اور ایک طرف ہیں جب یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے جس کتابوں میں یہ روایت ہے ان کا حال تب معلوم ہوگا

دوسرے اس روایت کو بعض امام شیعہ بھی دیتے ہیں کہ روایت قابل اعتبار ہونی اور کہاں دیت زید کے اقرار میں ہے اس روایت سے

چنانچہ صواعق محرقہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ
الٹی کے سمجھ ہا ہے ہیں۔ وہ الٹی ہی بکتے ہیں، اللہ نے سیدھے لفظوں میں اپنے
سے کسی لوگوں کے دھوکا دینے کو (جیسا کہ مولوی صاحب نے کیا ہے) خدا
چنانچہ مولوی صاحب نے ایسا ہی کیا ہے۔ اللہ ہر
کو کبھی نہیں پہنچتی۔

شیعہ قرآن و حدیث کے کسی لفظ کے معنی متعین نہیں کر سکتے

اور اگر ان پر بھی فلاں شیعہ یہ بات
آئین اور شیعہ کی آنکھیں بند کر کے
گو گو اللہ بکنے کا حدیث بھی آ ہے لیکن تاہم متعین نہیں ہیں
روایت میں، تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ متعین نہیں ہیں
ہیں مسلم، لیکن اول تو شیعہ ماخوذ ہیں اکثر حدیث کی کتابوں پر
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مدح میں روایتیں
ہیں بھی منقول ہوئے ہیں، جن کو شیعہ نہیں مانتے کہ تحریف ہوئی ہے
روایتیں ہی آیات قرآن کی بھی ہیں اور ہوئی ہیں، اگر ان
ہی پر رکھ کر بدل دیا جاتا ہے، اس وقت اگر ہم
کریں تو ان کا جواب بھی ہے۔ اگر یہ ان کو نہ مانیں، تو ہمیں تو ان کا ماننا
چاہیں، دوسرے اگر شیعہ متعین ہیں کہ کتابوں میں لکھی ہیں تو ہم ان
دیتے ہیں کہ ہمارے مذہب اللہ اکثر فلاں فلاں
فلاں ہی کا یہ مذہب ہے تو ہمارے مذہب
پر عمل کرتے ہیں، اور تمہارے مذہب پر تم عمل نہیں کرتے۔ تو ہمارا
پر عمل کرنے ہیں، اور تمہارے مذہب پر تم عمل نہیں کرتے۔ تو ہمارا

اور اگر بالفرض کسی متعصب سنی سے ان کی ملاقات ہو جائے تو وہ کہے گا کہ وہ صحابی اس وقت حاضر ہی نہ تھے؟ یا ان کو کسی ثقہ سے یہ حدیث پہنچی تھی، اور پھر حضرت زید نے بھی نہیں سنی ہو؟ اور اگر ملاقات ہوئی تھی تو ان کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو؟ اور اگر معلوم ہوئی ہو تو انہوں نے نہ سنا ہو بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو؟ بہرحال ان دونوں میں ایک بات ضرور ہے کہ یا تو انہوں نے نقل کر دیا ہو یا بطریقِ تسلیم قول مصنفین یہ بات ضرور ہے کہ یہ روایت قادح اپنے راوی روایت موجود ہیں، پھر ہیں ہم اعتراض کرنے والے کون کہ ہم ان کی روایت کو رد کر دیں اور نہ قبول کریں۔

مشکوٰۃ کی روایت مرفوع متصل ہونے کی تحقیق اور روایت

اعنی روایت مشکوٰۃ اس کے مؤلف نے اس کو مرفوع متصل ذکر کیا ہے کہ اس وجہ سے ہم کہتے کہ روایت مشکوٰۃ میں بھی اگرچہ یہ روایت بے سند منقول ہے کیونکہ وہ بھی اور مصنف نے اس کو اپنے زمانہ میں موجود نہ تھے۔ سو گو ہم کو بغیر معتبر سند کے روایت متداول زمانہ کی روایت کا غیر معتبر نہ ہونا ضرور نہیں لیکن تاہم ہم اس خاطر شیعہ اس کو صحیح کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ روایت مشکوٰۃ میں ہر چند حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ہے۔ لیکن اس قول کہ صنعہ بن شبہ صحابی ہیں نقل کرتے ہیں اور اس کی ثبات کو بیان کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے ہیں (چنانچہ واقف اصول حدیث جانتے ہیں)۔

مرتب اقرب یہ فقیر کہتا ہے کہ ثبات تحقیق کرنے اس روایت کے ضرور ہے۔ کیونکہ اس قول کہ صنعہ بن شبہ صحابی ہیں نقل کرنے سے ثابت نہیں کرتا، اور نہ اس کے لئے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجملہ دلیل اللہ ہونا کہ اس کا کہنا حجت ہو سکتا ہے، سو اگر یہ قضیہ ان کے کہنے سے ثابت ہو جائے (چنانچہ واقف اصول حدیث جانتے ہیں)۔

[illegible] کہ فدک کو دے
[illegible] جھوٹا کہہ دیا، اور جھوٹا بھی کس پر؟ رسول اللہ صلے اللہ
[illegible] جو ہر نیک کا ذکر ہے، اور وہ بھی متواتر، کیوں کہ
[illegible] جس کا ترجمہ یہ ہے
[illegible] جھوٹی بات لگا دے۔ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں
[illegible] کے نزدیک متواتر ہے، بلکہ متواتر بالفظ اگر ہے تو یہی ہے
[illegible] اگر روایت صرف زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم
[illegible] ذکر کریں، اور شیعہ پر ہی کر کے بول لیں ہی کریں کہ واقعی یہ بات
[illegible] کی طرف نسبت ہوئی ہے۔ تب اس کے آگے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم تک مٹ گیا ہے۔

[illegible] یہ ہے خلاصہ صحت روایت مشکوٰۃ
[illegible] ایسے ہی روایت متنازعہ فیہا کے (علاوہ بے سند
[illegible] کے اصلاً کتب میں ظاہر و باہر ہیں کیونکہ باتفاق مورخین فدک تا دم
[illegible] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں تھا اور بے قبض
[illegible] موجب ملک نہیں ہوتا۔ واہب ہی کی ملک میں رہتا ہے۔ اور فدک
[illegible] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مال خود حضرت ابوبکر صدیق کو علم تھا کہ بعد وفات
[illegible] ہوا ہے اور اس پر گواہ طلب کئے، تو ایسی کیے، ابوبکر صدیق کی
[illegible] ہوئے اس کے مال کی واقف کار ہی) کے کہ جو اور دنیا میں غیر
[illegible] ہیں۔ ایسے ہی فدک ہے۔ بہت دنیا ہی تھا تو ایسی مثل راگ کیوں ہے جس میں
[illegible] ہو جائے گا ہو؟

کیونکہ [illegible]
[illegible] کہ ہے جاتا ہے کہ
[illegible] کے بہانے ہیں،
[illegible] کے طلب کرنے کو

شیعہ قبول بحیثیت حق پہ کرتے ہیں، تو اسکے بعد جو کچھ پیش آیا، وہ خواہ مخواہ ہمارا اعتقاد ہوگا۔ کیونکہ حکم خداوندی ہی کے موافق حاکم کیا ہے، کوئی قاعدہ نہیں گذرا۔ اگر ہی جو کچھ تقریر در بارۂ طلب گواہان کہی ہے، اگر اس کو شیعہ تسلیم کرتے تو ہم کو دل شاد، ورنہ ان کی کوتاہ فہمی سے ہمیں تو یہ نہیں۔

اگر زید کے قبضہ و تصرف میں کوئی مکان ہے اور عمرو کا دعویٰ ہے کہ یہ مکان میرا ہے، زید کے قبضہ سے نکال کر مجھ کو دلایا جائے، اور عمرو نے اس کے ثبوت میں دو شخص پیش کئے، جنہوں نے گواہی دی کہ ہم نے عمرو کے سامنے زید سے خریدا ہے، اور زید نے اس کا قبضہ عمرو کو دیدیا، اور عمرو نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا، اور ان گواہوں نے اس بیع کی تاریخ بھی بتلا دی، اور زید نے اس کا انکار کیا، اور کہا کہ میں نے یہ مکان عمرو سے نہیں خریدا، اور نہ اس کو قبضہ دیا، تو ایسی صورت میں زید کا انکار کرنا اور گواہوں کا جرح نہ ہونا، اس مکان کے زید کی ملکیت سے نکل جانے کا ثبوت ہے، اور عمرو کا قبضہ ہونا اس کی ملکیت کا ثبوت ہے، اور اس کے بعد زید کا دعویٰ کرنا اور گواہوں کا پیش کرنا، اور ان کا جرح نہ ہونا، اس کے حق ملکیت کا ثبوت ہے، اور عمرو

دلائے مہدویہ قبض مسلم نہیں، اس کا فرمان

اور یہ ان کی روایت کی رو سے اور حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ابھی درست لیکن آئی ہاتھ سنی و شیعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے کہ مہدی قبض تمام نہیں ہوتا، جب تک قبض و تصرف مذہب کا نہ ہے گا، اسی کی ملک بھی رہے گی، چنانچہ اشارہ اسی مطلب اول کی طرف ہے یعنی نہ ہوگا کوئی مہدی قبض کرنے والا اور قبض کرے گا مہدی ہی کی قبض کرے گا، اور فلک یا اہل قادیانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں تھا، آپ تین سو سال تک فلک میں تصرف مالکانہ کرتے رہے، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپ کی زندگی میں نہیں ہوا پایا، اس بات میں سنی شیعہ بلکہ جملہ فرقہ اسلام متفق ہیں۔ دونوں کے نزدیک فلک کی ادائی اس وقت سے ہے جب سے کہ کتب تواریخ میں کہ کتب تواریخ ہر کسی کو میسر آسکتی ہے، پہلے حدیث تک تو بات کسی کی پہنچتی رہے۔ اکثر دل کو مفید احادیث کی اطلاع نہیں ہوتی۔ وہم تواریخ کی بات اس میں اعتماد کے لائق ہو سکتی۔

دلیل ہبہ فدک از بیان پدر

اس لئے طرفین کی روایات احادیث کی طرف اشارہ کئے جاتے ہیں، پہلے ان پر وقف ہونے کے ہیں ہی) ہیں تو انفع ہونے کی روایت ہے، اول تو وہی روایت شکوا و فرقہ ہے، اس بات پر تمسک ہے۔ دوسرے متمسک ہیں ہونے کی بات اس میں اعتماد ہے ان اول ابن الوقف مرفوع ہے جس کا بیان ہے کہ حضرت علی نے حضرت کے سامنے کہ ہاں کہ ہاں قبل تیسرے ہیں کہ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ چیز ہبہ حضرت کے لئے وقف کیں ہیں۔ ہو النضیر فدک، سو فدک کے ہونے کے ہوا ہے فرمایا ہے فَكَانَتْ حَبْسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ یعنی فدک سے افضل کی ملک کہ ان کے لئے وقف ہے ہبہ کیا اور نظر آتا ہے اپنی بیٹی کا حوالہ بات ہے کیونکہ وہ اعتماد کے

لئے ضروری ہے کہ ایسی بات ہو، کہ جس پر وہ اعتراض کر سکتے ہوں
ہوئی باتوں کے خلاف ہو۔ اور جو حد تک اس کے [illegible]
اعتراض ہی نہیں، جو حد تک ہم نے اپنی کتاب [illegible]
بازپرس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ [illegible]
حجت، منجانب صاحب ستر ہے، تو پھر ان کو [illegible]
بالاتفاق طرفین بے قبض حرجب ملک ہی نہیں۔

لیکن متعرض کا سکوت اور [illegible]
ساکت ہو جائیں گے۔ لیکن بجائے خود ہمیں کی بات [illegible]
اس لئے گزارش دیگر ہے، جامع السائلین جو کتاب [illegible]
معتبر امامیہ میں روایت ہے جس کا اس جگہ [illegible]
انشاء اللہ آئندہ مرقوم ہوگی، اس کا مضمون یہ ہے

جب ابوبکر خلیفہ بنا دیئے گئے حضرت [illegible]
اور کچھ زمانہ کے بعد میں کہ نہ ہوئی تو یہ بات [illegible]
یوں ہی کہ نہیں رہی ہے، سوا اس کے کہ [illegible]
لیہ وسلم کی ناجزی آپ کو [illegible]
وظلم کر دیا ہے کہ تمہارے خروج کے [illegible]
کچھ بچتا تھا، اسے [illegible]
فرمایا۔ تو اپنا سا [illegible]
کیا کرتے تھے، حضرت [illegible]
صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، دیئے ہی [illegible]
فرمایا کیا تم ہمیں کہا [illegible]
وظلم کر دیا ہے کہ تمہار

نہیں ہوا تھا۔

بھی یہی گمان ہے۔ کہ یہ دلائے رسالت اور امامت ہر ان دونوں عاجزوں کے اقوال
ہے۔ ایک دنیا طالبی کا ڈھنگ تھا، کہ دل کو نہیں لگتا۔ بلکہ از قبیل دغا و فریب
معلوم ہوتا ہے۔ رہا۔ بدگمانی وہم کی دوا نہیں لقمان کے پاس۔

دوستو! اہل عقل اور اہل انصاف سے بات کہا کرتے ہیں کہ ہر کسی کا دل شاد کرنا
جاہل نادان نا انصاف اور ہٹ دھرم ان سے بات کرنا گویا سر کو پتھر سے
سفر خالی ہنسانے کے حاصل نہیں ہوتا۔ ان کا علاج تو درہ ہے، یہاں سے دلائل
اور دلائل خلیہ کا بیان نہیں چلتا، پر یوں سمجھ کر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں ایک
ایک عاقل بھی ہوتا ہے۔ ہماری جانب سے امید فہم نہیں تو کیا سارے لاجواب
ہی سچے کے کٹ حجتے ہوئے ہیں؟ اپنا ایمانی خیر عرض کرتا ہوں۔

مسئلہ شہادت اور شاہدین کی

جناب من اگر یہ مقدمہ ایسا ہوتا کہ گذشتہ واقعہ
حال حضرت ابو بکر صدیق نے گواہ طلب کئے ہیں، تو اول تو ان کی
گواہ طلب کئے؟ مذکور ہی ہوئی ہے۔ دوم انشاء اللہ وہ بھی
گی، لیکن در صورتیکہ یہ مقدمہ کسی ایسے سے ہو گواہ طلب کرنے کا
شبہ ہو گذشتہ گواہوں ہی کی طرح جاتے۔ نبی آخر الزمان کا دعوی
ہی فرما دیں کہ گواہوں کی کیا مقدار کہ اللہ نے بیان فرمائی ہے اور ان
کی کچھ تخصیص بھی ہے۔ کہ فلانی قسم کے آدمی ہوں تو پھر کچھ اس
کی ضرورت نہیں، مجرد اس روایت سے حضرت ابو بکر صدیق پر یہ بات
ان کی خلافت میں حضرت عثمان نے ان سے یہ بات کہی کہ میں نے سنا ہے
تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے اور ان سے
لے لی ہے، اور انہوں نے ان سے بھی گواہ طلب کئے، اگر حضرت ابو بکر یہ
حضرت کو اللہ کے حضرت نے فرمایا ہے ہر فرض اللہ نے بات ہم سے
حضرت عثمان سے تو ہم سے وہی بات اللہ نے فرمائی ہے ہم

دنیا بھی نہیں پڑتا تھا۔ شیعہ مذہب نہ تھے۔ جو تقیہ کا احتمال ہو، پھر جو حضرت عثمان سے انھوں نے گواہ طلب کئے۔ کو کیوں کئے؟ یہ باتیں کمال دیانت اور استقامت پر دلالت کرتی ہیں۔

لیکن شیعہ اپنی عادت سے ناچار ہیں۔ کینہ بیجا نے ان کا قلب تیرہ و تار کر دیا ہے۔ حق و باطل کی تمیز نہیں رہی، اچھی باتوں کو برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب تو ہماری طرف سے چھ سو برس پہلے شیخ سعدی کہہ گئے ہیں۔

صاحب دلاں بر اندیشہ کہ بر کنارہ بادہ ؛ عیب نہ بیند ہنرش در نظر

باقی رہا یہ کہ گواہ ثبوت دعوے کے لئے ہوتے ہیں۔ اور جب مدعی کی طرف سے ہمارا جی جمع ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گواہ طلب کئے جائیں۔ تو اس کا جواب یہی خدا کے ذمہ ہے۔ کیونکہ خدا ہی نے عالم خلائق یہ حکم دیدیا ہے کہ بڑوں کی گواہی کو معتبر نہ کرو، یہ قانون سینوں نے نہیں گھڑا۔ بہرحال خداوند کریم نے اہل بیت یا اصحاب یا کسی ولی یا امام کا استثنا نہیں کیا۔ سینوں کو خدا کے اتباع سے کام ہے شیعہ بھی اگر اتباع خداوندی کریں تو بہانہ نہیں اپنا سر کھائیں۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو بھی یہ حکم کا ہے کو مانتے۔ کہ ابر کے دن اگر کوئی شخص چاند دیکھے اور اس کی گواہی بسبب تنہائی یا اتہام فسق و فجور قاضی قبول نہ کرے تو لازم ہے کہ وہ سب کے ساتھ روزہ رکھے۔ اور روزہ رکھے، پھر دنیا میں سماج کیونکر قائم رہے اگر کبھی انتیسویں کا چاند ہوتا اور انتیسویں کو افطار کر لیا کرتے۔ تو ہلاکت ہی تھی اور خصومات لحاظ دنیا کی گواہی میں یہ قید لغو ہو جاتی کہ عادل ہو۔ فاسق، مجبر بہ فسق ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے ناحق کے معاملوں میں زیادہ سچے نکلتے ہیں۔ ان کا کہنا خدا ایک ہے یا زیادہ قبول ہوا کرتا، بالجملہ اس بات میں اپنے ایمان کا اعتبار نہیں، پابندی قوانین ہی نظر ہے، تاکہ امتحان عبودیت اور خود مختاری ہو جائے۔

ہاں حکمت اور مصلحت اس قانون میں البتہ یہ ہے کہ شہود عدل ہو جایا کریں

سو اگر رائے پر حکام وقت کے چھوڑا جائے، تو اول تو اندیشہ رو رعایت، دوسرے ہر کسی کو یہ دعوے ہو سکتا ہے کہ میری بات قابل الیقان ہے۔ پس جس ملک کے انتظام کے لئے حکام مقرر کئے جاتے ہیں، وہ صلح اور انتظام تو درکنار، الٹا فساد اور جنگ و جدال کی توقع ہے۔ اس لئے قانون کی مقرر کر دیا جس میں کثرت شہادت کا پائی جائے، سو برخلاف اس کے اگر کسی صورت میں کم شہادت پائی جائے گی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

الغرض یہ وہم (کہ حضرت فاطمہ کے صدق متصل کے بارے میں شبہ ہے) قابل ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہوئی کہ گواہ طلب کئے گئے؟ اس سوال کا جواب حضرت فاطمہ کی طرف سے یہ گمانی ٹپکتی ہے، یا نادانی کی بو آتی ہے جب کہ اوپر کے پیرا ہوتا ہے۔ یہاں فہم والوں سے کلام ہے نادانوں سے نہیں۔

سیدہ فاطمہ کا شہادت کی بہت زیادہ پابند ہونا

معہذا سب جانتے ہیں کہ مدار زندگی ... سے پہنچے کلام اللہ میں فرماتے ہیں ...

اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک اللہ کے نزدیک زیادہ تعظیم تکریم اسی کی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ تو اس صورت میں لازم ہے کہ ان قوانین کی رعایت حضرت فاطمہ زہرا سے زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت کرے وہ حضرت فاطمہ زہرا سے زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت نہ کرے وہ حضرت فاطمہ زہرا سے کم تر ہو۔ سو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے (دل) کتاب کریم آیت ... حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ... مرتبہ ... ہو گئے۔ یہ قائل جن رافضی نہیں ہوتے۔

اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ گواہوں کا جھوٹا ہونا ... اور ان کی گواہی کے موافق حکم نہ دینا کیوں اور کب؟ جب تک کہ شہادت ... کم نہ ہو، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ... تب تک حاکم کو جائز نہیں کہ ان کے کہے کے موافق ... کہے ہی معتبر کیوں نہ ہوں۔ اور ان کے کہنے سے کتنی ہی تسلی کیوں نہ ہو جائے

سو ان کو نہ دینے اور ڈگری نہ کرنے کو کوئی نادان ہی ایراد کرے گا۔ کہ گواہوں کی تکذیب کی۔ ہاں درصورتیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایک قسم کے موافق مدعی کے متفق الاظہار ایک بات کہیں، تو پھر بجز عدم اعتبار گواہان کے کوئی وجہ ڈگری نہ کرنے اور مدعا علیہ سے قسم لینے اور مدعی کے دعوے کے نہ سننے کی نہیں۔ سو شیعوں کے کہے موافق اگر (۳) روایت کو ہم تسلیم بھی کرلیں تب ہمارے کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی نصاب مذکور کو نہیں پہنچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی مل کر بھی (جیسے کہ جناب در دفع مآب مولوی عمار علی صاحب بچہ لگاتے ہیں) مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہیں پہنچتی کیونکہ دونوں صاحبزادے اس زمانہ تک نابالغ تھے۔

سو اس گواہی کے موافق حکم نہ کرنے میں یہ خرابی لازم آئیں گی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گواہوں یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جھوٹا جانا۔ ہاں ان کی استقامت، شریعت اور سنت پر ثابت ہوتی ہے۔ لیکن نقصان فہم کا کچھ علاج نہیں۔ بیقوفوں کی احمقانہ ایذا دہی کبھی نہیں ہوتی، ہم تو کس شمار میں ہیں۔ شاید اس کا یہ ہے کہ امام غزالی کی بعض کتابوں میں کچھ ایسا لکھا ہے۔ کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کسی طرف بھگا کر لے جاتے تھے۔ کسی نے عرض کی، آپ ایسے افتادہ خیز ان اس طرف کیوں جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نادان آتا ہے۔ اس نے عرض کی کہ پھر آپ کو کیا اندیشہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں۔ وہ کسی کے فیض صحبت یا برکت نصیحت سے زائل نہیں ہوتی، اسے اسی کا اثر پہنچتا ہے تو پہنچتا ہے فقط، اور کسی نے یہ کہا ہے۔ کہ ؎

لِكُلِّ دَاءٍ وَ دَوَاءٌ يُسْتَطَبُّ بِهٖ إِلَّا الْحَمَاقَةَ أَعْيَتْ مَنْ يُدَاوِيهَا

یعنی ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ علاج ہے جس سے اس کے زائل ہونے کی تدبیر کی جاتی ہے پر حماقت ایسی بیماری ہے۔ کہ اس کا کچھ علاج ہی نہیں۔

منہج الکرامت کی روایت کے مطابق حضرت صدیق نے فدک سیدہ کو دے دیا تھا۔

اور اگر بایں ہمہ بیان واضح شیخ نوری دل کی بات نہ کھلے، اور حضرت صدیق جیسے بزرگ کی طرف کمان فاسد ہی رہے، تو لیجئے اب تو زبان کو لگام دیجئے اور اپنا کام کیجئے، یہ روایت کتاب منہج الکرامت میں جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف ہے، موجود ہے۔ انہوں نے سنیوں کی طرف سے جواب شافی وکافی لکھ رکھا ہے۔ القصہ اہل سنت کو تحفہ نصیر ہوئی۔ اور انھیں کی لاٹھی انہیں کا سر۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا وہ روایت یہ ہے

لَمَّا وَعَظَتْ فَاطِمَةُ اَبَابَكْرٍ فِيْ فِدَكٍ كَتَبَ لَهَا كِتَابًا وَدَفَعَهُ

یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق کو وعظ و پند کیا، تو ابوبکر صدیق نے فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کے نام لکھ کر انہیں دیا یا نقط۔ درصورتیکہ یہ روایت صحیح شیعوں کی ایسی معتبر کتب میں جن کا نام ابن مطہر حلی ہو پائی جائے تو ہم سنیوں سے کیوں الجھتے پھرتے ہیں؟ اس روایت کے قربان جایئے۔ اس روایت نے تو شیعوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا۔ اب تک نوری صاحب نے ہبہ اور میراث ہی کا دعوٰی کیا ہے کہ وصیت یا بیع یا کسی عمل کی اجرت کا احتمال باقی ہے۔ سو ہماری طرف سے اس کی بھی اجازت ہے کہ لگے ہاتھ ان وجوہ سے بھی طعن کرلیں کسر نہ چھوڑیں۔ سنیوں کا کیا ہے نہ کریں، اول تو ان کو یہ روایت مل گئی ہے، دوسرے ان کی بلا سے، ہاں اس روایت کا پتہ لگ گیا، آگے بھی وہ کام چلا دے گا۔

اب سننے کی بات ہے کہ نوری صاحب ہر بات میں اپنی کتابوں سے جواب دیتے جاتے ہیں، اور سنیوں کی کتابوں سے مات کھاتے جاتے ہیں، یہاں تک تو نظر یوں ہی ہوگیا، اور آگے اور انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔ سو سنہائے گزشتہ کے وعدوں سے علاوہ اب جس بات کا جملہ نامہ نظر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اول تو نوری صاحب یہ تو دیکھئے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کا بیان لکھتے لکھتے یہ جو انہوں نے آگے حضرت

حسنین کو بھی ساتھ ملا لیا۔ یہ نہ شرمائے کہ الزام خصم کے لئے ضرور ہے کہ وہ بات گھڑے ہوا اس کے نزدیک بھی مسلم ہو۔ سو مسلم ہونا تو معلوم؟ جو روایت کہ سنیوں کے نام لیوا رکھی ہے حضرات حسنین کا نام تو اس میں بھی نہیں۔ اور اگر اپنے بہتانوں اور اپنے کتب خانوں کے بھروسے سنیوں کو الزام دیتے ہیں، تو یہ الزام تو مقفل فوارہ انہیں کے سر پر پڑے گا۔ ورنہ یوں تو پھر ہر بہت مر ہر شخص سے ہار گئے۔

حضرت عمر پر عورتوں کا بہتان | دوسرے مولوی صاحب کا یوں رقم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نے تو جائیداد حضرت زہرا کے نام لکھ دیا تھا، پر حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا، مولوی صاحب نے یہ سمجھ کر لکھا ہے؟ یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں، سنیوں کی کتابوں سے اگر لکھتے ہیں تو سنیوں کی کتابوں میں تو اس بات کا پتہ بھی نہیں۔ اور اگر اپنی کتابوں کے بھروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب دہ اول باشد نوشتی و بیان اللہ یہ مناظرہ کسی نے نہ سنا ہوگا، کہ اپنی کتابوں کے کہنا۔ بلکہ اپنے مخالفوں کے بھروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ کریں، دوسرے منہ الکرامت کونسی سنیوں کی کتاب؟ و شیخ ابن حجر کون سے سنی؟ یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی خاک کے بیٹے تھے؟ جو اتنا بڑا الزام اپنے پیارے والد کا قصداً خصم کر گئے؟

مولوی صاحب تو نئے ہی مفتری ہیں، شیخ ابن حجر ہی ان کے کچھ پیشوا اور استاد ہیں، اور متقدمین سے ہیں، جو بات مولوی صاحب میں ماشاء اللہ بدرجۂ اتم ہونی چاہیئے۔ اگر اس بات کا جھوٹ ہونا کچھ بھی پتہ ہوتا، تو وہ تو سوتی کو بھالا کر دکھاتے ہیں، ہمارے تو نئی ہیں۔ بہت سے شاگرد رشید استاد سے بڑھ جاتے ہیں، شیخ ابن حجر میں ایک بڑا قصور رہ گیا تھا، وہ یہ کہ عقل تو رکھتے تھے، پر شیعہ بدرجۂ اولیٰ نہ تھے جس سے مولوی صاحب بہرہ ور ہیں۔

حضرت صدیق کے حضرت زہرا کو نہ دینے کا دعویٰ | مولوی صاحب کی یہ شکایت باقی رہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت زہرا کو مال نہ دینے کے دعوے میں حضرت زہرا کی بات تو بے گواہوں کے مان لی، یہ سوال آپ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسے معتبر گواہوں کے بھی نہ مانی، سو اس کا

اول جواب تو یہی ہے کہ یہ روایت اگر شیعوں کی کتابوں میں ہوتی تو البتہ اس حکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا ہوا اس روایت کا شیعوں کی کتابوں میں ہونا نہ ہونا اور اس کا موضوع ہونا نہ ہونا دیکھنے والوں پر انشاء اللہ بخوبی واضح ہو جائے گا اور بے اسکے کہ شیعوں کی کتابوں میں یہ روایت پائی جائے یہ شکایت کرنی انکی کم فہمی اور نافراست کی خوبی بیان کرنی ہے۔

اگر یہی الزام ہمارے ان شیعوں کی قرآنوں اور کتابوں کی نسبت دیا جائے تو نصاریٰ کی توراۃ و انجیل تحریف کے کئے ہوئے سے بدتر ہو جائیں گے اور ان کتابوں کی باتیں مان جائیں گے، اور شیعوں کو تو ہم کچھ نہیں کہتے کیونکہ ان کی اب ایک ہی بنیاد سکون جاتی ہیں تو انہیں کچھ نقصان نہیں، اور یہود و نصاریٰ کے مذہب ابا ہیں تو انہیں کچھ زیاں نہیں، اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو بتا دیتا کہ شیعوں کا دین سے ساتھ ایسی نسبت ہے، جیسے حیوان مشہور مسمی بہ اشتر کا اونٹ کے ساتھ ہے، چلتے سب کے ساتھ نسبت مشابہت ہے۔

اور سنئے کہ یہ روایت شیعوں کی ان کتابوں میں جن کا حوالہ مذکور ہوا ہے کسی ایک دو نسخہ میں ہے بھی؟ تو اول تو وہ کتابیں غیر مشہور اور غیر معتبر ہیں وہ کسی شیعوں کا الحاق ہے، چنانچہ تحقیقات مسطورہ بالا کو دیکھ کر ناظرین کو اس میں شک نہ رہے گا۔ اور بایں ہمہ کچھ اور جواب طلب گوشے معلوم ہو گئی ہے، اس کے نظر سے کہ واضح ہو جائے گا کہ حضرت جابر کا قصہ (یعنی ایسے دل کا بے شبہ دے دینا ایسوں کے دینے کے لئے ہے۔ اور قسم کا بھی اعتبار کرنا) اس کو حضرت فاطمہ زہرا کے قصہ کے ساتھ جس میں بے تحقیق دینے میں اندیشہ حق تلفی فقرا و مساکین کا ہے کچھ نسبت نہیں ہے جو اس کو اس پر قیاس کیا جائے میں گواہوں کا طلب کرنا انکے لئے ہو سکتا ہے کہ بوجہ خیر خواہی حضرت فاطمہ زہرا رضی

تنبیہ اس اجمال کی ہر چند ضرورت نہ تھی پر ان افراد سے کہ [illegible]
لئے مکرر عرض ہے، کہ باتفاق شیعہ و سنی اس میں تکرار ہی نہیں کہ فدک

فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا پھر جب ابو بکر صدیق کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ متروکہ انبیاء وقف ہو جاتا ہے اور یہ بے قبض مفید ملک نہیں ہوتا۔ تو اس میں تو کلام ہی نہ تھا کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہرا کی ملک نہیں۔ پھر جو گواہ طلب کئے جائیں اس لئے تو ہم ہی نہیں سمجھ سکتے کہ تحقیق فیصلہ میں نظر تھی۔ جو کسی نادان کو یہ شبہ پڑے کہ ہائے افسوس حضرت فاطمہ کی بات تو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اور جابر کی خبر بے گواہوں کے سنی جائے اور بے تکرار مسموع ہو۔ بجز اس کے اور کوئی احتمال نہیں کہ شاید گواہوں کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس جانب پایا جائے کہ فدک کو حضرت زہرا ہی کو دیدینا چاہیے اب کوئی نقل خود گھڑ کے نہ بتائیں کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دعویٰ اور خیر خواہی کی بات ہے یا دشمنی اور بدخواہی کی۔

حضرت ابو بکر کو نہ دینے میں خیر و ہدیہ کا احتمال حضرت کی طرف عاید ہوتا ہے

اگر مولوی صاحب کی عقل تو حاشیہ نشین لے اڑے ہیں اور کبھی سمجھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہرا کا اعتبار نہ تھا، وہ حضرت سے برگشتہ تھے اور یہ احتمال تو ہوتی ہی نہیں۔ اگر واقعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ اور پھر ان کو اس وعدہ کے وفا نہ دیجائے گا تو ایک گونہ خلاف وعدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف عاید ہوگا۔ مدیہ خلاف وعدگی ہر شخص کو بری معلوم ہوتی ہے تا وقتیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دلیل نہ آجائے۔ یہ شان نبوت بہت بلند ہے اور کچھ نہیں تو کسی کی شان نبوت کی خاطر ہی ہے جب یہ خیال کیا جائے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو ہر وقت نظر میں رکھنا لازم تھا، اور حضرت ابو بکر صدیق کو خود آپ کے بارگاہ، اور مال جو تصرف میں تھا، گواہوں پر دیدینا آیا ہے۔ اور حضرت طلب گواہان حضرت ابو بکر کے پاس نہ گئے؟ کیونکہ ضروری نہیں کہ کسی کے سامنے ہی نہ کہے کہ ہم نے تو سنا ہے اور ہمارے نزدیک نحلہ وہبہ بجانب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاید ہوگا۔

اقتضاء [illegible] ایسے امر میں ہی تھا کہ بے طلب گواہان ان کا مطالبہ

پورا کیا جائے۔ اگر وہ مرد واقعی تھا تو فبہا۔ ورنہ کچھ نقصان نہیں، آخر وہ مال [illegible]
تقسیم ہوا، بخلاف فدک کے کہ اس کے دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
نافرمانی نظر آتی تھی، بسبب قبضہ متمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ آخر فدک
ملک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور جب آپ کی وفات ہوئی تو وہ [illegible]
مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ کے جس کی تحقیق کا آپ وعدہ کر چکے ہیں [illegible]
تعالیٰ بہت ہی قریب اس کا ذکر آتا ہے، وہ وقف ہو چکا تھا کسی [illegible]
بیوی باندی کا اس میں حق نہ تھا۔ پھر اس کو کسی کے دینے کے [illegible]
حدیث کے موافق عمل نہ کرنا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے مذہب [illegible]
پر چلے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے اور دل دکھانے [illegible]
خیال رکھے۔ اس سے برا کوئی نہیں۔ آپ عمل نہیں کرتے [illegible]
آپ برا لگے گا۔

اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات تھی کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ اور مال بکثرت آیا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا
کہ اگر کسی کا کچھ قرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کسی کو کچھ دینا کیا ہو تو ورثہ سے لیا جاوے، سو بہت [illegible]
بے گواہ دینا شروع کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اسی منادی کے ساتھ [illegible]
اس بات کے لئے دلیل کامل ہے کہ ابوبکر صدیق کو اہلبیت [illegible]
کا خطرہ بھی نہیں گذرا، چہ جائیکہ کوئی چیز دبا لیں کسی قائل کے [illegible]
شخص فقط اس خیال پر کہ عباد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی کا قرض [illegible]
یا آپ کی بات میں فرق آجائے۔ بے تحقیق تعلیوں کا [illegible]
حق پھر وہ بھی جگر گوشۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا [illegible]

الزام ہم میں نہ آپ کیا نہ اپنوں نے کیا، مگر پہلے تو [illegible]
مقررہ میں صرف کیا۔ اور مشت دنیا کی خاطر [illegible]

شیعہ سے پوچھئے، کہ بوجہ جیسے ہوشیار کو کہ جس کی ہوشیاری کی قسم کھائی جائے غضب کرنا کبھی نہ آتا تھا، ان سب کو جانے دیجئے، ایسا فرق کیجئے کہ اہل عقل حضرات ابوبکر کی فہم و عقل پر آفرین اور ہم دشیعہ کی کمی عقل اور بلادت طبع پر نفرین کریں۔ وہ فرق یہ ہے کہ دعوئے ہبہ فدک جو حضرت زہراؓ سے بزعم شیعہ ظہور میں آیا تو سنیوں کے طور پر مؤید حدیث صحیح نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ کے جس کا عنقریب انشاء اللہ ذکر آتا ہے۔ معارض اور مخالف تھا، اور شیعوں کے طور پر استحقاق وراثت نبوی کے مناقض اور دعوائے جابر کے کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض اور مخالف نہ تھی۔ کیونکہ جس مال میں سے انکو دیا گیا، وہ مال کسی کے ترکہ کا نہ تھا، اور نہ کوئی حدیث اور نہ آیت اس کے بیان تصرف کے لئے نازل یا وارد ہوئی تھی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تھا جسکو حضرت جابر بطور اس کا استحقاق رکھتے تھے۔

اور یہ کسی اہل عقل پر مخفی نہیں ہے کہ گواہ فی رد فدک کے لئے بہت سے ہیں۔ اور ایک جانب رائج کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے دو متخاصمین کے رفع خصومت کے لئے گواہوں کی ضرورت پڑی، اور نہ صورتیکہ کوئی خبر یا دعوی یا بینہ اگر عقلی یا نقلی، یا خبری یا انشائی کے پایا جائے۔ اور تجربہ اور مدعی کی موثق مسلمان ہونا کچھ ضروری ہے کہ لَا تَقْبَلُوْا قَوْلَ الْفَاسِقِ خبر فاسق کی قبول نہ کرو۔ اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ آئیں اور چار گھڑی کے لئے کسی سے عقل مستعار لے کر اس فرق میں غور فرمائیں۔ تو اس فرق کے جان جانے میں کیا کمی آئیں، اور نہ ایسے ہیں عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ آیا ہے۔ اور جب یہ فرق ہوئے تو اس کے یہ جواب کان تک آئیں پہنچا۔ تو یہ عرض کرتے ہیں۔

جب تک یہاں تک پہنچتے تھے، تو یہ وہم تھا کہ شاید کوئی فرق ہو، کہ وقت تقریر سے رہ گیا ہو، کہ حضرت ابوبکر سے گواہ کا طلب نہ کرنا بایں وجہ ہو، نہ تھا۔ نہ نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا کہ بالفرض وقت تقریر یہ فرق محال جیسے حضرات شیعہ فرماتے ہیں، فرق میں واقع ہوا ہو؟ تو

حضرت ابوبکر صدیق کی کمال مہم، اور نہایت اطاعت واتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے، اگر یہ دونوں باتیں مسلم ہیں، تو مولوی صاحب کا ان پر بایں وجہ طعن کرنے میں معذور ہیں، اور لاجرم طعن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معیب بجواب اور مردود ہیں لیکن اس صورت میں بڑی تعریف کی بات یہ ہوتا کہ فلانا بڑا گدھا ہے اللہ سرتاپا بیوقوف ہی فسق و فجور میں یکتائے روزگار دور دور تک میں مشہور ہر کوچہ و بازار۔

سو اس صورت میں ہم کو مولوی صاحب کی تعریف کرنی لازم ہے دست بستہ ہیں پڑتی، لازمان مولوی صاحب کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ فرمائیے یہ قلیل نفری قبول فرمائیں یا نہ اس پر بھی دست بستہ پر یہ زبان درازیاں؟ پھر اس پر یہ دعوے بازیاں؟ کہ ہو عاشق کہ ہو بیتابی کہ مولوی صاحب کی بات سر آنکھ بجا اور درست۔ اچھی آپ میرا دل صاحب کی فرمائیے یہ غصہ کیوں ہیں کیا ہے سوا اس کے اور غصب کس کو ہے یا دوستی ہے۔ اور عروت اور مروت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو یہ ہے کہ اہل بیت کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ نے کہا تھا مجھے غصب فدک کی کسی سے عداوت نہیں ہے آپ نے کہا تھا کہ میری محبت عداوت سے کرائیے، اور میری باتوں کا جواب لکھئے، اب کیا سبب ہے کہ جو کچھ آپ نے اور فاطمہ کو جتایا تھا؟ اور اس سے منکر ہو گئے کیا روکیا آپ کو بلفظہ، سو مفصل آپ نے لکھا اور ہم نے جواب دیا، اب عرض ہے کہ مولوی صاحب کو میرے لکھے ہوئے جواب بھا کر یہ بات لکھنی چاہیے تھی جو جواب لکھا کرتے ہیں لیکن اس کا کچھ علاج نہیں کہ مولوی صاحب کی یہ درخواست ہے کہ میری محبت عداوت سے کرائیے، مولوی صاحب غلط ہیں غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا سننا کو نہیں آتا، ہاں غلط کہہ سکتے ہیں، اس لئے آنا ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب سے یہ کہا ہو

آگرہ والی صاحب غلط ہیں، جب ہی تو اپنی صحت کراتے ہیں ظاہر و باطن سے یہ
بھی اہل سنت ہیں۔ اگر ہدایت منظور ہے تو غیرت کھو

خیر یہ قصہ تو بہت دور دراز ہے۔ مولوی صاحب کی خرافات بے سنے کا
جواب دیجئے۔ اور ان کی حقیقت الامر کھول کر رنگ دیجئے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولوی
صاحب اپنے ہوش میں نہیں۔ اس بیداری میں جو اوٹوں کے خواب سے بازتر ہے۔
مولوی صاحب پڑے بڑبڑاتے ہیں۔ ورنہ عقل کا کام نہیں۔ کہ باوجود ایسے ایسے دلائل
الزامیہ کے جن کا ذکر آچکا۔ کچھ بھی غضب فلک کا ان کے دل میں خیال آئے، اور
الزامیہ جملہ دلائل حقہ و براہین خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم ٹیڑا ئے
بڑبڑیت کے بنیں۔ اور اوٹ پٹانگ گو نا گوں نہ ہوتے لگیں۔ تکاپت ان کی فضیلت کے
سے بہت تھی، کیونکہ باقل بکتے ہیں۔ کہ ولست دنیا فاضل کہ بلغت سے، بے
سبب نہیں اٹھائی جاتی۔ دین دار دین کی عزت اور دنیا دار دنیا کی عزت کو جان و دل
سے عزیز رکھتے ہیں۔ اور عزت کی حقیقت نہ ہو تو پھر کوئی چیز عزیز نہ ہوگی۔ اسی کا عزیز ہونا
ہے کہ عورتیں ہو جو نہ کہ عورتیں نہ ہوں، غیرت کے پتلے ہوں کو تلف کر دیتا ہیں،
وزنہ وہ عورتیں ہیں یا نہ ہیں کچھ ہیں، مردوں کا کیا کام؟

الزامیہ کا بیان بھی کچھ بے تیر ہے طاقت نکس نہ ہوگا کیونکہ ایسے مواقع
میں ہر کوئی یہ انتظار کیا کرتا ہے کہ پہلے بچاؤ کے تیر چلائے جائیں۔ پھر ہم حملہ کریں۔
خود ہی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچاؤ کے تیر نہ چھوڑے، نہ چھوڑیں۔
کیا ہے۔ ان کو کیا ہے کہ ان کے لئے کسی کی چیز دبے؟ لیا تھوں اڑے
مرتے ہیں ایسے شخص سے تو اللہ صاحب کہ ہے۔ غیرت بالکل نہ کھائے
قابل نظر و توجہ مذکور نہ ہو سکے۔ بجز اس کے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔ کہ
انصاف اور دل انصاف کو لازم ہی ہے کہ رفع دقت کے وقت میں زیادہ تشدد
اور عنف کو پیش آئیں۔ اور غیر دل سے بہ نسبت اپنوں کے نرم رہیں
اگر یہ دل ہے کہ اپنے اقربا کی رعایت نہ کریں بوجہ محبت فقط اپنوں

ہی دُکھا کرتا ہے۔ کچھ اندیشہ ملامت نہیں ہوتا۔ بلکہ امیر کو اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور اپنے پیرزادوں اور بزرگ زادوں کی رعایت نہ کرنے پر مریدان جان نثار کا بوجہ محبت دل جدا دکھا کرتا ہے۔ اور بوجہ اندیشہ ملامت جان پر جدا ہی بنا کرتی ہے۔

سو جب اپنے قرابتیوں کی رعایت نہ کرنی اور غیروں سے زیادتی خود خلافی ہوئی، تو پیرزادوں کی رعایت نہ کرنی اور کچھ زیادتی ہوئے تو جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی پیرزادی ہو، کہ نہ اس سے بہتر کوئی پیرزادی ہے، نہ ہو، اور ابوبکر صدیق جیسا مرید ہو جس کی صدق و وفا اور جاں نثاری اور محبت اور خدمت گذاری کے کلام اللہ اور اقوال عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ گذرا، رد گذرہ عادل گیا۔ بلکہ اس بات کے گواہ ہوئے کہ کوئی ایسا مرید نہ ہو۔ کیونکہ ایسے رتبہ والے ایسے ویسے کی ایسی تیسی کرتے۔ تو اس صورت میں حکم خداوندی پر قائم رہنا اور بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کام ہے، نہ وہ ہوں نہ اتنی دشواری۔ اور اس قدر ملامت عوام کالانعام دشنام ہائے خبیثان نافرجام اپنے سر پر اٹھائیں، یہ دونوں ہے شیعان علی پر کوہ ہیں بھی برائی ہی نظر آتی ہیں۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ۔۔۔ عیب نماید ہنرش در نظر

مطعون خدا پر طعن اور تشنیع کرتے ہیں ۔۔۔ سمجھتے نہیں یہ رافضی نہ خدا نے

شیعوں کی اجنبیت سے، در انصاری کی طرف تمسا ہے۔ بیدین دینداروں پر سب دین حضرت عیسے کے بیدین ثابت ہے

تہمت لگائیں، اور خلفائے قریشہ سنی مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہل بیت بتائیں۔ اگر قدر شناس ہوتے ست گذرتے نہ دیتے ۔۔۔ بڑھ جا پکریں، اور قدر شناس دشمن سمجھے جائیں! تو نشانے حضرت عیسے کے محب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی عترت کے دشمن ہونے چاہئیں۔ غور کیجئے گر دیکھیں منصفانہ نسبت ہے کس کی طرف

کی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے۔ نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں، درحقیقت ہیں ان سے محبت نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کی محبت کا خدا کے بیٹا ہونے پر ہے۔ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خیال میں تھی۔ اپنی تصور پر خیالی کو پوجتے ہیں۔ اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو خدا و ہر کریم نے ان کی اس غلط کاری سے برئ رکھا ہے۔

ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں، اگر اہلبیت سے محبت نہیں کرتے، اس بہتان پر خبان تو رسول شناس کو دشمن اہلبیت بھی ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول سے محبت کرتے ہیں اور ان کی امت کو دشمن سے بچاتے ہیں، دشمن اہل بیت اللہ سے کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و فاطمہ صاحبزادیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کی بیبیاں ہی نہیں تھیں۔ اور یہ کہ قرآن اور حدیث کینہ و غیبہ اور آلہ ان حضرت صلعم کی بات پر شاہد ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب کبریا کی محبت اور پیغمبر خدا میں صدیقہ نہیں تھیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ جناب کبریا کی محبت اور پیغمبر خدا میں صدیق نہیں تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق جناب کبریا کی محبت اور پیغمبر خدا میں صدیق و فاروق نہیں تھے۔ اور سوا ان کے اور بیبیوں کو جو بہتان یہ کر جملہ ازواج مطہرات تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسن مجتبیٰ اور سید الشہداء حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہم کو جو ان کے اور بیٹے کہتے ہیں، اور حضرت سید الشہداء حسین کربلا رضی اللہ عنہ کو جو ان کے اور بیٹے کہتے ہیں، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب و ام کلثوم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی کیسے بیٹیاں کیسے نہیں اور علی رضی اللہ عنہ
حضرت علی کا اس کے دینات میں ہمیشہ نواز دینا ہے ان شیعوں کے نزدیک جیسا نہ ہوا ان
ان کا کہا مقبول نہ ہوا تو کیا بات پیش آئی؟ یہاں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت
علی دو اذان دیں کہ تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے زیادہ ہیں۔ پھر کیا وجہ
ہے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی قابل قبول نہ ہوا اور حضرت علی اور جناب
پاک کہانی کی قابل قبول نہ ہوئی؟

اور اگر مولوی صاحب کی خاطر سے اس اذان کے کہنے کریں کہ حضرت علی
اور حضرت ام ایمن اور حسنین نے چار مردوں نے گواہی دی ہے جب بھی نظر اس کے
کہ اب ہی اقرار مقرر شہادت کو پورا شہادت نہیں ہوتا۔ اور شیعوں کو چاہئے
وہ مرد نہیں فیصلہ اس کا کیا جواب دیں گے کہ ایسا ہے کہ ام المؤمنین
مشہور تھا ہی۔ اقوال نثرت ظاہرہ اور ظنون صائبہ اور ان کی صفت
وثنا سے مملو ہیں۔ اور اس سے ایک دو نہیں کہ ان کے
تو اس احتمال بھی اس رسالہ میں نقل کئے ہیں۔ پھر دیکھ کہ اس گواہی میں
عدالت کا اظہار کی دوسرے بڑھ گئے خدا کرے؟ پھر کیوں اس کو نہیں کرتے
اب ہی شہادت اس میں کہتے تو اور کیسے کہتے ہیں؟ اسے ریختہ ارے۔
شبہ کہ صحابہ کی عدالت میں خدا کا اختلاف ہے اللہ اللہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا خیال کیا نہ ہوئے گواہان مذکور کے اقوال ہیں
اور اس حال پسند بڑا پسند ان دیا۔ پھر لئے ہیں کہ قوال کو ان میں اور آلے
نکلے ناک والوں کو نہیں؟ مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل کیا
پر طعن کریں جن کی بدولت کا خراب ہوا ہے۔ ہمارے اب ہم اقرار کیا کہ اسے
نہیں کہتے تو اور کیسے کہتے ہیں؟ اور شیعہ اہلبیت میں تو اور کیا ہے؟

تفصیل ان امور کی اور حسنین ان روایات کی جب اس رسالہ میں مذکور ہیں
ہیں اس لئے ان کی نگرہ تفصیل کی۔ ناظرین رسالہ اپنے ان کو دیکھ کر

کیا ستم ہے؟ کہ اگر ایک روایت موضوع بے سند جس کا اعتبار کسی امامی نہیں بلکہ کسی
نہ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں اس کا نشان ہے۔ یہ دیکھ لیا ہے کہ ابوبکر صدیق نے حضرت
فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور ان کی بات بے گواہوں کے نہ مانی۔ اور یہ کہ ان پر بھی
ان کے دعویٰ کو مسترد کیا۔ تو ان سب خوان الشیاطین کا وظیفہ ہو گیا کہ ابوبکر صدیق
نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جھوٹا جانا۔ اور کہتے ہیں
اور سوء ظن کی بو تک نہیں آتی۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بسبب پابندی قانون اور
حکم مواثق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دے سکے۔ اور اب آپ آیات قرآنی
شہادت الٰہ ربانی کو جو بطرق متواترہ یا اسانید معتبرہ ثابت ہوتی ہے۔ کیا
لائق اعتنا نہیں دانکار نہیں بہر طور قابل اعتبار نہیں سمجھ کر بیٹھے ہیں۔ اس کو
نہیں لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار کے لئے باتفاق ایک امر ضروری
کرتی سب نصاب شہادت کی حاجت نہیں چہ جائیکہ تواتر اور ثبوت

ہو نکہ یہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور بس قدر کافی گو قلیل ہے لیکن ان شاء اللہ
کثیر ہے۔ اس لئے عرض رسا ہوں کہ اگر بالفرض بفرض محال روایت ہو ابوبکر نے
طلب گواہان تھی بھی ہو تب بھی واپس حال صدیق اکبر ہوش خلافت اور گواہ
صاف معاف ہے۔ منہزا روایت منہج الکرامۃ ابن مطہر سے یہ بات تو صاف
معلوم ہو گئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہ لے سکے۔
باقی رہا ان سے گواہوں کا مانگنا اور حضرت زہرا سے گواہوں کا نہ مانگنا۔ تو اول تو
وجوہ متعددہ اس کے صحت پر ہو چکیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ وہ وجوہ کیں [illegible]

سے ایک چڑھتی ہوئی ہیں۔

سیدہ سے گواہی طلب کرنا خلاف اجتہادی تھی جو باعث رد نہ ہوئی

[illegible] حضرت ابوبکر صدیق [illegible] تھے۔ اور یہ بات اہل سنت کے نزدیک [illegible]
ہے۔ بلکہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات شیعہ کو بھی
ماننا چارنا ماننی پڑے گی کیونکہ سورہ انبیاء میں رکوع وَنُفِّشَتْ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ [illegible]

ہیں ایک کھیتی کے تنازع میں جو حضرت داؤد کے دربار میں پیش ہوا تھا۔ کہ رات
سو اس قصہ میں جو حضرت داؤد و حضرت سلیمان کی رائے مختلف ہوئی اور خدا نے حضرت
سلیمان کی رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمٰنَ (یعنی ہم نے سمجھا دیا وہ
فیصلہ سلیمان کو) تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد سے بھی بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم
ہیں اجتہاد میں غلطی ہوئی۔ سو اسی طرح حضرات شیخین اگر ابوبکر و عمر نے اپنی اجتہاد
سے فدک نہ دیا۔ اور یوں کہا کہ ابوبکر و عمر نے یا حضرت زہرا سے گواہوں کے نہ طلب
کرنے میں خطا کی۔ یا حضرت فاطمہ سے گواہوں کے طلب کرنے میں خطا کی تو کیا نقصان
ہے؟ بہت سے ایسے ہوئے کہ جس کی خطا اور ائمہ تعریف کرتے ہیں اس کے بڑا کہنے سے بچ گئے
اور اگر یوں بھی ناک سے نہ ہوتی آئے ہے) حضرت ابوبکر و عمر کی خطا بالفرض
اول مرتبہ میں نہیں ہوئی ہے اور اس سبب سے آتے تھے کہ میں گواہ طلب کئے کہیں
جو لے خدا کے نبی والوں کو پیغمبر بنانے گئے۔ لیکن روایت ہے اگر حضرت ابن مظہر کی
اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وعدہ پر سے انہوں نے
فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس گناہ سے توبہ
کی کیونکہ وعدہ کے سبب ہوا کہ کوئی کسی گناہ سے باز آئے تو توبہ ہو جاتی ہے۔
توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ
لَا ذَنْبَ لَهٗ یعنی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کا کرنے والا نہیں ہے، وہ
خراب خداوندی سے نادم ہے ایسے ہی یہ بھی نادم ہے۔

حضرت عباد کہ ابوبکر و عمر کے لئے | معاذ اللہ توبہ نہ کرتے جب کہ اندیشہ نہ تھا کہ یہ خطا
تصرف کے ہوئے ہیں۔ تو ابوبکر اور عمر | آیات منکرۃ القرآن کے ساتھ خداوند عالم
نے وعدہ مغفرت گناہان کا کر لیا ہے۔ سو سنیوں کو یہاں تک کچھ نہیں کہنا کہ ان کی خطا کے
ساتھ ابوبکر و عمر ولی نہیں ہوئے۔ جو معصوم ہونا ضروری ہے۔ ہاں تو شیعوں کو ہے
شیعہ اور ان میں سے فرقہ کہ حضرت سجاد زین العباد کو امام یا نائب امام جانتا ہے۔
کہ حضرت سجاد موافق عقیدہ شیعہ معصوم ہیں۔ اور دست بردار ہیں ان سے ظلم۔ اپنے حق میں

کیا فرماتے ہیں کہ قَدْ مَلَأَ الشَّيْطَانُ عِنَانِيْ فِيْ سُوْءِ الظَّنِّ وَ ضَعْفِ الْيَقِيْنِ وَ إِنِّيْ أَشْكُوْ سُوْءَ جِوَارِهٖ لِيْ وَ غَلَبَةَ نَفْسِيْ لَهٗ یعنی شیطان نے میری باگ پکڑ لی ہے بدگمانی اور ضعف یقین میں اور مجھ کو شکایت ہے اُس کے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے مطیع شیطان ہو جانے کی فقط)

اب التماس یہ ہے کہ امام کی بات جھوٹی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ خدا کرے کسی کے دل میں نہیں آوے کہ کافر ہو جائیں۔ پھر جو شیطان کی حضرت زین العباد پر پیروی ہے اور ان کے لئے تو کلام اللہ میں کوئی ایسا وعدہ بھی نہیں جس کو سنکر اُن کے جی کو کچھ یقین ہو جائے۔ اور کسی طرح کا احتمال باقی نہ رہے۔ گو شیعہ ان کو بھی مغفور اور بخشا ہوا مغفور سمجھتے ہیں۔

مع ہذا اتنا سوء ظن اور ضعف یقین اور اتنا عدم نفس ایسے الفاظ میں کسی پر بھی منطبق نہیں ہو سکتے علی ہذا القیاس نہج البلاغت میں جو مجموعہ خطب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے اس میں بھی ایسے ایسے مضامین مندرج ہیں۔ اور ایسا بڑا کہ یہ کہ کلام اللہ میں بہت سے انبیاء کی نسبت تذکرہ خطا ہے۔ حضرت آدم اور حضرت یونس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ سو ان سب کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر سے فقط ارادۂ غضب بہت ہی تھوڑا ہے کیا ہوا کہ وہ معدوم نہ ہوئے۔ اے برادر دلسوز من اس سراپا نیاز و اخلاص کی جان لے تو آگاہ ہے کہ کس قدر میرے دل میں بہ نسبت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار کے اخلاص اور اعتقاد اور محبت اور نیاز ہے۔ پھر کیوں کر جانا ہے میں نے نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کے متعلق یہ جو کچھ لکھا جاتا ہے

فصل

حدیث ادرکنا ابابکر کی تحقیق اینجا اب آگے سنئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں۔ سو ای صاحب

اب اور سننا چاہئے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعوٰے کیا تاکہ ابوبکر نے بند ہے ہیں فدک میں جھوٹ کہا تو اس معصومہ نے دعوٰے وراثت کا کیا۔ اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر

صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہوں سب سے اُن حضرات کا مال ارث میں پہنچتا ہے۔ اور فدک میرے باپ کا مال ہے مجھ دیدے اس وقت ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بنا کر کہا کہ میں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال رب صدقہ ہے کسی کو ان کے وارثوں میں سے نہیں پہنچتا۔

دوں تو یہ روایت خلاف قرآن ہے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں میں نہ بیٹی سے نہ اپنی بیبیوں سے کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہے ان کو نہیں پہنچتا تم دعویٰ نہ کرنا۔ اور فدک جو ان کے واسطے تھا اس کو ان سے چھپا رکھا۔ اور ایک جنبی شخص سے کہ اس کو کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں نہ تھا اس کے کان میں کہہ دیا اور کسی دوسرے جی سے بھی نہ کہا۔ انتہی بلفظہ

مولوی صاحب آفریں ہے۔ اب ہماری بھی سنئے قدما فریب زبان شیعہ بوجہ وراثت فدک کے نہ دینے میں ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتے تھے۔ جب اہل سنت سے جوابات مقبول اس افترا کے ان بدعقیدوں نے نہ سنے۔ اور قال وقیل دم زدن باقی نہ رہی تو ان کے واسطے نئی روایات بہتراش کر بزعم خود طعن شروع کیا۔ اور اس دعوے کے ثبوت تک پہنچانے کے بہت سے حیلے کئے۔ یہاں تک کہ بعض کتب غیر مشہورہ اہل سنت میں بھی الحاق کیا۔ اور سنی بن کر لب گشا ہوئے اہل سنت کو دھوکا دینے اور اس روایت کو روایت کیا۔ لیکن یہ فریب بھی نہ چلا اور بسبب وضوح امارات کذب روایت ملکورہ۔ اور کل جانے قبل اس روایت۔ اور غیر معتبر اور غیر مشہور ہونے ان کتب کے۔ جن میں یہ روایت پائی جاتی ہے۔ اول تو یہ روایت بایں اعتبار سے بیکار ہو گئی۔ دوم خدا جانے دروغ و بہتان روایت کام آیا۔ اور بمقتضائے مضمون مشہور "دروغ را حافظہ نباشد" روایت تو بنانی نہ آئی۔ یہ بھول گئے کہ بے قبض سے جو ہو ایسا مضمون کا ہے نہیں۔ اور نیز ایک مرد دانا کہہ گیا ہے یاد دلگاں سے

مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

کوا چلیں کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔ مرقعہ کذب و بہتان کی صفائی سے مطبوط ہے بہرحال انھوں نے اپنی

طرف سے کمی نہیں کی لیکن قربان جایئے خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرشناسی اور طرفداری کے کہ ابوبکر صدیق کے طعن سے بری کرنے کی پہلے ہی وہ تدبیریں کر گئے جس کے سبب شیعوں کو طعن کرنے کا موقع نہ ملے اور کچھ حاصل نہ ہو۔ خداوند کریم نے تو کوا ہی کے منقار میں ایک دانہ اور چونچوں کی تنگدلی۔ اور جناب سرکار کی [illegible] واکس التجہ ت والتفضیلات نے تا دم آخر اپنا تصرف کیا اس لئے [illegible] خراب طینت کو کہ اپنی عاقبت کے خراب کرنے کا فکر ہے۔ وصیت کی [illegible] تراشی گھڑنے کی بات ہے کہ جھوٹی بات کے پاؤں نہیں ہوتے [illegible] تو اسی بال میں ماری جاسکتی ہے جس میں میراث ماری ہو۔ جب میراث [illegible]

تو وصیت کے کیا معنے۔

القصہ جب اس طرف سے کی تاویر تنگ ہوئی تو علماء شیعہ کی [illegible] پیش آئی کہ نہ طعن کئے بن پڑے اور نہ چپ رہنے کا مزہ۔ آخر کیا کریں تو کس منہ سے کریں؟ اور نہ معترض ہیں اور مذہب سے دست بردار ہوں۔ تو ام شیعہ کہ کیا منہ دکھائیں؟ اور نہ دعوی کس سے لیں؟ اور اہل سنت کو کیونکر ہضم کریں؟ تو بیچارگان شیعہ نے اپنے متقدمین کے آئین کو [illegible] شتر مرغ کی طرح کہ کسی پیش کرے نہ پس پر کا اور پھر زبان درازی شروع کی

سو مولوی عنایت علی صاحب نے بھی اپنے رقیمہ کو کیا [illegible] نہیں آتا کہ مضامین مندرجہ رقیمہ کو جو فی الحقیقت [illegible] ہوں۔ یہ بات کہ کہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے قبضہ کی [illegible] حضرت علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی کے سوا حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گواہی بڑھائی، کہیں ہبہ اور میراث دونوں کی نسبت یہ تقریر کہ [illegible] کرنے کا دعوی کیا کہیں حضرت علی کے کاغذ پڑھنے کا بہتم خود [illegible]

کسی بڑے مکار یکتائے روزگار کی چالاکی نظر آتی ہے۔ پھر مولوی صاحب بحکم میاں طیبت حیلہ دست اور نیز بالفرض فروغ مذہب سراسر دروغ ان بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی ثقہ واقف کار کی کوئی بات نہیں سنی۔ نہیں تو یہ سب پاچک ہوں جاتے انہوں نے شاید یہ سنا ہو کہ بہت سی چیونٹی ہیں شکر ہیں سے کچھ تو ہاتھ آئے گا اور بہت سے جھوٹ مکر ایک آدھ سچ بھی برابر ہو جائیں گے۔

لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب اہل سنت میں یہ قوت ہے اور کیوں نہ ہو سچی بات سچی ہی ہوتی ہے۔ کہ خلد تو ایک طرف امثال احقر پیدان کی عبارات دندان شکن سے شیروں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں۔ چنانچہ اعتراض سابق کا جو کچھ خاکہ اڑایا ہے وہ تو ناظرین کرام معلوم ہی ہو چکا۔ اسی پر اس اعتراض کو بھی قیاس کر لیجئے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا :: اور اگر بے جواب کے اس اعتراض کا دل سے کھٹکا نہیں جاتا تو لیجئے مولوی صاحب ہی فرماتے ہیں۔

"کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا" اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایک جلوی حدیث خلاف کلام اللہ بنا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رد لادیا۔

خلد وہم من پیدا آدمی ہی بات کو مان لیا کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوائے میراث کیا۔ اگر ہم کو بھی دھوکہ نظر ہوتی تو اس روایت کو کتابوں میں سے کبھی نقل کر دیتے۔ فقط انکا نقل کرنا ہی موجب روایت تو نہیں ہو سکتا۔ اور اتنی ہی بات منصفوں کے نزدیک ہمارے اس دعوے کے معتبر ہونے کو کہ روایت ہمہ غیر معتبر ہے کفایت کرتی ہے۔ پر خدا نہ کرے کہ ہم کو مولوی صاحب ہمرنگ نہ کریں کہ صحیح البلاغت اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابوں میں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہونا ثابت اور متفق ہے۔ اور پھر ان کی بیٹیاں

ہونے سے انکار کر جائیں اور الٹی الٹی حجتیں لائیں چنانچہ مذکور ہوا۔

حدیث مذکور کلام اللہ کے عین مطابق ہے

مگر مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ "حدیث خلاف کلام اللہ کے بنائی" خلاف واقع ہے۔ واقف کار تو اتنی بات سے ہی سمجھ جاویں گے کہ شیعوں کو کلام اللہ سے کیا سروکار؟ جس قوم میں کلام اللہ کا یہ حال ہو نہ ہووہ کلام اللہ کو کیا سمجھیں جو کچھ ہیں کہ ذاتی بات کلام اللہ کے موافق ہے نہ مخالف۔ مگر علم الیقین عین الیقین کے برابر نہیں ہوتا اس لئے اتنا کہنا پڑتا ہے کہ علمائے شیعہ خصوصاً مولوی صاحب اپنے قصور فہم سے ناچار ہیں ورنہ حدیث معلوم جس کی تحقیق کا ہم نے اوپر وعدہ کیا ہے ہرگز منافی موافق کیا مخالف نہیں۔ مزید توضیح کے لئے اول سے تقریر مخالف کہیے جس سے شیعہ اور علمائے شیعہ بھی ممنون احسان ہوں۔ بعد ازاں اثبات مدعا سے ان کو یہ شرمائیے کہ سر بگریباں ہوں۔ تو دم من ظاہر آمدہ ہے کہ ہم تیروں کے بھروسے لڑتے پھرتے ہیں جس قدر کہیں سے سن لی ہیں کہہ دیں ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ جو باتیں ان کے مذہب کی ہیں وہی منہ پر مہر لگا کر بیٹھ رہے۔ ان کو لازم تھا کہ اول اثبات مخالفت کسی سے خواستگار جواب ہوتے۔ یہ کس نامعقول نے ان کو یہ فائدہ سکھایا کہ بے دلیل پیش کرتے ہیں۔

انصاف کی روسے تو اس کے جواب میں ہم کو فقط ان سلم کفایت کرتا ہے یعنی اتنا بہت ہے کہ ہم یوں کہیں کہ ہم نہیں مانتے اور اگر ہم بھی ایسے ڈرپوک ہوتے دعوے کرنے لگیں۔ بلکہ تمام عقائد اہل سنت کو یوں ہی بے دلیل پیش کر دیتے تو پوچھے مولوی صاحب کے پاس کیا جواب ہے۔ مستبعد اہم تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کوئی ناصبی یا خارجی بہ نسبت ان روایات کے۔ جو فضائل ائمہ اور اثبات امامت وغیرہ خصوصیات مذہب شیعہ حضرات شیعہ ائمہ سے نقل کرتے ہیں۔ یہ کہنے لگے کہ اپنے مطلب کے لئے اماموں نے یہ باتیں سب خلاف قرآن یہ

گھڑلیں۔ تو پھر بعید نہیں اس کے کہ مجلسی صاحب اپنی زبان کو منہ میں سمیٹ کر بیٹھ رہیں اور کیا کر سکیں گے لیکن ہمارے احسان کو دیکھئے کہ اول بمقدار رسائی ذہن شیعہ ہی بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر تقریر مخالفت تحریر میں لاتے ہیں۔

اہل شیعہ کا حدیث ما ترکناہ صدقۃ پر اعتراض

واضح رہے کہ نہایت کوشش کرکے علماء شیعہ نے یہ بات نکالی ہے، کہ حدیث ابوبکر صدیق جس کا یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہماری انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث ہی نہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہے۔ باوجودیکہ اس کے راوی فقط ابوبکر صدیق ہی ہیں کلام اللہ کے مخالف ہے۔ اور جو حدیث کلام اللہ کے مخالف ہو اگر بالفرض اس کے راوی بہت سے بھی ہوں تب بھی غلط ہے چہ جائیکہ ایک راوی۔ بالخصوص اہل سنت و جماعت کے نزدیک کہ ان کے نزدیک کلام اللہ میزان صحت و ضعف و معیار صدق و کذب اخبار ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حدیث مذکور اس آیت کے مخالف ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ جس سے بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا نکلتا ہے۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تم کو پہلے سے کہے دیتا ہے کہ تمہاری اولاد میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ملا کرے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اور احکام صلوٰۃ و زکوٰۃ میں شریک ہیں ایسے ہی اس حکم میں بھی امت کے شریک رہیں گے۔ مع ہذا اس آیت میں نبی غیر نبی کی کچھ تخصیص نہیں پھر رسول کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں۔ اس آیت کی تکذیب کرنا ہے دوسری آیت وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَوَرِثَ دَاوٗدَ سُلَيْمٰنُ کے (جیسے اور انبیاء کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی نکلتا ہے) مخالف اور مناقض ہے۔ کیونکہ دوسری کا ترجمہ یہ ہے "کہ وارث ہوئے حضرت سلیمان حضرت داؤد کے۔ اور پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا

علیہ السلام جناب باری تعالیٰ سے یہ التجا کرتے ہیں "کہ الٰہی مجھ کو اپنے پاس سے ایک ولیعہد عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو فقط"

سو دوسری آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نبی تھے ان کے ترکہ میں میراث جاری ہوئی۔ اور پہلی آیت سے گو یہ بات برآمد نہیں نکلتی لیکن اول تو حضرت زکریا علیہ السلام سے جو مشہور نبی ہیں ایسے فعل کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہے۔ تصور میں نہیں آتا کہ جو حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر ان کے زمانہ تک برابر معمول بہا رہا ہو ان کو اس وقت تک معلوم نہ ہوا اور نہ اس باب میں کوئی وحی آئی۔ حالانکہ زمانہ نبوت کا مقدمہ ہوتا ہے ایسے وقت میں لازم ہے کہ جو امر نبی کے متعلق ہو اس کی بوں ان کی اطلاع کی جائے تاکہ اس کے موافق وصیت کرے۔ دوسرا نبی ہی کو معلوم نہ ہو تو پھر امتیوں کے معلوم ہونے کی کیا امید ہے۔

بایں ہمہ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی ہلاکت کی دعا کرنے میں بصورت تنبیہ وعتاب (رَبِّ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ) فرمایا تھا سے معلوم ہوا کہ یہ دعا خلاف مرضی جناب باری تعالیٰ تھی۔ حضرت زکریا کی اس التجا کے جواب میں بشارت قبول دعا پہنچائی گئی۔ کچھ تنبیہ وعتاب نہیں کیا۔ اس بات کا وہم جاتا رہا کہ یہ عتاب اسی سبب سے ہوا کہ حضرت زکریا نے وراثت کا کیوں نام لیا۔ بہرحال ان آیات سے اتنا ثابت ہوا کہ انبیاء کے ہاں بھی میراث جاری ہوتی ہے۔

پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عموم سب انبیاء کا دعویٰ کیے فرماتے ہیں کہ ہمارے گروہ کے گروہ کوئی وارث نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے ہمکہ ان دونوں آیتوں سے تو یہی ثابت ہوا کہ یہ حکم ہمارے انبیاء کے ذکر میں لفظ لَا نُوْرَثُ بھی آیا ہے یعنی ہم بھی کسی کے وارث نہیں ہوتے ہیں

[illegible] کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بالاتفاق نبی ہیں جب وہ دونوں اپنے والد کے وارث ہوئے تو یہ بات کہ کوئی نبی کسی کا وارث ہی نہیں ہوتا سراسر غلط ہے۔ یہ تقریر نہایت کامل ہے اس سے بہتر شاید شیعہ بھی تقریر نہ کر سکیں۔

اعتراض کا جواب اب ہماری باری ہے اور تحقیق صحیح کے ترازو عقل آشنا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ ناظرین کرام کشادہ خاطر سے جس سے کان میں پڑتے ہی اطمینان ہو جائے۔ خاکسار کو امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ایسی طرح دور ہو کہ پھر کبھی بھی دھیان نہ آئے۔ ہر ترتیب آیات میں حکمت کی بات تو ضرور ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ باریک مضامین پر ترتیب کا ادا ہونا مشکل ہے اس لئے اول یہ گذارش ہے کہ ہر چند کلام اللہ من اوہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خدا کا کلام ہے اور اسی وجہ سے اس کو کلام اللہ کہتے ہیں۔ لیکن ہر سورت اور ہر آیت کی ترتیب دو قسم پر ہے۔ ایک تو جیسے کوئی شخص اپنی طرف سے کسی کو خط لکھے یا کوئی رئیس کسی خادم کو پیام دے کر بھیجے۔ تو اس عبارت میں وہ عبارت کہ اس شخص کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور وہ خط اور وہ پیام بھی اسی کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور یہاں تک پیام بعینہا مثل ہوا ہوتے ہیں کہ ایک سے حرف آگے زیادہ نہ ہوئے کاتب نے لکھ دیئے ہیں۔ اسی قسم کا تو اکثر کلام اللہ ہے مثلاً کہنے کی چیزیں ہیں جیسے خدا تعالیٰ سے ہے ویسے ہی خدا کی طرف سے اسکو۔ یا رسول اللہ کو یا مومنوں کو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو کہنے والے اور لکھنے والے نے وہی کہا اور لکھا جو کہنا اور لکھنا تھا۔ ترتیب مضامین کی کچھ ضرورت نہیں۔

دوسری قسم کے کلام میں ایک دو مثال کافی ہے ہم لکھتے ہیں۔

[illegible] یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمت یاد کرو۔ اور میرا فلانی عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور میرے رسول اور میرے خلیفہ پر جو ایمان لائے ہیں کو خطاب ہے یہ آیات اس نسق کی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ان کے معنی ہیں کہ

خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ کسی اور کا پیام سلام نقل نہیں فرماتے۔

دوسری یہ صورت ہے کہ جیسے لکھنا پڑھنا جاننے والے کسی ایسے شخص کو جو فارسی نہ آتی ہو فارسی میں لکھ دیا کرتے ہیں۔ تو عبارت گو اس منشی ہی کی ہوتی ہے کوئی نادان بھی یوں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبارت اس مرد جاہل کی ہے بلکہ مضمون اسی کا ہوتا ہے۔ اور خط بھی اسی کا لکھا جاتا ہے۔ یا جیسے کسی کو کوئی شخص کچھ تقریر کرے کہ تو اپنے زبان طلب کے لئے فارسی میں یوں کہہ۔ جیسے ہندی زبان کے لوگ مسودہ کرایا کرتے ہیں۔ تو گو عبارت تحسین کرنے والے کی ہوتی ہے پر اس کا مضمون کہنے والے یا مرضی والے ہی کا سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ہی اللہ میں بعض بعض عبارتیں ایسی ہیں کہ گو وہ بھی خدا ہی کی بنائی ہوئی ہیں لیکن ہے مضامین بندوں کی طرف سے کہے جاتے ہیں جیسے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور سوا اس کے لفظ قل یا قولوا اول میں سے۔ اور پھر لفظ میں ایسے الفاظ ہیں کہ جن سے یوں معلوم ہو کہ متکلم خاطب ہیں۔ مثلاً قل اعوذ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد میں مانگتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو بموجب قول کے جتنی عبارت ہے اس سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی سمجھنی چاہیے۔

لیکن جیسے زبانی تلقین میں تو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ تلقین کرنے والا یہ کہے کہ تو یوں کہہ۔ عرض کے مسودہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے لوگ یوں لکھ دیں کہ تو یوں کہہ بلکہ مسودہ کرکے یوں ہی حوالہ کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی پاک خداوند کریم میں بھی بہت سی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کی طرف سے ہیں فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ہیں۔ لیکن اس کے اول یا آخر یا قولوا نہیں بلکہ بمنزلہ مسودہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کرکے ان کے حوالہ کر دیا ہے۔ پس جو کچھ فرمایا اسی قسم کا ہے

خاص کر ایاک نعبد سے لیکر آخر تک۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھی راہ چلا الخ۔ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بن کر ان کے واسطے کردی ہے۔ تاکہ وقت حضور دربار خداوندی یعنی وقت نماز کے اس طور پر خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں۔ ورنہ اگر خدا کی طرف سے کہیے تو خداوند تعالے شانہ سے زیادہ کون ہے جو خداوند کریم اس کی عبادت کرے اور اس سے مدد کا خواستگار رہے؟ اور پھر کون سے جناب باری تعالے کی نوازش بے راہی پر ہے جو سیدھی راہ کی تمنا اور آرزو ہے؟

بُوْدِ مِثْلُکُمْ	بشر جب یہ بات متقرر ہو چکی تو اب متوجہ

ہو کر سنئے کہ آیت یہ صیکم مثلکم بلکہ ابتدا سورہ نساء سے لیکر یہاں تک۔ بلکہ بجائے نہیں تمام سورۃ کی سورۃ بمنزلہ سورۂ واحدہ جناب باری تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ فرمادی ہے تاکہ آپ اپنے ہم دلوگوں کو اس طرح سے سمجھا دیں۔ دلیل اس بات کی کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کی گئی ہے خدا کی طرف سے نہیں ہوئی ہے کہ یوں فرمایا اور یا عباد آمنوا مثلاً نہ فرمایا کہ خدا کی طرف سے بندوں کے خطاب میں یہ آیت ہوتی تو لازم تھا کہ یا عبادی آمنوا کہہ کر خطاب فرماتے۔ یہ عبارت جواب مذہب صاف اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنکو اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ان اشخاص کے پیرایہ میں خطاب کیا کرتے کہ اے میرے تعلیم فرمائے ہوئے لوگو! تم کو اس کے یہ کہنے چاہئے۔ خداوند تعالے نے آپ ہی فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد میں بیٹوں کا حصہ بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے۔

یا ایسی بات ہے کہ جیسے مرشد اپنے مرید کو حکم دیتا ہے کہ تم ایسا کہو۔ ایسا کہو۔ ایسا کہو۔ اسی طرح خداوند کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ تم ایسا کہو۔ ایسا کہو۔ ایسا کہو۔ اور ہم اس کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً۔ نہ یہ کہ اپنا نام لیکر

یوں کہیں کہ تمہیں فلاں شخص یوں کہتا ہے۔ پس دوسرے [illegible]
یہ مطلب ہوتا کہ اے میرے بندو میں تمہیں کہے دیتا ہوں [illegible]
یوں کہتا ہے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جیسے [illegible]
ہے ایسے ہی یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی [illegible]
اس طرح سے باتیں کریں۔ اور ظاہر ہے کہ جب سرشتہ دار کہ [illegible]
سنایا کرتا ہے تو اس حکم سے اپنے آپ [illegible]
جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں اگر اس وقت موجود ہوں [illegible]
کہ حاکم تمہارے لئے یوں فرماتے ہیں۔ تب بھی اس وقت [illegible]
نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سرشتہ داری اس حکم میں داخل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس جب کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی [illegible]
احکام الحاکمین کے سامنے بہ نسبت ہمارے بمنزلہ سرشتہ دار [illegible]
سمجھنا چاہیے۔ اور یوں سمجھنا چاہیے کہ حکم فقط امتیوں [illegible]
لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ اس وثیقہ کے [illegible]
کی تفسیر ہے۔ پس یہ بیان بہت ہی کم ہے اور نہایت [illegible]
اور تغیر سمجھتے ہیں۔ اور حدیث و آیت میں تخالف [illegible]
ابوبکر صدیق کے ذمہ۔ اس تقریر کے بعد تو یقین [illegible]
پشیمان ہو کر رہ من تاں کا یہ مصرع پڑھتے۔ [illegible]
الغرض ذرہ برابر حدیث ذکر اور آیت [illegible]
مذکورہ آیت معلوم کی تفسیر ہے۔ اور حدیثوں کی سب [illegible]
اہل فہم سمجھتے ہیں اور کم فہم اور بے [illegible]
جو حکم کہ ایسی ہی عبارات میں [illegible]
ہیں جیسے کبھی سرشتہ دار [illegible]
حاکم کے دل میں سرشتہ دار کی نسبت [illegible]

پیچھے اس کو تنبیہ کر دیتے ہیں کہ کل اسے لئے بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً کسی ضلع میں کوئی فتنہ ہوا اور اس ضلع کے [illegible] کوئی ناگزیر اس کی کچہری کا سررشتہ دار ہو۔ اور بہ نسبت [illegible] کے کوئی [illegible] سررشتہ دار ناگزیروں کو یوں حکم سنائے کہ [illegible] یہ حکم بدا ہے۔ تو ان الفاظ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ سررشتہ دار کے لئے یہ حکم ہے۔ لیکن اس حکم کے سابقاً خلوت جلوت میں اس کم یہ بات متحقق ہو چکی کہ سب ناگزیروں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ وہ سررشتہ دار بھی وقت تعمیل حکم اسی حکم کا پابند رہے گا۔

[illegible] اگر یہ اوامر [illegible] صلوٰۃ و زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوں اور یا نہیں اور ہم ایسے الفاظ سے کلام الٰہی دا دیتے ہیں۔ کہ موافق تقریر [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ ہوں۔ تو کسی اور قرینہ یا خطاب [illegible] سے آپ کو ان میں اس حکم سے ثابت ہوا ہے۔ مگر چونکہ اس حکم میں یہ متحقق ہو گیا [illegible] اس لئے ہم نے یہ [illegible] بلکہ بالخصوص اس بات میں میرے لئے اور حکم ہے۔ تو یہ نظر بہاد صوم و صلوٰۃ کا اختراک دیکھ کر ہمارے ان یہ [illegible] کہ گو اس آیت سے آپ کا شمول اس حکم میں معلوم نہیں ہوتا لیکن کیا اب کہ مثل صوم و صلوٰۃ اس حکم میں [illegible] کے باعث آپ شریک ہو گئے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر اموال [illegible] کو بغیر [illegible] سے کسی کو دینا نہیں کیا تا لقیم کریں۔ اور تصرف غیر آپ [illegible] کا دین و دنیا کی [illegible] لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فرمایا ہو۔ [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات پیغمبر [illegible] نہیں ہو سکتا کہ [illegible] بہت سے حکم ایسے ہیں جو [illegible] کے لئے کہ آپ اور آل اقدس اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہوا حکم تھا۔ بشہادت شرف [illegible] و آیت [illegible] بہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ [illegible] و سلم کے اخلاق اکرم آپ پر فرض تھا۔ اور باقی تمام امت پر فرض نہیں، صوم [illegible] کے [illegible] ہے۔ اگر کوئی [illegible]

اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تو آپ کو وہ حلال تھی اور دوسرے کے لئے حلال نہیں۔ آپ کے ذمہ مہر اور عورتوں کے حق میں عدل اس سے لئے تھا جو بھانی فرض تھی گو آپ نے تمام تر عدل ہی سے گزاری اور مہر بھی دیا۔ اور باقی تمام امت پر یہ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ سب امت کے لئے چار عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ اسی سورت کے شروع میں اس تعداد کا ذکر ہے اور باتفاق امامیہ اثنا عشریہ بلکہ اکثر فرقہائے شیعہ وسنی اس سے کچھ زیادہ کرنا جائز نہیں ہے آگے نہیں۔ جانکہ جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حکم سے خارج ہیں۔ آپ کے حق میں سب جانتے ہیں یہ تفصیل نہ کی۔

اور اس حکم سے آپ کے خارج ہونے کی وجہ بھی یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے نہیں بلکہ بمنزلہ آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ وغیرہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے ہے۔ جیسے کچہری کے عرضی نویس کی عرضی کو عرضی لکھوانے والے ہی کی سمجھی جاتی ہے عرضی نویس کی کوئی نہیں کہتا۔ ایسے ہی اس آیت سے ان احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے حکم احکام ہیں۔ خدا نہیں سمجھتا کیونکہ اس تعداد کے ذکر سے کچھ ہی پہلے شروع میں اس سورت کے اس آیت سے ہے یا ایُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی اے لوگو تم اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا۔ فتدبر۔ اور یہ خطاب ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے تو بندوں کو ہو ہی نہیں سکتا اور یوں فرمانے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم یعنی اے لوگو ڈرتے رہو اس سے کہ میں تمہارا وہ رب ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے فقط۔

اب بعد ثابت ہونے یہ کلام اور یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونے کے مخاطب اس پر سب کے امتی ہیں۔ تو لاجرم یہ احکام بھی بنسبت امتیوں کے بمنزلہ تیمارداروں کے حکیم حاذق بیمار کو نصیحت کرتے ہیں کہ آدھا پیالے اور پرہیز کرو تو کسی کے نزدیک بیمار کے نہ نکلنے (یہ لازم نہیں کہ تیماردار خود بھی

اور پرہیز کرے۔ بلکہ سب کے نزدیک تیماردار ان احکام سے خارج ہے۔ ایسے ہی جناب سرور کائنات علیہ السلام جو ہم بیماروں کے لیے بمنزلہ تیماردار کے ہیں یکے حکم ہے یہ احکام مندرجہ ذیل یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ سب امتیوں کو سناتے ہیں۔ تو لاجرم آپ ان احکام سے خارج ہیں۔

اور اگر کسی حکم میں شریک بھی ہیں تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُس تیماردار کو بھی حفظ صحت کے یا کسی اور صحت کی روایت کے لیے وہ حکم کوئی دوا یا کوئی پرہیز ہی بتلا دے جو اُس بیمار کے نسخہ اور پرہیز میں داخل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ تمام سورۃ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوحیکم اللہ تک جتنے احکام مذکور ہیں وہ سب بہ نسبت امتیوں کے صادر ہوئے ہیں۔ اس میں سے اگر کسی حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک امت ہیں بھی تو کسی اور اشارہ کنایہ وحی وغیرہ کے سبب ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ تمام سورۃ نہیں تو آخر رکوع تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے عبارت بنی گئی ہے۔ بلکہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات وأکمل التحیات کثیر احکام سے مستثنیٰ ہیں۔

اور درمیان فہم ہمارا مثلہ نکالنے کے دنیا کے کاروبار میں سے اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ مثلاً اشربہ نسبت تمام دنیا کے بہت سے احکام سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ اور بہت سے احکام کے لیے شرط ہوتا ہے۔

پھر بہت سے احکام ایسے ہیں جو بہ نسبت پہلے احکام کے اور ہیں مگر وہ احکام ایسی واجبات ہیں جو ضروری کی حکم بالا سے کو اطلاع کرنی فرض کے وقت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات والتحیات کی بعض احکام حکم تو اور حکم سے ہی دیتے ہیں۔ اور جب خاص بہ آیت اور وحی یا الہام کے ذریعہ سے ہوئی تو اس اور حکم کی ہی بنا پر اسے کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کے بعض وارثوں کو بعضے ترکہ کا حصہ نہیں دیا

بلکہ خود اپنے آپ سب سے لیا ہے جیسے [illegible] اور [illegible]
بدنی۔ سو جن روایتوں کی بنا سے اماموں نے اوروں کو [illegible]
فقط انہیں کی روایت ہے۔ اور کوئی اس کا راوی نہیں۔ [illegible]
یوصیکم اللہ کے ہر طور خلاف ہے تطبیق کی کوئی صورت نہیں۔

اب اگر بالفرض یہ حدیث غلط بھی ہو اور ابوبکر صدیق [illegible]
مضمون صحیح ہی نکلا۔ حکم بہر حال یہی ہے کہ [illegible]
وسلم میں میراث جاری ہونے کا حکم نہیں۔ اور اس لیے [illegible]
نہیں کہ اس حدیث کی صحت کے دلائل جمع کر کے پیش کریں۔ یا کوئی [illegible]
تطبیق حدیث مذکور اور آیت یوصیکم اللہ بیان کریں۔ یا اس [illegible]
باقیہ میں موافقت ثابت کر کے شبہ تخالف کو دور کریں۔ کیونکہ [illegible]
جاری ہونے میں تھی۔ سو اس کی طرف سے اطمینان ہی ہو گیا [illegible]
کہ اولیائے کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی [illegible]
زندان شکنی میں امید نظر عنایت خداوند تعالیٰ و رسول [illegible]
وشفاعت اولیاء و قربان خدا ہے جس [illegible]
سرلشکر اولیا ہیں۔ اس لیے اس آیت سے [illegible]
ہے۔ اور تطبیق آیات باقیہ بھی [illegible]
وسنی کچھ بیان صحت و بطلان حدیث [illegible]

حدیث معاشر الانبیاء لا نورث
سو اول تو یہ حدیث [illegible]
آئے تو یہ ہے۔ نہ کہ معارض
اور وجہ لیجئے۔ اگر [illegible]

علیہ وسلم کا مستثنیٰ ہونا اس حکم سے معلوم ہو جائے [illegible]
ہوتے کہ جن سے باعتبار الفاظ کے خطاب ہے آپ کا [illegible]
الفاظ کو یوں کہنے گے کہ حکم [illegible]
اس حکم میں بہر نہج شامل ہی ہیں۔ تب [illegible]

بہت سے بہت ہوگا تو آیت مذکور کی تخصیص لازم آئے گی مخالفت چیز کی نہیں۔ مخالفت تو تعارض اور تناقض کو کہتے ہیں تخصیص کی صورت میں استثناء کی صورت ہو جائے گی۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ میرے پاس سب آدمی آئے مگر زید نہیں آیا تو اس کلام کے اول اور آخر میں کوئی تعارض نہیں سمجھتا۔ حالانکہ یوں کہنا کہ سب آئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زید بھی آیا۔ یہ کہنا کہ زید نہیں آیا اس کے مخالف ہے سو اس کی وجہ یہی ہے کہ آخر کا کلام اول کا مخصص ہو گیا۔

باقی کوئی یوں کہے کہ اس مثال پر تو جب قیاس کیا جائے کہ جیسے اس کلام میں جملہ مفصلہ ساتھ لگا ہوا ہے ایسے ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیت کے متصل ہونا چاہیئے تھا ہوتا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مخصص کا لفظوں میں اور متصل ہی ہونا کچھ ضرور نہیں۔ اس کلام میں کہ سب آئے مگر زید نہیں آیا ایک زید کی تخصیص تو لفظ سے ہے۔ باقی اور سب افراد تخصیص اس کے ساتھ کی ہوئی ہیں وہ لفظوں میں کہاں ہیں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس قسم کے کلام کا سمجھ کر تفاوت ہوتا ہے اور باایں ہمہ تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور سارے مدعی زبان کے رہنے والوں کا آنا ہی ملحوظ متصور نہیں ہوتا۔ ایک بستی کے یا ایک گروہ کے یا ایک ذیل خاص کے آدمی مراد ہوتے ہیں سو یہ تخصیص کونسے لفظ سے نکل آئی اور اس پر قرینہ نہ ہوتا تو کیسے معلوم ہوتا۔ پھر کسی کا بال دم زبان نہ رہے۔

جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب	اہل بیت اس سورت کے یہ حکم ہے قولہ تعالیٰ
سے فرمایا ہے کہ تم میرے بعد اختلاف	اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ وَیُطَہِّرَکُمْ

کرو گے تو جس قدر تمہاری عمریں ہوں گی۔ تین تین چار چار رکعتیں۔ اب ظاہر ہے کہ بالاتفاق اس فرمانے سے صرف ان کی زندگی کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد کی نہیں یا کہ ارشاد ہے اس سے زیادہ کی امت نہیں سوا اس کے یہ کہ ان کا نام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر کو سب کو شامل ہے تو نکلا باب لکھ بھی ہے اور سب کو شامل ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا اس سے مستثنیٰ ہونا ثابت ہوا اس کے پس وہابیہ کی
کلام منفصل سے اس آیت کو تخصیص کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیت بدھیکرا اللہ کو خصوص کیے رسول اللہ
علیہ وسلم کو مستثنیٰ کر لیا۔

اور اگر یوں کہیے کہ آیت فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیت ہاتے
احزاب کی یہ آیت یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک
اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے
نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے۔

کہ اے نبی ہم نے حلال کیں تیرے لئے تیری عورتیں جن کے تو مہر دے
جو باندیاں تیری ملک میں آگئی ہیں اس لوٹ میں سے جو اللہ نے دلوائی
تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں
خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑ دیا تیرے ساتھ ہیں۔ اور جو کوئی
ہو مسلمان اگر بخشے اپنی جان نبی کو اور نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لے آئے
کو سوا اور مسلمانوں کے فقط"

سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
کی اجازت نہیں تھی تو اتنی کیوں رعایت دیتے سو جیسے آیۃ فانکحوا
آیت سے ہو گئی ایسے ہی کوئی آیت بتلاؤ جو آیت یدھیکرا اللہ کی تخصیص
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مستثنیٰ ہونے پر دلالت کرے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم بیاکس سے رہا ہو گیا۔ کہ کوئی
تو آیت ہی ہو؟ عقل سے کہ آیت اور غیر آیت اس بات میں دونوں
اور عقل کے سلیم نہ ہونے کے عذر سے یہ جواب مسلم نہیں۔ تو ہم کہتے کہ اول آیت
فانکحوا کا مخصوص ہونا آیت انا احللنا سے مسلم نہیں ہے۔ کیونکہ
میں لازم ہے کہ ایسی دلیل پیش کی جائے جس میں خلاف دعوے کا احتمال

اس آیت میں احتمال ہے کہ بمنزلہ ذٰلِکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ اس امر کے بیان کے واسطے نازل ہوئی ہو کہ تم کو اس قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ نہ یہ کہ سب کا جمع نکاح کرلو۔ جیسے وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے لئے سوا ان عورتوں کے سب قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ بشرطیکہ مہر دے کر ان کے ساتھ نکاح کرلو۔ مگر اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سوا ان محرمات مذکورہ کے سب قسم کی عورتوں سے نکاح کرلو۔ اور ہو یہ اس احتمال کی یہ بات ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ نساء سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ جمہور اہل اسلام میں ترتیب نزول سورتہائے قرآنی میں ایک روایت متصل تسلیم کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے۔ سوا اب تک آیت فانکحوا نازل ہوئی نہ تھی جو آیت ہذا منسلک نازل ہوئی۔ اور جب تک آیت فانکحوا نازل نہیں ہوئی تھی تب تک زنان نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص کسی کو بھی کوئی قید نہ تھی۔ پھر جب تخصیص ثابت ہوئی جو اس آیت کے نازل کرکے یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لئے جتنے نکاح کرو درست ہیں؟ اس صورت میں لازم یوں ہی کہا جائے گا کہ آیت فانکحوا کی تخصیص کسی اور ہی وجہ سے ہوئی اور کہیں گے کہ ترتیب نزول باعتبار فوائد سورۃ ہے۔ یہ کیا لازم ہے کہ سورۂ احزاب کی تمام آیتیں سورۂ نساء کی تمام آیتوں سے پہلے ہی نازل ہوئی ہوں؟ چنانچہ حدیث مشارالیہ سے بھی ایسا ہی واضح ہوتا ہے۔ سو ہر چند یہ احتمال بیّن ثابت نہیں کرسکتے اسی لئے کہ ہم کو ان احتمالات کی ہوا سے نہ تو ہیں۔ ہر کس بہ تکے دگری ہیں جو احتمالات خالفت کو رفع کریں! ہاں اس احتمال کے رفیع کرنے کو بس یہی ہے کہ احزاب یا فقط آیت فانکحوا سارا سورۂ نساء یا فقط آیت فانکحوا اس سے پہلے نازل ہوئی ہو۔ ان کو ضرور ہے کہ ان کا دعویٰ ثابت کریں۔

یہ ہے ادلہ کی تفصیل۔ معہذا ہم پر لازم نہیں کہ ہم اس سے بھی دو گز کم دوشالہ آیت دیوبیکہ اللہ کی تفصیلی آیت ہی بتلاتے ہیں۔ سو

حشر جو باشارہ حدیث مشار الیہ سورۂ نساء سے پہلے میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت
موجود ہے ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی
والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم
مطلب یہ ہے کہ "جو مال بطور فئی کے خداوند کریم نے اپنے رسول کریم کی
کو دلوا دیا۔ بستیوں والوں سے۔ (یعنی بے لڑے بھڑے فتح ہوئی) تو وہ اللہ
واسطے اور رسول کے اور رشتے والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے
مسافر کے لئے ہے۔ تاکہ نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تمہارے
اب علماء اہل سنت اور مخالفین شیعہ کی خدمت میں یہ عرض ہے
تقسیم جناب باری تعالیٰ نے چھ حصوں پر کی بعض علماء کا قول ہے
پر تقسیم کر کے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے
کا مذہب یہ ہے کہ مال فئی کے پانچ ہی حصے ہیں لیکن چونکہ عبارت فللہ
الخ جو یہاں ہو بہو وہی عبارت ہے جو پارہ دہم کے شروع میں مصارف
کے بیان کے لئے وارد ہوئی ہے۔ اور شیعوں کا اس جگہ باقی حصوں کی تقسیم
کرنا بالیقین معلوم ہے۔ تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہاں بھی شیعوں کے نزدیک
وہی تقسیم ہوگی۔ سو اس مذہب کے موافق ذکر خدا کی وجہ کر اس کے ادا کرنے
کہ جو چیز خدا نے کر کے ارشاد کے بعد اس کی رضا کے موافق خرچ کی جائے
تو اس کو خدا کے ساتھ اور نیز ان کے ساتھ جو موافق ارشاد خداوندی اس کے
مقرر ہوئے ہیں ایک نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔

خدا کے ساتھ تو یہ نسبت کہ اس کی راہ میں خرچ ہوئی۔ اور ان حضرات کے
ساتھ یہ نسبت کہ ان کے لئے مقرر ہوئی۔ تو اس کو خدا کے واسطے ہونے کہنے
چنانچہ عرف ہی یہ ہو گیا ہے کہ جو چیز بہتری کے واسطے دیا کرتے ہیں اس کو خدا کے
واسطے کہا کرتے ہیں۔ اور اہل حرفت کے واسطے ہونے۔ چنانچہ عرف
اس نسبت کرنے میں اور ادا کرنے کو تنخواہ چیز فقیروں کے یا مسجد

واسطے ہے مثلاً۔ تو اس صورت میں مال فی کا یہ ہے کہ مال فی خدا کے واسطے ہے اور فی خدا کے آدمیوں کے واسطے یعنی خدا کی مدد کے لئے ان کو دیا جائے۔ اور ضرورت اس کہنے کی یہ ہوئی کہ مال فی تو اسے کہتے ہیں کہ جو کفار کے ہاتھوں سے بلا لڑائی بھڑائی کے بسبب رعب لشکر اسلام کے یا اور کسی طرح اہل اسلام کے قبضہ میں آجائے سو یہ مال حقیقت میں تو جناب باری تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و تصرف میں دے کر دیا۔

لیکن چونکہ جب جہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب میں فی الجملہ لشکر کو دخل ہے۔ تو لشکریوں کو اس میں طمع ہو سکتی تھی اس لئے اول ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑے بھڑے ہم نے اپنے رسول کو دلوا دیا ہے اس میں تم کو دخل کی نوبت نہیں آنی کہ کسی قسم کی مشقت تم پر نہیں پڑی۔ سو مناسب یہ ہے کہ اس کو خدا کے واسطے چھوڑ دو۔ تاکہ صارف خدا میں صرف ہو۔ لیکن چونکہ آیت نہیں ہے جس سے کہ فوراً دوسرے لشکر کے مناسب یہ ہے کہ یوں کہیے۔ کہ جب خدا نے کہا ہے کہ اس کو خدا کے مال اپنے رسول کو دلوا دیتے ہیں۔ جیسا ان غنیمت جب اس کے کہ ان پر تمہاری یا تمہارے بھائیوں کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا تھا تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ مال فی خدا کی عنایت سے ہاتھ آئے وہ خدا کا ہو جانا چاہیے۔ اور اس کو اللہ والے ہی اور خدا کے کام میں خرچ کرنے چاہئیں۔ اس کو اپنے کام میں لانا

آنحضرت کے [illegible] مال فی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا

ملک نہ تھا تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف ثابت ہوا ویسا تصرف خدا کا بھی ثابت ہوا کہ تصرف مالکانہ نہیں بلکہ ایسا تصرف ہے جو آپ خدا کی امانت کے طور پر کرتے تھے اور اس تصرف کے مقرر کرنے سے یہ مقصود تھا کہ آپ اس مال کو اپنے چہیتوں کو اتنا دیں

ہوتا ہے ؟ اور اگر بالفرض والتقدیر مال فی ملک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو اور ایک قدر معین کے لیے ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابناء السبیل کا حق کر دیا ایسا ہی ہو جیسا زکوٰۃ کے لیے (۱) ایک حصہ تمام مال سے مقرر کر دیا ہے۔ تو قطع نظر اس کے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیۃ مذکورہ اس کے معنی ہوئے کہ فدک اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے جو باتفاق سراسر مخدوم ہیں۔ اس جہان سے بالکل مفقود ہیں۔ اس کے قابل ہونے کی بات شیعوں کی سمجھ میں نظر آتی ہے۔ اہل سنت کی سمجھ کہ کے اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔

باقی رہا ان کے اندرونی کا معاملہ ذکر کرنا سو اس کا کرنا اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ اخبار احاد اس معنی میں صاف دلالت کرتا ہے کہ ذوی القربیٰ اور یتامیٰ وغیرہ کو اس مال میں سے بانٹ کر دیا جائے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مملوک ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ پھر کہ کس وجہ سے روایت ہبہ فدک کو علمائے شیعہ صحیح سمجھتے ہیں یا فدک کو باغ حق دادن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بلکہ فقط حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خاص قرار دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل غصب خالص تھہرا کر زبان طعن دراز کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ اگر پہلی بات ہے تو البتہ یہ عذر مقبول ہے۔ لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات از زبان مبارک ہر روایت کے توبہ و استغفار میں کیا عذر ہے ؟

ہاں اگر قریۂ فدک بلا فیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض وقت میں نہ آیا ہوتا یا بعد واپسی قلعہ خیبر سے بلا رضا و طیب نفس ورثاء اور قرابت کے بطور قرار فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تا البتہ وہ حسب اختلاف فی اجمالہ جائے گرفت آ سکتا تھا ہی نہیں کہ فدک کا فیٔ ہونا اور پھر مسلم ہونا کسی کے نزدیک مسلم نہیں ؟ بلکہ انصاف سے دیکھئے تو اس قسم کی تقسیم کی صحیح

کیونکہ اگر بالفرض قریات تقسیم ہوئی تھیں تو ہر ہر قریہ والوں سے جہاد واقع ہوتی تھی کسی ایک کی سلطنت ہی نہ تھی جناب اسی سے صلح کرنی کافی اور مکتفی ہو جاتی سو اس صورت میں لازم تھا کہ ہر قریہ میں سے تقسیم کر کے خمس واجب کو ادا کرتے۔ کیونکہ لفظ ما جو آیت مرادلہ میں ہے عام و شامل افراد ہی پر دلالت کرتا ہے مثل غنیمت ہر شئے کہ جداگانہ تقسیم کرنی چاہیئے تھی۔

اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس تقسیم سے دامن چھڑانے کے لئے فدک کو کسی غنیمت کا حصہ خمس کہہ کے بیچ دینے کا ارادہ کرے تب بھی موافق مشہور کے ہر کہا کہ رسیدیم آسمان بریست ۔ وہی خرابی کی خرابی برسر رہے گی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارت سے ان لوگوں نے میں سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فدک اور اس قریہ و غیرہ کے حق ثابت ہوتے ہے۔ وہی الفاظ آیہ خمس کے معرف کے بیان کے لئے جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اگر علی رشید کو اجتہاد نے کلام اللہ کے کلمہ ذوی القربیٰ کی تفسیر اس آیت کو اطلاق کر دیئے۔

اور اگر تو مال غنیمت میں سے تو ہے سو اگر بالفرض فدک جنگ و جدال سے فتح ہوا ہوتا تو بھی خمس تو پیغمبر کی غنیمت کے ہوتے ہی بالکل سر سے ساقط تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کچھ تھا تو مال اور زمین کا تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کسی طرح ہمارے فدک کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونے کا کوئی صورت نہیں ہے۔ پھر احتمال نہیں کہ فدک کسی اور قریہ کے اس خمس میں کا نام ہے جو ابتدا سے خمس واجب ہو گیا تھا کیونکہ باتفاق اہل لغت صاحب قاموس وغیرہ سب یہ متفق ہیں کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے خدا رشید کو بھی اس میں کلام نہیں۔ اور جاہل سے اپنا کام نہیں۔ بہرحال تمہیں اس بات کے کہنے سے کیا کام کہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہ گیا تھا۔

یہ احتمال باطل ہے کہ اراضی فئی بغیر اراضی تملک کے مسلمانوں کے لئے
وسیع ہی نہیں، مثل خیال مال فئی کے بھی بدستور ہی رہے گی۔

آیت کے ہر لفظ سے ملک کا ممنوع نہ ہونا ظاہر ہے | مگر شارع کی غرض کے خلاف ہونے سے اس احتمال
کی حقیقت میں خلجان رہے۔ اس لئے ہم کو بھی لازم ہے کہ اس احتمال کے بطلان کی
وجوہ جن سے مال فئی بھی ثابت ہو جائے۔ بیان کریں۔ اور اگر یہ بھی
حقانیت اور فئی شیعہ کی خوش فہمی کو اتار کر دکھائیں۔ سو ان کے
بطلان کے لئے کون سی چیز اراضی فئی ہے ملک کی شان الیہ سے خارج
اور ان میں صرف مسلمانوں کا مشترکہ وقف بنا بعینہ ایسا ہے جیسا اموال فئی کا
کے لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر کر دینا۔ بعینہ ایسا ہے جیسا اموال فئی کا
عرفی داں کبھی یہ وہم نہیں گذر سکتا۔ چنانچہ ظاہر ہے ہی ایک
کیونکہ ملک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اموال فئی کی
وہ ہرگز۔ چنانچہ مدار امکان تغیر مصلحت اللہ تعالیٰ نہ ہے۔

دوسرے اگر یہ فرمائیں کہ فئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر دلالت کرتا ہے فئی رسول کہنے کو کیا ضرورت تھی؟ بلکہ فئی اللہ
تَبِعَهُمْ مِنْ بَنِي فُلَانٍ فَهِيَ لِلَّهِ خَاصَّةً وَلِرَسُولِهِ ہی کہنا کافی تھا۔ اور
کہ نظر ہو کہ اس کی رو میں خرچ کیا جائے اس کی تعیین فرما دے
الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وہ فرما دیتے فَلِرَسُولٍ نہ فرماتے۔ اور اگر یہ کہیں
مَالِ وَاسْتَ سے تو ملک نہیں ثابت ہوتی۔ تو فَلِرَسُولٍ کہنے سے
تو البتہ یہ بات تا دلیل سے نزدیک دلالت کی ثابت ہے۔ بین
بین کہ اگر فَلِرَسُولٍ نہ ہو تو ملک کے لئے ہو تو۔ یہ قسمت وال
بلکہ ملک ہی کے لئے ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ اس کو ملک سے
سند ق کہ ہیں اس کی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اس کی ملک ہے
مسلمانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس تصرف

مالک ہوئے ہوں۔

کیونکہ اول تو بات یہ ہے کہ قبل افاءۃ اموال فئی میں کفار کے سب تصرفات مثل بیع فسخ ہبہ وغیرہ کے سب کے نزدیک صحیح ہیں۔ لہٰذا اگر وہ قبل افاءۃ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کر لیں تو بہ نسبت اموال کوئی ان کا مزاحم حال نہ ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ قبل افاءۃ کفار ہی مالک تھے۔

اور تملیک کے لئے ہو۔ تو اموال دوسرے فاروں خود اس بات پر شاہد ہے اگر فئی غلبہ مسلمہ کو حاصل ہوں گے ہر رسول وغیرہ سے کیونکر ثابت ہوتی تب اس کا خرچ مسلمانوں کا حق نہ ہوتا ہے مالک شیعوں ہی کے نزدیک ہو سکتے ہیں؟

کیونکہ پہلے مالک ہونے کی وجہ اگر یہ ہو کہ اموال فئی قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قابض ہوں۔ کفار کے مملوک تھے۔ اور ایک شے کے بیک وقت ایک وقت میں دو مالک نہیں ہو سکتے پھر خدا و نبی کریم کو بھی کس طرح مالک کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ استدلال جب ہی ہو سکتا ہے کہ مالک خدا و نبی کریم کو ہم بھی مالک کہہ سکتے ہیں۔ اور شیعہ بزعم خود جیسے بندہ مخلوق کو کہ افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کے برابر سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی اگر ملک میں بھی خالق اور مخلوق کو برابر سمجھیں تو کون روک سکتا ہے، عقیدہ خلاف عقل کے اور کوئی نہیں روک سکتا۔

سو وہ پہلے ہی نصیر پڑھ چکے ہیں۔ اور اہل سنت جن کے نزدیک خدا کے مالک حقیقی کے ساتھ بندہ کو بھی مجازی مالک اس کے مال کے سمجھتے ہیں تو ان کو بھی ایک کے مال دوسرے کے (خصوصاً کے) مالک کے جتنا ہیں کوئی محال نظر نہیں آتا۔

آیت کا مضمون بیان کرنے کے بعد اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ مقصود فقط یہ ہے کہ ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل سنت خدا و رسول کے یہ تو ہیں ہوں کہ وہ ملک حقیقی کا ہے اور مالک الملک ہے اور مالک بنا دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن لام کے لام سے جو ذی القربیٰ و یتامیٰ وغیرہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہے

اس کا کیا جواب ؟

معہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربیٰ وغیرہ ہر ایک ، ایک رکن خداوند مالک الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اہتمام اموال فئی کا مالک ہے۔ چنانچہ بظاہر للرسول اور ذی القربیٰ کا عطف (دینے) پر ہے اور یہ بات کہ مقتضی ہے تب تو اس کے مال ہونے میں کلام ہی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ القربیٰ کا عطف الرسول پر ہے۔ اور یہ دونوں معطوف معطوف علیہ ایک ہی معطوف ہیں۔ تب اس سے بھی کیا کم کہ اموال فئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصناف باقیہ میں اور خمس ان میں مشترک ہوں۔ سو یہ بات اول تو ان کے درمیان نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس صورت میں لازم تھا کہ جیسے خمس کی تقسیم کیجاتی تھی اموال فئی اصناف معلومہ پر تقسیم کئے جاتے تاکہ ہر ایک ان میں سے جو چاہتا اس میں تصرف کرتا۔ ضرورت ہوتی تو کسی کے ہاتھ بیچ دیتا۔ کسی کو ہبہ کر دیتا۔ سو یہ وبال کس کی گردن پر ہے کہ مالکان اشیاء کو ان سے محروم کر دیا۔

سوا اہل سنت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذی القربیٰ کے متعلق بھی یہ وہم نہیں آسکتا۔ کہ ایسے خمس عظیم کے مستحق ہوئے ہوں۔ اہل بیت تو ان سے کچھ دور بھی نہیں۔ ان کی اور غرافت کو گر مد نظر لیا تو اس سے قریب تر زیادہ ہیں۔ دوسرے اگر تقسیم کی نوبت میں آئی تب یہ بات تو ہو سکتی ہے کہ شرکاء غیر معینین میں ایک چیز مشترک ہو۔ خائین کی تو ایک تو اداء دین کرنے سے ان کو خیانت میں شریک کیا تو زیادت۔ ذی القربیٰ اور یتامیٰ و مساکین معین کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا اور معلوم کو ابطور کسر کان کا حق بنانا محال ہے۔ معہذا اصل زمین کا دینا تو ایک طرف اس فئی میں سے ذی القربیٰ اور تمام جہان کے یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا نہیں ہے۔ نہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔ اور اگر ان اصناف کو اہل اسلام ہی میں منحصر رکھ کے کلام کیجئے تب بھی شیعوں کا قائل تنگ ہی رہے۔

اور اگر بالفرض بفرض محال مقصود جناب باری تعالیٰ عنہ سے تو یہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باری تعالیٰ ہے اور رسولوں سے یہ مخاطب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور لذی القربیٰ الخ بیان مصرف کے لئے ہو تو اہل سنت کو سوائے اس کے کہ اس صورت میں خدا کی طرف صرف عائد ہوگا چنانچہ معلوم ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہو اس صورت میں فقط برائے نام ہی ہوگی اگر بالفرض بطور وراثت وارثوں کی طرف منتقل ہوا ہوئے گی۔ تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی طرف منتقل ہو ہی نہیں سکتا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا بیان آمدنی کا خرچ کرنا ضروری تھا۔ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح برقرار رہے گا۔

اور اگر بالفرض مال منتقل بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اصناف اربعہ کے وارثوں کی طرف منتقل ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں سے کچھ تعلق نہیں۔ سو ابوبکر صدیق نے جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی طلب گاری سے یہ بات ثابت نہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و تصرف میں آیا تھا مثل اور املاک کے تصرف فی الحال سمجھ کر فقط اپنی گذران کیلئے طلب کرتی ہیں اور وراثت نہیں مانگتیں۔ ورنہ دعویٰ ہبہ اور دعوے میراث کے کیا معنی؟ معجزات بیت منہاج السالکین جس کا ترجمہ تو مذکور ہو چکا اور عبارت بھی انشاء اللہ قریب ہی مذکور ہوگی اس دعوے کے لئے دلیل کافی ہے۔ اہل فہم اس روایت سے آپ سمجھ جائیں گے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نہ دینا فقط اس وجہ سے تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کو اپنے تصرف کے لئے طلب فرماتی تھیں۔ ورنہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ کہتیں کہ میں اس لئے طلب فرماتی ہوں کہ حضرت فدک میں تصرف کریں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کیوں انکار کرتے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معرفت میں صرف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مگر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کے مان لیا کرتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی فہم مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق کی بات آگئی اور صدیق اکبر کو اپنے صدیق صادق پایا، یہ گمان خود پہلے سے نہ تھا کہ ابوبکر صدیق آپ خود بہ نفس نفیس اس کام کے اپنے سر رکھنے میں خلجان دیکھا۔ تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور ان کا قول مسلم رکھا۔ اور فدک کی آمدنی کو خرچ کرنے کا انتظام اور اہتمام ابوبکر صدیق ہی کے سپرد الا اور راضی ہو گئیں (چنانچہ ان کی روایت مذکور پر متفق رہے گا۔ اس پر بھی شیعہ نہ مانیں تو اور کیا کہا جائے ان نادانوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اتباع سے غرض نہیں۔ اپنے کے لئے اہل بیت کے نام کو آڑ کر رکھا ہے۔

آیت میں لام کے مختلف معنی مراد لینے پر مفاسد

الحاصل اگر بفرض محال فدک سے تو یہ مراد نہ ہو حقیقی خداوند کریم ہے اور فلاسفوں کا یہ حصر مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لذی القربی الخ کے یہ معنی مالکانہ معارف میں صرف کیا جائے تو اہل سنت کو اس کی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں مالک فدک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی تھیں لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کی طرف سے خود خرچ کرنے کے داروغہ تھے۔ برضائے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی معارف محلومہ میں صرف کرتے تھے۔ یہ شیعوں کی اس طرف سے کیا ہاتھ آئے گا۔ الٹا بین طرح کی خرابیاں اور جواب دہی سر دھرنی پڑے گی۔

اول تو نعوذ باللہ یہ لازم آئے گا کہ خداوند کریم نے باوجود ہمہ خبریت کو تملیک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرب اور صدیقہ کے ساتھ دھوکہ کیا جیسے کہا کرتے ہیں "گھر باہر سب تیرا ہے بس کوٹھی کسی کو نہ دینا" سبحان اللہ جو بات مخلوق کے حق میں بھی معیوب ہو وہ شیعوں کو اس کے حق

میں جناب باری تعالیٰ کی نسبت بحث نہ کرنی پڑتی۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے اعجاز کا شہرہ اور اس کی فصاحت و بلاغت اور خوبی عبارت و معانی میں جناب باری تعالیٰ کا یوں دعوے کرنا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ یعنی ایسی کوئی ایک سورت ہی لے آؤ زیادہ نہیں تو ثُمَّ ادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم کے برابر ہی۔ اس میں بڑی بحث ہے جا و بے جا وقع ہو جائے گا۔ میں نے اس کو اختیار نہ کرنا برا نہ دیا۔ اور غرض ایسی کہ کہ مجھ مقصود سے کچھ لگاؤ نہیں۔ اگر اس وجہ سے اس موقع میں یوں کہا جائے کہ "المعنی فی بطن الشاعر" تو بے موقع نہ ہو۔

بکر انصاف سے دیکھئے تو خلف مقصود دینے والا موجود ہے قرینہ عطف سے سوسوں ولذی القربی سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اور قرینہ اس سے اقوی اس کے معارض ہو جاتا جیسے لشریں موجود ہے آج تک کسی نے اس کا یہ مطلب ہی نہ سمجھا۔ اور یا ایں ہمہ قرآن میں بھی رہا۔ تیسرے مقدمے کا اگر تمسک کے لئے اس لئے نہیں کہہ سکتے۔ کہ تملیک وہاں ہوا کرتی ہے جہاں پہلے سے کسی کا حق نہ ہو۔ لیکن لذی القربیٰ الخ کے لام کے یہ معنی کیوں نہیں؟ ذی القربیٰ وغیرہ کا کچھ ہمارا خدا اور شریک سے ورات نہیں ہوا کہ حقیقی اور ملک قدیمی ان کو کہا جائے؟ اور تملیک معنی ذکر کے گنجائش نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ملک جدی آدمی ہے تاہم آپ اس قسم کی ملک کے قابل نہیں۔ قرینہ خلف یوں تقاضا کرتا ہے کہ جو باللہ للرسول کے ساتھ متعلق ہو وہی لذی القربیٰ کے لام سے ثابت ہو۔ وہ تو ترک ہی ہے۔ اور کیونکر ملک خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک سے مناسب اور ایک نوع جداگانہ ہے۔ تو ہم

یوں کہتے ہیں کہ جیسے باری تعالیٰ کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی ویسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملک میں بھی وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔

آپ کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ زندہ ہیں

اور یہ بات دیدہ و دانستہ قرین قیاس نہیں ہے۔ اول تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ انبیاء قبر میں زندہ ہیں۔ تو اس صورت میں آپ کی ملک زائل ہونے نہیں پائی کی ملک اس کے قائم مقام نہ۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں بیٹھ جائیں یا چند آدمی میں بیٹھ رہیں۔ اور ہمارے دانق دفیرہ ہمارے اٹھ کر جانے تک ہماری ملک زائل نہیں ہوتی۔ اور برتنے والے وارث مالک نہیں ہو جاتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گو عرصہ قبر میں پنہاں ہو گئے ہیں۔ اور برستور اپنی اشیاء اموال کے مالک ہیں کوئی اور مالک نہیں ہو گیا۔ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دلیل پیش کی اس حدیث کی رُو سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اب تک بقید حیات ہیں ہم نہیں تو کیا کیجئے؟

خدا کی مالکانہ شان آپ کو اتنی مشغولی کہ اپنی ہر چیز کی وصیت تعیین کرتے تھے

اور اگر شیعہ یا کوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے کو نہ مانے تو ہمارا یہ ہے کہ انبیاء خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی محبت کے ہر دم و ہر لحظہ خداوند کریم کی ملک اشیاء کی ملکیت زد دیکھتے ہیں۔ اس واسطے وہ ہر وقت ان کے پیش نظر ہے۔ اس لئے اپنی ملک کو ایسے نہیں چھوڑتے جیسے کوئی کسی کے گھر دعوت کھانے جاتا ہے اور اس کے کھانے کو بمنزلہ اثاث البیت کھانے والے ہی کی ملک سمجھتا ہے۔ پرخاص اس کھانے کی نسبت جو اس کے سامنے رکھا ہے تقسیم کھانے کی جازت چاہتا ہے۔ کہ اپنا سمجھ کر کسی کو دے یا بیچ ڈالے یا اپنے استعمال کے لئے لیجانا بھی ممنوع جانتا ہے۔ نہیں تا عرف و شرع میں اس بات کو

نہ سمجھتا۔

ایسا ہی انبیاء بھی ان اشیاء کو جو ان کے قبضہ میں بطور ملک ظاہر کے آجاتی ہیں اپنی ملک نہیں سمجھتے۔ بلکہ ملک مالک الملک سمجھ کر جو کچھ فرمان یا دعوتی کہ جو کچھ اُس سے کہا یا گیا کیا گیا باقی ماکِ خانہ کا ہے۔ جو کچھ اپنے کام آیا اپنے کام میں لائے باقی کو خدا کی ملک سمجھ کر اس دار دنیا سے اونٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر جب ان کے نزدیک اُن کا ترکہ ان کی چیز ہی نہ ہوئی تو یہ قیدیں جن حیات اور استعمال بمنزلہ قیود تمام دولت اور استعمال مال مستعار ہوگا۔ اور ان کے عدم پر ہیں وارثوں کو اُس میں سے کچھ حق نہ پہنچے گا۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ۔

ایک شبہ کا ازالہ اور یہ بات کہ اگر انبیاء کا متبوضہ ان کی ملک ہی نہیں تو اُن کی بیع و شراء میں چاہیے کہ نافذ نہ ہو کیونکہ کسی اور کی ملک میں کیسے تصرف کر سکتے ہیں؟ کیونکہ جنسیت ہوتی ہے جیسا اختیارات اہل دنیا کی ان کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وقت ضرورت ہو تو کسی چیز کو بیچ لینا خواہ نذر کرنا کہ ہم تو درکنار بکہ باران بے تکلف تو اجازت کے بھی محتاج نہیں ہوتے۔ دوستوں کی چیز میں اجازت ہی سمجھتے ہیں لیکن اس اجازت کو موجب ملک کوئی نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ اُس کے وارث بھی اُس کے مستحق نہیں ہوتے۔ الحاصل انبیاء کی حقیقت شناسی اسی بات کو مقتضی ہے کہ اپنے قبضہ کی نسبت اپنے آپ کو مالک نہ سمجھیں۔ ہاں اُس کو من جانب اللہ وقف سمجھ کر اور ملک خدا دانستہ کر جو حسب ضرورت اپنے کام میں لاتے رہیں۔

باقی رہے عوام اور حواریٔ انبیاء کے اور لوگ جو کتنے ہی باکمال کیوں نہ ہوں بمنزلہ غلام ہیں کہ ان کو انبیاء کے مقابلہ میں بمنزلہ اطفال اور مجانین کے بڑوں بلکہ عقلمندوں کے مقابلہ میں آنا چاہیے یعنی جیسے اطفال بے تمیز اور مجانین کو بہت دولت یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر اُن کے ہاتھ پڑ جائے۔ اپنی سمجھ کر اگر مالک بھی آن سے لینے لگے تو قتل پر اتر آتے ہیں۔ اور دوڑنے دھونے لگتے ہیں۔ اور بالکل بے تمیز

چشم پوشی کرکے چپ ہو رہتے ہیں اور اُس کھانے کو انھیں کو دیا نے دیتے ہیں
اور اُن اشیاء کو اُنھیں کے پاس چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی خواہ کوئی اس متاعِ دنیا کو
حقیقت میں ملک مالک الملک۔ مالکِ حقیقی کی ہے اُن کے بیس مقدس ہیں۔ اگر
زبان سے خدا کی کہہ جائیں پر دل سے اپنی ہی سمجھتے ہیں۔ اور اگر کسی کا مال
اُس کو دل سے بھی خدا ہی کی سمجھا۔ تو اول تو اپنا پرایا سمجھنا کہاں؟ دوسرے کا مال
کیا معلوم؟ دل کی بات سوا خدا کے کون جانتا ہے؟ جو اُن کے مال میں دانت
نہ کی جاوے بمثل نبوت اگر ان کے اندر بھی اس کی کوئی علامت ہوتی اور یہ
اس لئے خداوند اکرم الاکرمین نے براہ چشم پوشی اُن کے متروکہ کو انھیں کی لے دے
بقدر مناسب اُن کے پس ماندوں کو تقسیم کر دیا۔

النصف ان وجوہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مالِ انبیاء بمنزلہ کلالہ
وراثت نہیں۔ اور اگر براہ تعصب ان وجوہ کو کوئی تعصب سے
نہیں جانے گا۔ کہ مالِ انبیاء قابلِ وراثت نہ ہو۔ یہ وجوہ ظنی ہیں
شاید کوئی اور ہی وجہ ہو۔ میان وراثت کو جب بھی مشکل ہی رہے گی۔
للرسول سے ایسی ملک کو ثابت کرنا جو برائے نام ہو اہل سنت کا
شیعی اتنا تو سمجھ لیں کہ کوئی اجنبی ایسی نامعقول باتوں پر کیا کہے گا
دانش و فہم کے نزدیک لام للرسول ولذی القربیٰ سے ملکیت اور
اصنافِ مندرجۂ آیت مثل لام للہ کے مثل حظ للانثیین یا لام للکافرین
اموالکم جو بیان ملکیت اور دوسرا استحقاق پر دلالت کرتا ہے بمنزلہ
ہو سکتا۔

آیت میں لام بیان مصرف کے لئے ہے ہاں اگر مثل لام انما الصدقات للفقراء و
المساکین لام بیان مصرف کے لئے کہا جائے تو البتہ فقراء و مساکین کی
بھی واجب التقسیم معلوم ہوتے۔ کیونکہ اموال تو اس میں کچھ ذکر نہیں۔ بلکہ
مثل اسے مسلم رکھتی ہے۔ اور بوجہ عقلی اگر فقراء کی بات کے لئے کہ ان میں

یکھ خمس رجوآیۃ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ میں بالجملہ آیۃ
اضافت کے مطابق ہے۔ اتفاقات سے شیعوں کے نزدیک کسی کی ملکیت ثابت نہیں
کے لئے ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم صاحب شرائع الاحکام نے جو لقب محقق ہے اور
سوا اُس کے اور علماء امامیہ نے اس بات کی تصریح کیا ہے۔ بلکہ اس مذہب کے
اماموں سے بھی بسند بیان کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی چیز کا مصرف
ہوتا ہے اگر مالک اُس کو نہ دے تو اہل مصرف اس کے دادخواہ نہیں ہو سکتے
بالجملہ اہل مصرف قبل عطا مالک نہیں ہوتے۔ اس لئے فقراء وغیرہ کو زکوٰۃ و
صدقات کا قبل از عطا کوئی مالک نہیں بنتا تو اس صورت میں اس آیت میں بھی نہ
ملکیت اور استحقاق پر دلالت نہ کرے گا۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس وغیرہ آمدنی فَے کی تقسیم کرنا ضروری نہ جانا۔ بلکہ آمدنی کو
ہمیشہ تقسیم فرماتے رہے۔ اگر اہل سہام وغیرہ کو ملکیت اور استحقاق پر دلالت
کرتے تو ضرور لفظ اللہ کا اس بات کو مقتضی تھا کہ آمدنی کو بانٹ کر مستحقین
کو حوالہ فرماتے۔ کیونکہ اس زمین مصارف مال اللہ ہو سکتی ہے نہ کہ آمدنی چنانچہ
ظاہر ہے۔

اہل شیعہ کا اعتراض کہ مال اللہ کو مستحقین زمین کی تعیین اور آمدنی کی تقسیم فرمانے سے ہے؟

یہاں اگر شاید کسی قوم کے دشمن کو یہ خیال ہو کہ ہم نے اپنا یہ اعتراض
کیا ہے کہ ہم نے اپنا یہ اعتراض
اور استحقاق ثابت نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ اہل مصرف کو کیونکر اطلاع کیا جائے۔ ان کی
کیا تعیین ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ خیال اس آیت کو تناقض کہنے سے کہاں تک مستقیم
ہو سکتا ہے۔ جب کہ صاحب صنعت سرور کائنات خود مع وجود ذات علیہ ذوالجلال اللہ

الصلوات والتسلیمات پر ہے۔ سو اس صورت میں اپنے ذہن سے کوئی
ایسے شبہ کا جواب ہماری طرف سے تو وہی شعر مشہور رہبر ہے۔
شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی ؛ گر مشت خاک ما ہم بر باد
با این ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کرنے
کے لئے کیے اور افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم نہیں ہم آپ کے
صحیح سمجھتے ہیں لیکن درصورتیکہ ابو بکر صدیق و غیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم
طرفداری میں ہم کو اتنا بکھیڑا کرنا پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
کیونکر نہ کریں گے اگر شیعوں کو خلفاء کے لعن اور حضرت کے اعلیٰ
علیہ وسلم پر بھی اس بات کا طعن ہے۔ کہ آیت سے تو آمدنی کا
میں صرف کرنا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اہل مصرف کا دینا اس آیت سے
تو اصل زمین کا نکلتا ہے۔ پھر آپ نے اصل زمین ہی کیوں تقسیم فرمائی
نہیں تو کیوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ پر آتا۔ اور حضرت
عنہا کا بہ نسبت فدک دعوی وراثت کا ہو جاتا۔ اور یہ بھی جواب
(باوجود دینے میراث کے) ہم کہتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
مزعوم شیعہ پلٹ کر نہ آتا کیونکہ وہ معصومہ تھیں۔ اور معصوم سے یہ بات کہ اپنے
مورث کی چیز ہی نہ ہو اس میں دعوی وراثت کا کرے (اس اعتراض کا جواب
سے سب ہی نے سنا ہوگا) ہرگز تصور میں نہیں آسکتا۔

اور ایک شے اگر مالک ابو مصرفین سے کسی ایک کو اس شرط سے
کرے کہ اس قدر اور روں کو دے کر باقی جو بچے اس کو اپنے آپ رکھے تو
دینا لینا وقتیکہ جس کو وکیل تقسیم بنایا ہے تقسیم کرے، اس قدر میں کہ جس
بعد تقسیم اس کے پاس باقی نہ رہے اس کے لئے موجب ملک نہیں ہو سکتا
وجہ اس کی ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء مشترکہ میں بغیر قبض سب تقسیم
موجب ملک نہیں ہو سکتا۔ اور قبض بے تقسیم متصور نہیں۔ تو اس صورت میں

بھی نہیں کہہ سکتے کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابض تو تھے ہی۔ اگر اور کوئی اصناف مذکورہ بالا آیت میں سے بایں وجہ مالک نہیں ہو سکتا کہ ان مصرف قبل عطاء اور قبل قبض مالک نہیں ہوا کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب ہی پر قابض تھے اپنا حصہ بھی اس میں آگیا۔

بہر حال کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونے کی نہیں نکلتی جو ہو سو، وراثت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صحیح ہے۔ بالجملہ ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق (یعنی اموال) کا مالک شیعوں کے اقوال سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تقسیم نہ کرنے میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سے حرف ہے۔ ایک تو یہ کہ بلا نص آیت کیا۔ دوسرے اس تقسیم نہ کرنے کی بدولت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معیشت بالکل ہی تلخ مشکل پڑ گئی۔ اس لئے ہمیں بھی اپنا اس اعتراض کرنا پڑا تاکہ جیسے حرف داری جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور شفقت حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا میں کمی نہ ملے۔ اور شیعی جواب دندان شکن سنکر اپنے کردار کو پہنچیں۔

اعتراض کا جواب کلام ان شیعوں کا ایسے مقامات میں سراسر قطع نظر اس کے واقف ہیں کہ کیا ہے کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتے ہیں اپنے مذہب پر

کرتے ہیں اس مثل مشہور کا مصداق ہوا جاتا ہے ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

کہ کیا [illegible] ہے، اور جملہ امیہ کہ ہر بلغار اور فتی رہیں موجب دوام ثبوت ہے۔ اور کوئی بشر بمقتضائے بشریت اس قاعدہ کلیہ سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اگر اس صورت میں لازم ہے کہ ابتدا اور الوصول اور نبی الغربی ہونے کی صفت ہاتف اذلت زائل اور منکسر ہو۔ زیادہ سے زیادہ حضرت ہونے سے اس کی ذات میں کچھ انکار نہ آتا ہے۔ اور یہ بات بن پڑتی ہے کہ اموال سے کہ ہیں پہنچ کر قدم ہو چکا وقف کہا جائے۔

کیونکہ وقف کردہ ائمہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اہل مصرف کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں

ایک لطیف فرق

فی اور صدقات کا باقی رہا جملہ ان الصدقات للفقراء یہ ہر چند کہ بظاہر جملہ اسمیہ ہی ہے لیکن اہل دانش و فہم پر مخفی نہیں کہ صدقہ ہونا کسی چیز کا خود ایک آنی بات ہے یعنی کسی آن واحد کے لئے اس صفت کو اپنے موصوف سے ارتباط پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر مثل حرکات کہ سریع الزوال ہوتی ہیں اپنے موصوف سے جدا ہو جاتی ہیں کیونکہ اس صدقت کے وجود کے لئے اتنی کہ قدر مقرر اس کی کسی کو دیدیجئے۔ ورنہ قبل دینے کے صدقہ نہیں۔ و تمام احکام صدقات مثل ادا، فرض اور حصول ثواب اور الطفا غضب رب وغیرہ دینے اس پر مرتب ہوا کرتے ہیں۔ اور جب دے چکے جب ہی وہ صفت اس سے زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی محتاج فقیر مسکین مال زکوٰۃ میں سے لیکر اپنی طرف سے کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دینے لگے تو کچھ نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی صفت کو وقت فقط اعطا اور قبض ہی ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ دینے والے کے سوا اس آن تک اس کا متصف ہونا کہیں نہیں گیا۔ پھر میں اگر فقیر وہ زکوٰۃ کسی کو ہبہ کر دیں یا بیچ ڈالیں تو وہ صدقہ ہی نہیں۔ جو پھر اس فقیر کا استحقاق ہو گا رہے۔

اسمیہ یہ قضیہ کی دوام ہی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے دائر رہنے میں کیا انکار ہے۔ پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہے کہ دوام کے یہ معنی ہیں کہ اصل وقت جو وجود موضوع حقیقی تک اس کے ساتھ مرتبط رہے۔ یہ معنوں حقیقی کا یہاں کام نہیں۔ ان باتوں کے لئے حقائق سخن سے معانی سنجنے چاہئے جس کا ذوق اس قدر بصیرت عنایت فرمائے کہ منشا کلام اور مدار ترتب احکام موضوع قیود اور مبادی کو دریافت کر سکے۔ اس کا یہ کام ہے۔ سید العلماء اذ ذالک میں موضوع حقیقی ثابت اور اس سے مراد خود واضع نے لیں۔ اور صفت افادۂ فقط تعین ذات اور رفع ابہام کے لئے ہے۔ اس لئے قید ہونا یا نہ ہونا مضر نہیں ہے۔ اس کی ذات

کے ساتھ دائم رہے گا۔ اور موافق اصطلاح اہل منطق یہ قضیہ دائمہ ہوگا۔

اور جملہ انما الصدقات وغیرہ میں مخرج حقیقی صفت تصدق ہے ذات اموال نہیں۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ یہ جملے اگرچہ خبر یہ ہیں اہل فہم کے نزدیک انشائیہ ہیں مطمح نظر ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہے۔ اور موصوف تصدق اور انفاق (یعنی اموال کا لحاظ) فقط اس لئے ہے کہ یہ صفت بغیر اس موصوف کے متحقق نہیں ہو سکتی۔ سو اس جملہ میں دوام حصول تا دوام وصف تصدق چاہیے اور موافق اصطلاح اہل منطق اس کو شرطیہ دائمہ کہیے اور قضیہ ما اخاد اللہ اگرچہ انشائیہ ہے پر اس قضیہ میں صفت افادہ مطمح نظر نہیں۔ اور جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ ما انفقتم کا محل نصب قرار دیا ہے اس جملہ کا خاصہ افیئ ہوتا۔ اس تقریر کو سنکر اہل فہم کو ظاہر ہو گا کہ فضل جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات میں مطابق آیت ہے۔

مصنوعی خسارہ مت سمجھ
ہونا نقصان نہیں

باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معدوم ہو کر ایسی فاطمی کرنا سو اول تو اہل سنت کے نزدیک سوائے انبیاء کسی کی معدومیت مسلم ہی نہیں۔ دوسرے کسی مقدمہ خاص میں معدوم سے نفی اعم ہونا اور غیر معدوم سے نہ ہونا کمال نہیں پنجگانہ میں متعلق آیت ہو رسول اللہ کی تفسیر میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔ اور بیسیوں نظیریں اس کی کلام اللہ اور احادیث میں موجود ہیں منجملہ اس کے کیا تم کو قضیہ میں حضرت آدم کا فضل کرنا حالانکہ نبی ہو چکے تھے۔ اور حضرت سلیمان کا اس بات کا بعد بنانا حالانکہ جب تک نہ بنا ہوئے کے نہ موافق اصطلاح شیعہ امام تھے اس دعوے کے لئے دلیل کافی ہے۔ مگر شیعوں کو کلام اللہ اور ہدایتی فَهَبْنَا هَا سُلَيْمَانَ کا فہم نہ ہو تو اہل سنت کا کیا قصور؟ اس جگہ سے ہر کوئی سمجھ گیا ہوگا کہ شیعوں کا اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ وہ ایسے امور کی تائید اور اثبات کرتے ہیں جو آئمہ کے اقرار سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں ایسا ہی ہے جیسا اندھا آفتاب کو دیکھ کر تلاشے۔

اور جیسے اندھا آفتاب کو بے نور نہیں کہتا اپنی آنکھوں کو ہے نور کہتا ہے ایسے ہی اہل سنت کا قصور نہیں بتاتے اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہیں۔

اموال فے آپ کی ملک نہ تھے اس کی تیسری دلیل

اب تیسری دلیل بھی اس احتمال کے بطلان کی کہ اموال فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ اور یہ بات معلوم کا مقرر کرنا ایسا ہی ہے جیسا زکوٰۃ کے لیے فقراء و مساکین وغیرہ کا تعین بتا دینا۔ پھر یہ بھی ایسی کچھ کہ احتمال نہ کرتو بات ہی جاتی رہے کہ ما افاء اللہ تو تقسیم اہل زمین کو مقتضی ہے۔ پھر رسول اللہ نے اپنے اہل کی جائے آپ کو کیوں تقسیم کیا۔ ؟ ضرورت اس کی یہ ہے کہ بعض افراد مکیت کی پیداوار ہے لیکن بسبب اس کے کہ بعض افراد زمین کے توابع اور لوازم میں سے ہیں۔ تو بیل کے آلہ سے ہونے درخت اور پھل کو درخت۔ اور کھیتی کاٹنے سے اول کھیتی سمیت زمین کو زمین ہیں اس وجہ سے آبپاشی کی مانع عنقریب ہی داخل ہے لیکن بسبب اس کے کہ بعض افراد اناج اور گھاس کا ہوتا ہے آدمی اور گائے بیل سب لیاقت شرکت کی رکھتے ہیں اور گھاس گائے بیل کے لیے اور گھاس گائے بیل کے تو ایسے ہی اس شرکت خدا اور بندگان خدا میں بھی جو خدا و رسول و سنی نظر نہ میں مذکور ہے خدائے تعالیٰ کو حسب لیاقت و قابلیت شریک سمجھنا چاہیے۔

مصارف مندرجہ آیت کی تعیین، لیکن خداوند کریم اور رسول سے ان کا استحقاق کی باریک حکمت

لیکن خداوند کریم اور رسول سے ان کا استحقاق کی باریک حکمت

اُن کے شریک کرنے کی وجہ یہی اُن کی احتیاج ہوئی ہے۔ چنانچہ مصارف مساکین میں ابن سبیل فقیر کے لئے اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اس لئے کہ فقیر مسکین تو وہی ہوتا ہے جس کے یہاں قوت لایموت یعنی مقدار نان نفقہ کی کوتاہی ہو۔ چنانچہ زبان دانان عرب اور واقفین اقوال علماء فقہ سے ہے۔ اگر غور سے دیکھے تو صرف عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاج اور فقر ہی نہیں بلکہ

اس لئے اس لفظ سے بے تامل ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہتمام کے پہنچانے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ کیونکہ جب آپ پیغام رسان خداوندی اور مخاطب جناب باری ٹھہرے۔ تو تا وقتیکہ آپ اس مشغلہ میں مشغول رہیں اور کہیں فرصت کہاں۔ بخلاف تاجران پیغام رسانان دنیاوی کہ تا وقتیکہ پیغام پہنچا کر اپنے گھر بار نہ بیچ لیتے۔ اپنے کاروبار نہیں سنبھال سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تا وقتیکہ پیغام خداوندی سے فارغ نہ ہولیں۔ اپنے کاروبار کیطرف متوجہ نہ ہو سکتے تھے۔ مگر جب فارغ ہوئے تو وطن اصلی کو تشریف لے گئے۔ اس وطن کے کاروبار ہی نہ رہے جو لیتے خود کچھ کہنے پینے کا فکر کرتے۔

معارف کی ترتیب اور اس کی تشریح

غرض بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سروسامانی خود اس لفظ رسول ہی سے ظاہر ہے۔ اتنا فرق ہے کہ اور اصناف منذرہ آیتہ کی بے سروسامانی کسی ذریعہ دنیاوی کے باعث۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سروسامانی بسبب مشغولی کار خداوندی ہوئی۔ اس لئے آپ کو مقدم رکھا۔ غرض ان الفاظ سے خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے جو ان اصناف کو اموال فئے میں شریک کیا ہے تو بوجہ احتیاج صنف مذکورہ شریک کیا ہے اس صورت میں شرکت و تقسیم حسب حالت یوں ہو سکتی ہے کہ مجموعہ اشیاء روانہ اور پیداوار میں جو بہبودی ہوئی صرف ہو اور دیکھنے میں ایک شے ہو گئی جاتی ہے اور ایک نظر آتی ہے۔ اور جملہ کو ہم افاء اللہ کہہ سکتے ہیں یعنی جو اللہ کی طرف سے خدا کے لئے رہے۔ اور بیان وجوہ احتیاج کے لئے ہے نہ ان کے واسطے تجویز کی جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس تقریر سے وہ احتمال بھی باطل ہو گیا کہ مال فئے مملوک رسول اللہ تھے۔ مثلاً یہ حکم ہوا کہ صرف یہی صرف زکوٰۃ ہے۔ اور وہ شبہ بھی مرتفع ہو گیا کہ بسبب تقسیم زمین کا تقسیم کرنا۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا یہ بھی درست نہ تھی۔

اموال فے کے آنحضرتؐ کی ملک نہ ہونے کی چوتھی دلیل

اب چوتھی دلیل کے سننے کے لئے بھی تیار ہو جائیے۔ تاکہ کثرت دلائل کے زور سے احتمال مذکور دور ہو جائے۔

محمد ہو جائے۔ جناب من فیر پر فَ ء کے داخل ہونے کے قرینہ سے اور بیشتر اس کے وجہ ان صاف ظاہر ہے کہ مبتدا یعنی ما افاء اللہ متضمن معنی شرط ہے اس لئے فیر پر فَ داخل ہونے کی ترتیب اور توقف افادہ اور تسلیط پر ضروری ہے اور اس شرط کی ادائیگی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو یہ ترتیب اور توقف وجود خبر بھی اپنی ذات سے ضروری نہ ہوگا۔ گو بوجہ معجزہ ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں جن کے آپ مامور تھے قصور ممکن نہ تھا۔ پھر یہ ترتیب اور توقف اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ تیسری دلیل میں آپ عیاں ہے۔

محصل اگر مقصود شرط یہ ہوتا کہ اور اپنی سے فیء ملک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بنی النضیر کی بابت عرض فرمایا ہے کہ خراج کے واسطے وغیرہ دیکھ دینا چاہیئے تو اول جرم فلوسون دلدہ ولدی النضیر اور فروتے اس بات میں یہ آیت مصداق نہ تھی بلکہ شاذ تو ہوتی لیکن بات یہ ترتیب اور توقف تو بہرحال درست ہوجاتا۔ اور معنی گو کہ ان کی بابت میں نہ آئے فی حد ذاتہ تو ہوتے تھے اور بین ہوتے بکہ بطریق اولیٰ زبان دانی کے لحاظ سے لیکن اتنی فضیلت نہ ہوتی کہ بارت بکس حسنی مقصود دلالت کرے۔

اموال فے نہ ملوکہ ہونے کی دوسری وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ خبر کیونکر

ہوئے کی دوسری دلیل

دوسری جانب یہ فائدہ راجح ہے اور کب لائق ہوتا ہے مقصد مذکور ہے سوا اس صورت میں یہ آتی ہوں گے کہ یہ حرف اس انداز سے کہا ہے کہ مقرر یہ ہے کہ ہماری فے تک حرف انتہا آتی ہے۔ اس انداز سے جب تک پایا جاوے ہو سکتا ہے کہ ہماری فے کو تعلق اس شے سے ہو جائے ورنہ اگر ملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دلیل سے ایک ذرہ

[illegible] سے بدل سے ماخوذ کیا۔ اس سے [illegible] کہ اراضی فئے کے مصرف ہونے میں دخل اور اُن [illegible] پر ان اوصاف کے مرتب ہونے میں اثر ہے۔ اور یہ کہ زمین بائع کے [illegible] قبضہ میں آنے سے انتزاع ان کے ہلاک ہونے پر موقوف [illegible] انتزاع پر بدستور کال قدیم قائم رہتے ہیں۔ تو دائماً الی یوم القیامہ اراضی فئے سے انتزاع انہیں اشخاص کو جائز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہوں دوام دثبوت جو مدلول جملہ اسمیہ ہے باطل ہو جائے۔

مگر یہ بات جب ہی بن پڑتی ہے کہ اراضی کو [illegible] کے بعد اور [illegible] مذکورہ میں اصل زمین کو تقسیم نہ کریں اور [illegible] کو ان کے مالک کال پر [illegible] دیویں بالفعل نہیں تو بعد انتقال موجودین اول یا بعد [illegible] اس کا صرف ہونا لازم آئے گا۔ [illegible] کہ [illegible] کے نزدیک [illegible] وقت سے [illegible] ہو گئی۔ بعد [illegible] [illegible] مکتسبہ اولاد، غرت وغیرہ کی باقی نہیں رہا۔ [illegible] واجبہ اُن کے صرف [illegible] طرف آیۃ [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] اور [illegible] ہو گیا۔ اور باوجود [illegible] ہونے کے وجہ طلب کرنے [illegible] خیر النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد تو یہ ہے کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا معصوم نہیں۔ اور معصوم بھی ہوں تو معصوم سے خطا کا سرزد ہونا محال نہیں۔ جب یہ معلوم ہو چکا اور وجہ خطا بھی کی یہ بات ظاہر ہو گئی ہے۔ کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اپنے [illegible] حضرت [illegible] سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات والتسلیمات کا دیکھا تھا۔ اور اس بات کی تحقیق کہ یہ از قسم غنیمت ہے یا از جنس فئے ہے۔ نہ ان کو الفین اور دوڑ ایسی رابطہ کہ سارا ان دنیا و مافیہا سے کچھ غرض نہ ہو بیت [illegible] خواہ [illegible] خاص کر خیبر کی قسمت کی فدک بھی انہیں میں سے ہے۔

کیونکہ [illegible] خیبر [illegible] یعنی بلا جنگ و جدال [illegible] صلحاً مفتوح ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ نسبت خاص خیبر کے [illegible] کہ آیا خیبر [illegible] ہوا ہے یا صلحاً الی آخرہ اس [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا اہل انصاف پر روشن ہو گیا۔ اگر یہ اہل فہم کو پہلے [illegible] تامل نہ تھا کیونکہ باوجود [illegible] صلحاً ہونے کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہونے کی کوئی صورت ہی نہ تھی تو پھر [illegible] کہ اس [illegible] مقرر فرمانا [illegible] جیسا کہ زکوٰۃ [illegible] صلح کرنے کے لئے [illegible] کا نظر رکھنا۔ سب باتیں کو فی حد ذاتہ ممکن تھیں لیکن قرینہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات [illegible] تھا کہ جیسے [illegible] ہیں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی [illegible] ہیں۔

[illegible] مالک [illegible] ہیں

اور اگر [illegible] اتفاق [illegible] کہ [illegible] خیبر کو مالک کہا جائے تو بہت سے بہت ہوگا کہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اضافت باقی میں شریک ہوں۔ لیکن [illegible] اور [illegible] ہیں۔ ایک [illegible] شریک [illegible] ہونا کیونکر [illegible]

کوئی حد یا پایاں نہیں۔ ہر لمحہ نئی دنیا بنتی ہے۔ ظاہر کہ یہ الجھن بن جاؤ اس
بات نے تو دائرہ اہل حرف کو اتنا فراخ کر دیا ہے کہ قیامت تک کے مسئلے
کو گھیر لیا ہے۔ دوسرے قبل عطا مال غنیمت۔ بلکہ دین کی حد میں نہیں آ سکتا۔
اراضی فئے جو کسی طرح اس کے حصول میں اہل حرف کی سعی و کوشش یا کسی کے
فعل کو دخل نہیں بلکہ فضل خداوندی سے ہاتھ لگ گیا ہے۔ کیونکر قبل عطا اور
قبل قبض کسی کا مملوک ہو سکے۔

اس حل اہل عقل پر بادی النظر میں اس عبارت سے اراضی فئے کا غیر مملوک
ہونا عیاں تھا اور سب پر واضح ہو گیا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا
کہ جیسے اس آیت سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ امکان ملکیت بھی ثابت
نہیں ہوتا بلکہ اس سوال کا جواب ہوتا ہے۔ اور اسی لئے فقہا کو اتنی تاویل
کی ضرورت پڑی۔ ورنہ عدم ثبوت ملکیت خود ظاہر تھا۔ البتہ یہ نظر کہ کم
قہروں سے مقابلہ ہے۔ ہر ہر ثبوت ملکیت میں تفصیل ضروری ہے۔

ملکیت بینک سے دوائے وقت براہ کال

مگر اتنی بات باقی رہی کہ اراضی فئے ہے اشیاء منقولہ نیز منقولہ کا بینک سے
ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جواب ہم اسی وقت دے چکے ہیں اس
لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ ہاں تو یہ کہنا ہے کہ فقہا کے نزدیک شیخین کا وقف
ہونا ہی تسلیم نہیں۔ دوسرے یہ کہ اموال فئے میں سے بالفعل اموال منقولہ کے
وقف ہونے سے متعلق تعبیر ہی نہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ اصناف خمس
کیلئے آدھا ہے کہ اموال فئے اسباب تجارت ہیں تصرفات مالکانہ کے
تھے۔ یہ دشواری نہ آتی اگر یہ وقف نہ ہوتے پڑتا کہ ہمیشہ برابر
بے تکرار اور ان کا وقف رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہتھیار وغیرہ اموال منقولہ
ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم فرما دیئے تھے۔ اس
سے ان کا یہ قول رد فرمایا کہ یہ اشیاء وقف ہیں۔ ان میں تصرفات مالکانہ کے

بعض مذکور سمجھنا چاہیے یا مثل عینیت مملوک ہو سکتے ہیں؟ سو اپنے ذہن میں یوں آتا ہے کہ وہ قابل ملک دعا ہیں۔ اگر اہل فہم بھی اسی جانب ہوں تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہے؟ ہم اس کے وقف ہونے کو اگر ثابت نہ کر آئے تو اپنی کمی ہوئی بات یعنی وقف نہ ہونے سے بھی زیادہ خوش ہو کر تسلیم کریں۔ اگر وہ بھی وقف ہو جائے تو کچھ اعتراض ہی باقی نہ رہے۔ خیر اب اپنے دعوے کو عرض کرتا ہوں بگوش ہوش و چشم انصاف غور سے سنئے اور انصاف اپنے وقف ایسی چیز ہوتی ہے کہ اصل خود باقی رہے۔ اور پھر کام آئے جن کے وقف کے لئے کیے ہیں کہ اصل مجدد ان اور موقوف رہے۔ اور منافع صرف

وقف میں صرف کئے جائیں۔

اشیائے متداولہ میں سے جس منفعت کے واسطے وقف کرنا چاہیں اس قسم کی ذات اور منافع کی خواہ اس وقت ضرورت ہے۔ کہ نہیں اور اس کی ذاتی اقوال وغیرہم ہونا جب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ اصل الشرع کے لئے اور منافع اوروں کے لئے پس جو کچھ کہ ہو چکا۔ سو یہ بات دلیل نہیں آ سکتی ہے ہاں وہ چیز اور جو اس کے منافع اور ذات منافع دونوں قابلیت رکھیں سوا اموال متداولہ کے اقسام غذا کا تو منجملہ منافع ہونا ظاہری ہے۔ کیونکہ منافع کے معنی اس کے ذاتی اثر کے ہیں کہ ایک اثر کے بعد دوسرا اثر استعمال باقی نہ رہے۔ بلکہ استعمال ہی میں فنا ہو جائے سو اقسام غذا کا منافع ہونا ظاہر ہے۔ سوا اس کے اور اسباب متداولہ مثل اقمشہ اور اثاث البیت اور جواہرات انسانی۔ کہ اگر یہ ایک بار استعمال میں آ جائیں تو ان کے منافع اور کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔ اور اس کی منفعت اور تمام عمر سواری اور تخت منفعت مشترک ہے۔ مثل مذکور اس کو ہو گئے ہے۔ اور اس کا خانہ بنی پنا اور گرمی سردی کی کلفت ہے۔ اور

وزینت اور شے۔

لیکن غور کیجئے تو اس تعریف سے کوئی چیز اشیاء متداولہ میں سے خارج

نہیں۔ اقسام غذا میں بھی یہ بات موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اس کے منافع یعنی کھانا اور مزہ آنا اور قوت کا پیدا ہونا اور شے۔ لیکن اس قدر فرق سے قابلیت وقفیت پیدا نہیں ہوتی۔ ورنہ جیسے زمین کا وقف ہونا مسلم الثبوت ہے اناج غلہ بھی وقف ہوا کرتے۔ حالانکہ اس کے وقف ہونے کے قول کسی کے نزدیک بھی نہیں۔ وقف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اصل باقی اور موقوف رہے۔ اور منافع معروف ہوں۔ اور یہاں اصل۔ منافع کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ اصل مشہور ہے۔ جیسی اصل ویسی نسل۔ پایا جاتا ہے اگر غلہ بھی وقف ہونے کے قابل ہے تو اوقاف کا غلہ بے شبہ وقف ہو۔ پھر نہ اہل مصرف کو اس کی بیع درست ہو نہ ہبہ۔ نہ اس میں میراث جاری ہو۔ حالانکہ جہاں میں اس کا کوئی منکر ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غلہ کو جن لوگوں نے منافع ہی متقرر کیا ہے۔ سو منافع وقف اہل مصرف کے حق میں صادق ہوتے ہیں۔ اور صدقہ جس کو کر دیا جائے اس کا مملوک ہو جاتا ہے۔ تو اب اس کی بیع و شراء میں کچھ دشواری نہ ہوئی۔ اور کسی کے نزدیک غلہ وقف بھی ہو سکے تو ہوا کرے۔ یہاں تو کلام اراضی و ذکر ہے جن کو ہم نے وقف خداوند کریم کہا ہے۔ سو اراضی نے کو غلہ اتفاق وقف نہیں ہوتا اسی واسطے مملوک الی صرف ہو جاتا ہے۔

سواریاں اور کپڑے بھی وقف کے قابل نہیں۔

بالجملہ ہے اور زمین اور غلہ نہ الثیاس اشیاء سوائے وقف کے قابل نہیں ہوا۔ باقی رہے اواني و اکب اور اقسام لباس و بہتان میں بلحاظ غذا کے کوئی فرق نکالے تو یہ نکلے گا کہ غذا استعمال کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے اسی لیے وقف نہیں ہو سکتی۔ بخلاف سواری و لباس کے کہ پہننے سے فنا نہیں ہوتی۔ لیکن بسا اوقات معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق بھی ایسا ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا کوئی بلی یا کتا اٹھا کر لے جائے اور بات کو چھوڑ دیجیے۔ بسا اوقات اس کا بھی بات ہو جاتی ہے کہ کپڑا اور سواری بھی رہتے ہیں۔ بلحاظ اپنے اور دل کے ہوا کے

برابر کمائیں پر سواری میں نرائن دُبلے اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

اور اگر چند سے بسبب اور اور دلیل باقی باقی ہی معلوم ہوں۔ تو دلیل باقی ہی یوں کہے۔ ہے کہ اصل باقی نہیں۔ اور اگر ایسے مواقع میں اس کو بقائے اصل کہئے تو وہ بقا۔ کہاں؟ جو بے کسی استعمال کے ہو۔ اور اس دوائیں یا ورکی (زور اور بدن) استعمال میں آتی ہیں۔ یا ان استعمال میں نہیں آتی۔ پہلی صورت میں جو قابلی استعمال نہیں رہتا تو یہی دو باتیں کہہ جاتی ہیں۔ مثل بنا بتی کپڑا بن استعمال سے پتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بیمار مزدور بہت دنوں کا اور بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور ان دو چیزوں پر بقائے اصل کا حکم۔ اس لئے رفتہ رفتہ بہت استعمال کے باعث قابل استعمال نہیں رہتا۔ سو یہ بقائے اصل نہ ہوا کہ منافع بقدر استعمال فنا ہو گئے۔ غائت ان الباب کچھ منافع ان کے طرف سے ہوا کہیں ہاروں طرف سے کہیں شکل بنی رہی کہیں بگڑ گئی لیکن استعمال بنانے کا مضمون دونوں جگہ برابر ہے۔ باقی صورت کو لے لیجئے۔ اس استعمال میں کچھ دخل ہی نہیں جیسے آئینہ میں شکل وصورت موجود ہے مگر چونکہ طبیعت زندہ طاقت نہیں کوئی صورت استعمال کی نظر نہیں آتی۔

امام ابو حنیفہ کا اشیائے منقولہ کو ناقابل وقف کہنے کی وجہ

بالجملہ جن چیزوں سے منافع کا تعلق ہے وہ چیزیں بقائے اصل استعمال فنا ہو جاتی ہیں۔ اور جن میں بقائے اصل منافع باقی ہیں ان سے منافع کو کچھ تعلق نہیں۔ یہ بات اگر ہے تو ہو یا سوائے اس کے اور اشیائے غیر منقولہ ہی میں ہے۔ کہ استعمال میں منافع ہی فنا ہوں اور اصل باقی استعمال کی وجہ سے اصل میں کچھ نقصان نہ آئے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اشیائے منقولہ کو قابل وقف نہیں دیکھا۔ اور اس میں بھی اس وجہ سے کہ بقائے صورت میں اشیائے منقولہ اُن کو قابل وقف بھی تو ان کی صورت کو اصل منفعت اور بقائے صورت کو بمنزلہ بقائے اصل منافع کہہ کر اس کے وقف ہونے کے قائل ہو گئے ہیں لیکن بحسب اس تحقیق کے اہل حق سے توقع یوں ہے کہ رائے ابو حنیفہ

ان کو ترجیح دیں۔

حاجین کا اشیاء منقولہ کو قابل وقف کہنے کے وجوہ

ہاں اس سے قطع نظر کیجئے تو مذہب حاجین بنا حق معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیا دی عرف میں مرکب اور لباس ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور عادتاً کہ صورت اور جان باقی ہے قوت اور بدن کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس لئے کہ استعمال میں فنا ہوتے جاتے ہیں۔

دوسرے منافع مرکب لباس وغیرہ منافع کا بھی۔ کہ اوقات مختلفہ میں اُن کے افراد الموجود میں آتے ہیں۔ اور جیسے ہر ہر فرد بشر انسان کا ایسے ہے جو زید انسان نہیں ایسے ہی منافع افراد کوئی جو اوقات مختلفہ میں حاصل ہوتے ہیں منافع تامہ نہیں۔ اجزائے منافع نہیں۔ لہٰذا ہر ہر کپڑے کے افراد کے فنا ہو جانے سے وقف نہیں ہوتا۔ بلکہ جب تک ایک فرد بھی باقی ہے تا منفعت باقی ہے۔ تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ جز اوقات کے انتفاء سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہ ہوسکے گا؟ کیونکہ بقائے منافع دلیل بقائے اصل ہے۔ بخلاف منافع اقسام طعام کے کہ منافع جزئیہ جو ہر لقمہ کی ایک وقت سے گزر جاتے ہیں۔ آدمی سے اس کا اصل جوہر باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ ہاں اگر اصل باقی رہتا تو منافع بھی باقی رہتے۔ غرض اگر مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ منقول کا بھی اموال غیر وقف نہ ہونا تو دکتا رقبا وقف نہ ہوتا۔ حالانکہ ہر ہر جزئی کے انتفاء سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہ ہوسکے گا؟ کیونکہ بقائے منافع دلیل بقائے اصل ہے۔ بخلاف منافع اقسام طعام کے کہ منافع جزئیہ جو ہر لقمہ کی ایک وقت سے گزر جاتے ہیں۔ آدمی سے اس کا اصل جوہر باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ ہاں اگر اصل باقی رہتا تو منافع بھی باقی رہتے۔ غرض اگر مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ منقول کا بھی اموال غیر وقف نہ ہونا تو دکتا رقبا وقف نہ ہوتا۔ حالانکہ ہر ہر جزئی کے انتفاء سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہ ہوسکے گا؟ کیونکہ بقائے منافع دلیل بقائے اصل ہے۔

مقصود کے موافق ہے

وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام ضروریات بشریہ میں سے احتیاج غذا مجلد ضروریات اصلیہ ہے۔ اور باقی اموال متداولہ اور ضروریات غیر غذائیہ اگر غذا کی ضرورت نہ ہوتی تو ذکر ان کی تحصیل کے لئے سواری کی ضرورت نہ تھی۔ تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورت غذا کی ضرورت سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر سواری کی ضرورت سے مثلاً کپڑے کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

جہاں تک یہ سلسلہ ضرورتوں کا چلے گا۔ تو ما بعد قبل کی فرع ہوگا اور حقیقت میں ضرورت اصلی ایک ضرورت غذا ہی نکلے گی۔ اور باقی اشیاء کی احتیاج اگرچہ ان اشیاء کی احتیاج ہے لیکن حقیقت میں غذا کی احتیاج ہے۔ تو اس حالت میں بایں خیال کہ وقف رفع ضرورت کے لئے ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں ضرورت اگر ہے تو ضرورت غذا ہی ہے۔ تو صرف وقف میں اس ضرورت کا ہونا ضروری ہوا۔ اور کسی اور وقف میں نہیں۔ تو وقف سے میں اولاد کی احتیاج غذا ہوتی ہے چنانچہ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ نے بھی لفظ سبیل اور مسکین اور فقراء اور ابن السبیل میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لئے کہ فقیر اور مسکین کو رزق کی کمی اور کوتاہی معتبر ہے۔ بکہ لفظ رسول بتاں اور ابن سبیل کی اس طرف مشیر ہیں۔ چونکہ لفظ رسول تو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم بایں وجہ کہ رسول ہیں یعنی خدا کے بھیجے ہوئے ہیں خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اتنی فرصت ہی نہیں کہ حسب ضرورت کمائیں۔ اور فراغت سے بیٹھ کر کمائیں اور طیب کمانے کی فرصت نہ ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو لازم مقتضائے قدر شناسی خداوندی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہیئے۔ اس کی بہتر صورت اس سے کیا ہوگی کہ مال خاص خدا کا ہو اور بے منت غیر حاصل ہوا ہو۔ اس میں سے کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور ہدیہ کے لیا جائے۔ یتیم اور ابن السبیل کا معاملہ رحم ہے۔ یتیم تو باعتبار اکثر کے بسبب انقطاع اسباب رزق ہو جاتا ہے۔ اور ابن السبیل خواہ غنی ہو بیشک قوت کے نہ ہونے پر دلالت ہے۔ بعد وہ بوجہ ارتباط بدلیت سب کو شامل ہے۔ اور اسی لئے سب ہی میں فقر کا لحاظ کرنا ضروری ہوا۔ خواہ وہ غنی الاصل ہو خواہ اتفاقاً باقیہ۔ بالجملہ حصرت وقف میں احتیاج غذا کا ہونا ثابت ہوا۔

اشیائے منقولہ کا وقف قرار دینا کیسا ہے؟ | سوال کرنے کو سوال مقرر کرنا کیسا ہے؟

تو وہ طرح سے رفع احتیاج مذکورہ میں کام آسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بطور نہ کہ ان کو سلہ اسباب تحصیل غذا میں داخل کیا جائے مثلاً سواری پر چڑھ کر نوکری وغیرہ کے لیے سفر کیا جائے تاکہ کچھ کما کر غذا بہم پہنچائے۔ یا مثلاً ہنڈیا روکابی چھپر کھانے پکانے کے لیے رکھا جاوے۔ تاکہ بایں وسیلہ کھائے پکائے۔ دوسرے یہ کہ اشیائے مذکورہ کو بیچکر کھا جائے لیکن اگر اتفاق سے پیٹ کو ایسی لگی ہو کہ جان پر بنی ہوئی ہو۔ تو اس صورت میں بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف میں ہوتا ہے رفع احتیاج کے بدلے اور احتیاج کا پابند کر دینا۔ اور آسائش کے بدلے جو رفع احتیاج اس کے لیے ہوتی ہے اور تا تکلیف میں ڈال دینا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہوگی کہ چیز پاس ہو اور پھر اس منتفع نہ ہو سکے۔ شعر

خرابی دل پروانہ زیں بترچہ بود ؛ کہ شمع را بنا ینند سوختن نہ ہنر

اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقراء و مساکین کے تو مفہوم میں داخل ہے۔ پر یتامیٰ اور ابناء سبیل میں کم کثیر الوقوع ہے۔ اور چونکہ سبب اس قسم کی احتیاج کا فقراء اور مساکین اور یتامیٰ اور ابناء سبیل کے حق میں بے سروسامانی معلوم ہوتی ہے تو پھر اس کا ارتفاع بجز اس کے متصور نہیں کہ اور کچھ عطا کیا جائے۔ تاکہ اگر غلہ ہو تو خود اس سے ورنہ اُسے بیچ کر اپنا پیٹ پالیں۔ سو درصورتیکہ عطا میں اُن کو یہ اختیار ہی نہ ہو تو ان کی طرف سے بھاڑ میں پڑے۔ ہاں اگر اُن کے منافع مثل پیداوار زمین و اثمار و اشجار اقسام غذا میں سے ہوتے تو پھر اس کا بیچنا تو درکنار متولی وقف کو ان کا دیدینا بھی کیا ضروری ہوتا۔ بہرحال اموال موقوفہ کا وقف ہونا فقراء و مساکین وغیرہم کے حق میں مفید نہیں۔ یہ دوسری وجہ ہے جس سے بعض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے۔

بعض اشیائے غیر منقولہ حاجت برآری باقی رہے ہیں یا مکانات سو ان کا وقف ہونا نہیں کرتیں۔ مگر ان میں قابلیت ہے

کبھی بنا بر رفع احتیاج فقراء و مساکین وغیرہم نہیں ہو سکتا لیکن ان میں اور اموال منقولہ میں دو فرق ہیں جن کے سبب ان کا اموال

منقولہ پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ ایک تو اموال منقولہ معدنِ رزق نہیں ہو سکتے قوت ہو سکیں۔ بخلاف مکانات کے کہ ان کی زمین بہر حال قابل پیداوار ہے۔ اور چونکہ وارد وقفیت کا اسی قابلیت پر ہے پیداوار کا ہونا ضروری نہیں۔ دوسرے زمین وقف اگر بنجر ہو اور ایک سال یا چند سال کسی سبب سے افتادہ رہے تو اس کی وقفیت باطل ہو جایا کرے اس لیے مکانات وقف کی زمین بھی قابل وقف ہی رہے گی۔ حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی شے کی کسی وجہ خاص کے باعث مسدود و مفقود ہو جائے تو حکم اس غرض کی وجہ سے اس بالتفرع اور مترتب ہوا تھا وہ حکم موقوف نہ ہو جائے گا۔ دیکھو اناروں کی مسجدوں میں گرا نماز پڑھی جاتی۔ پر چونکہ قابلیت نماز بدستور باقی ہے تو حکم وقفیت کا بھی باقی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ گو ضرورت غذا ضرورت اصلی ہے لیکن ضرورت مکان اور ضرورت آلات بھی ضرورت اصلی ہے۔ کسی اور ضرورت کی طرف ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہے۔ اور پھر یہ دونوں بھی مثل غذا کے عام نہیں ہیں تو زمین کے وقف کرنے میں ان تینوں ہی کا لحاظ چاہیئے۔ ان تینوں میں سے کوئی شے ہی کچھ غذا ہی کی خصوصیت نہیں ہے۔ چونکہ پانی اول تو اکثر بے واسطہ کے میسر آتا ہے۔ دوسرے بیشتر پیاس غذا کے کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے گویا پانی کی ضرورت غذا ہی کی ضرورت میں مندرج ہوئی۔ غایت الباب اور ضرورتیں مجملہ سلسلۂ اسباب غذا ہوں اور یہ داخل مسببات غذا ہے اکثر غذاؤں کا تیار اور قوام بھی پانی ہی سے ہے تو اس وجہ سے پانی بھی اسباب غذا اور مثل اور ضرورات فرعیہ کے فرد غذا ٹھہرا۔

تو پانی کی ضرورت کے ارتفاع کی طرف تو ضرورت نہ ہوئی اس لیے نہ آیت ماء آنہ میں نہ اس کے حل میں اس کی طرف کچھ اشارہ فرمایا۔ گو ضرورت کا ثبوت من کل الوجوہ ضرورت اصلی ہے۔ اور پھر بنا بر دلیل کثیر کے اس کے ارتفاع اور اندفاع کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ اس لیے اس کے رفع دفع کی ضرورت پڑی۔

سے بھی جانتا ہوں لفظ اخوت سن دیا دھوئیں اس کی طرف ہی اشارہ ہے لیکن
اموال منقولہ میں سے کسی میں یہ بات نہیں کہ بالذات ان ضرورتوں کو رفع کر سکے۔
البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے سامان ہیں خواہ بطور بیعت کے پیسے یا
روپیہ سے یا کما کر۔ اور گھوڑے پر چڑھ کر نوکر کے لئے جانا یا بطور ہدیہ
کے یہ اموال منقولہ کوئی کرے تو ان مکان پانی بھی پہنچا سکتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں ضرورتوں میں
گھوڑے لباس وغیرہا کے بیچنے کی نوبت پہنچے۔ بہ نسبت اس ضرورت کے کہ ایسا
حق میں خلل واقع ہو۔ اور کہیں ہم نے اہل حرفت میں موجود۔ ورنہ
ضرورتاً ہی کیوں ہوتے تو ان منقولہ میں اس کی روایت کوئی ضرور نہیں ہے
مثل پیداوار زمین اموال منقولہ میں بھی بدولت کے اہل حرفت کو اختیار ہے۔
تاکہ یہ کہہ سکیں کہ ضرورت کی۔ بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار کے نہیں
ہیں سے ہے۔ ملک میں اہل حرفت کے کر دینے چاہئیں۔

ملکیت بہ ثلاثہ کے نفی نہ اب سب کو معلوم ہو گیا کہ آیت سابقہ ملکیت بہ
ثلاثہ کی ہمارے منافی نہیں۔ بلکہ اس سے یہ ثابت کیونکر ظاہر ہوتا ہے
بس سے تبعیض ہے۔ سو ان ضروریات ثلثہ ملکیت بہ ثلاثہ سے ہو جائیں گی۔ ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام
ملک رکھتے تھے۔ دوسرے باقی کے مالک ہونے اور بر وسلطنت ہونے کے
نہیں ہوتے تھے۔ اور نہ ان کے ایک ہونے سے ذکر سبب کا یہ ہے اس
ہوتا ہے۔ تو اب لازم کس طرح ہے کہ ملک ہی
ہوں گے۔ اور ظاہر کہ اس سے کہ لیا ہے آپ سے قبضہ میں آگیا اور کہ اسلام میں
ہوتا۔ بنا پر لفظ ایتاء خود تبضہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر قبض کی ضرورت
نہ ہوئی لفظ ملکیت بسیط خاص نہ لفظ ایتاء کی کیا حاجت تھی۔

مال منقول میں آنحضرت کے حق کی نوعیت باقی کلام رہا اس پر کہ قبل ملک کے تصرف
تصرف خود مالک دلوں میں ادا فائدہ مالک بیت کے حق

ہوتے ہیں، اور بوجہ اس استحقاق کے مدعی بن سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مال فے میں مستحق تھے، یا مثل فقراء و مساکین کہ ان کو مال اغنیاء کا زکوٰۃ میں اس قسم کا استحقاق نہیں ہوتا کہ مدعی بن سکیں۔ بلکہ قابل اعطاء اور مصرف عطا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فقراء میں سے تھے۔ اس لئے اس کی تحقیق بقدر فہم نارسا گزارش ہے۔ جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا ہے ایک استحقاق قوی۔ اور اس کو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بھی کہتے ہیں۔ دوسرا استحقاق ضعیف اور اس کو ہم استحقاق انشائی اور استحقاق ادعائی اور استحقاق مجازی بھی کہتے ہیں، اور وجہ سبب جہاں سے استحقاق ظاہر ہو جاوے گی۔ استحقاق قوی میں مستحق کی جانب کوئی امر مبدل ہو آتا جو منشاء استحقاق اور سبب اور دعوی بن سکے۔ اور مستحق حقیقی میں مستحق نہ ہونے غیر مزاحم ہوگا۔

سو یہ بات دین کی صورت میں تو ظاہر ہی ہے۔ غنیمت میں بھی مختص نہیں کیونکہ جہاد امر وجودی ہے اور یہی لام معلوم ہوتی ہے کہ مال غنیمت کا کل کو مجاہدین کی طرف منسوب فرمایا، اور یوں فرمایا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ اور یہ چیزیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں۔ اور استحقاق ضعیف میں نقصان فقیر کا داری جو امر عدمی ہے کفایت کرتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ عدم ثبت وجود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حق جو امر وجودی ہے۔ ناداری سے جو امر عدمی ہے ثابت نہ ہوگا۔ اسی واسطے اگر کوئی کسی مفلس کو کچھ دے تو بہ نسبت اس مفلس کے قاتل نہ ہوگا جائے گا اور مفلس اس کی نالش و فریاد کر سکے گا۔ ہاں اگر حق دار کسی مفلس کو مار ڈالے تو عند اللہ گنہگار ہوگا۔ کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا ہے۔ بالجملہ دار المفلس مثبت حق نہیں فقط موجب قابلیت ہے۔ اور بنا بر قابلیت اگر کوئی ایسا امر ہے۔ تو جس کسی کا حق ہوگا کام چل جاوے گا اسی واسطے تین کے نزدیک مصرف مندرجہ آیت انما الصدقات کا اصناف اور استیعاب ضروری نہیں یعنی یہ اصناف

نہیں کہ سب ہی اصناف کو دے۔ کیونکہ یہاں مدار کار امر عدمی پر ہے جو ناداری ہے اور وہ سب میں برابر ہے اور یہ بات آئندہ آئے گی کہ سب اصناف مذکورہ کا

دینا لازم نہیں۔

مصارف کے متعدد کرنے کی وجہ اہل مصارف کی ناداری ہے

سو اگر بالفرض ابتدا سے ہی دینا ضروری ہوتا تو سب کو دینا ضروری ہوتا اور جب سب اصناف کا دینا ضروری نہیں تو سب اصناف کا دینا بھی ضروری نہیں)۔ اور اس ناداری کی وجہ سے ان مصارف کا متعدد کرنا کہ بعض اصناف میں تو لازم ہے۔ بعض میں اور مؤلفۃ القلوب میں ناداری کا ہونا ہی سرے سے ضروری نہیں۔ پھر استحقاق بننا تو درکنار؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ماخذین کا دینا تو وہ فقرا و مساکین وغیرہم ہی کا دینا ہے۔ کیونکہ یہ ہوں تو مصالح کیونکر حاصل ہوں؟ تو گویا یہ ان کے نوکر اور اجیر ہیں ان کا دینا فقرا و مساکین ہی کے کام میں خرچ کرنا ہے۔ گویا انہیں کیا دیا فقرا و مساکین وغیرہم کو دیا۔ باقی رہے مؤلفۃ القلوب سو ان کا دینا بھی بہت تھا کیونکہ کفر کا زور تھا اور مسلمان کمزور تھے۔ اور اس لئے ان کو دینا پڑتا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا نہ دیں یا ان کے دینے سے ان کی مدد کرنے والے بن جائیں۔ پھر اس سے ان کا مقصود اسلام کی محبت پیدا کرنا ہوتا تھا۔ اور اس لئے جب اسلام کو غلبہ ہو گیا اور مسلمان بکثرت ہو گئے۔ اس واسطے اب مؤلفۃ القلوب کا حصہ ہی ساقط ہو گیا۔ الغرض مؤلفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا و مساکین وغیرہم ہی کا دینا تھا۔ کیونکہ ان کا دینا ان کے حق میں مفید ہوتا تھا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ دینے والے کی محبت لینے والے کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونے سے ان کے دل میں جمال آئی۔

اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بکثرت ہو گئی۔ اس واسطے اب مؤلفۃ القلوب کا حصہ ہی ساقط ہو گیا۔ الغرض مؤلفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا و مساکین وغیرہم ہی کا دینا تھا۔ کیونکہ ان کا دینا ان کے حق میں مفید ہوتا تھا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ دینے والے کی محبت لینے والے کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونے سے ان کے دل میں جمال آئی۔

اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بکثرت ہو گئی۔ اس واسطے اب مؤلفۃ القلوب کا حصہ ہی ساقط ہو گیا۔ الغرض مؤلفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا و مساکین وغیرہم ہی کا دینا تھا۔ کیونکہ ان کا دینا ان کے حق میں مفید ہوتا تھا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ دینے والے کی محبت لینے والے کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونے سے ان کے دل میں جمال آئی۔

معہذا اُس زمانہ کے فقرا اور مساکین اسلام کے فقرو مسکنت کی وجہ سے کفار کی مخالفت ہوئی تھی سو ان کو کچھ دے کر اپنا موافق دل کر لینا کو یا فقرا و مساکین کو دینا ہے۔ کیونکہ داد و دہش سے فقرار کا فقر رفع ہو جاتا ہے۔ وہ بات یہاں کی نکلی۔ ان وجوہ سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الفرقہ استحقاق صدقات میں صرف کی جانب قطعاً مضاف ہوتا ہے۔ آپ کی ان کی طرف سے دعوی اور طلب گاری نہیں ہو سکتی۔ ہاں خدا کی طرف سے حکم جو امر وجودی ہے منشار استحقاق ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کی طرف سے سوال اور مواخذہ ہوتا ہے۔ اور زکوٰۃ کو جن خداوندی کہتے ہیں گو فقرا و مساکین کی طرف بھی مجازاً منسوب کر دیں۔

جب یہ بات متحقق ہو چکی تو اب سنئے کہ اموال فے میں سوا اطعام اللہ وسلم کی جانب کسی ایسے امر وجودی کا ہونا جو منشار استحقاق ہو سکے ظاہر نہیں ہے۔ فرض آپ کا کفار کی جانب سے آنا اتار دعوت کی کوئی صورت نہیں ہے کا احتمال تھا سو اُس کو بھی جناب باری تعالیٰ نے اپنا حق فرما کر رفع کر دیا تو اب بجز اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق اس فرقہ خاص کو کوئی وجہ تعین نہیں پڑتی۔ اور یہی وجہ مفہوم ہوتی ہے کہ خدا نے کریم نے مال فے کو مستحقین کی طرف منسوب نہیں فرمایا بلکہ لفظ اللہ کو اپنی ہی طرف نسبت کیا۔ اور اس لئے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سہم ساقط ہو جائے۔ چنانچہ مذہب اکثر اہل حق اہلسنت و شیعہ جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے لئے بجز ہ کرتے ہیں کہ مذہب آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے جس صورت میں فقط اللہ ہے تو خداوند کریم کے اس مال کو کفار کے قبضہ سے نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت سے مکیت ثابت نہ ہوئی چنانچہ بدلالۃ مالک یہ بات ذکر ہو چکا اور پھر کوئی صورت استحقاق کی بھی نہیں۔ تو بجز اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معارف مال فئے ہوں کیا کہیے۔

آیت افاء اللہ کے لغوی فوائد بہرحال آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ میں افاء لغۃ بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو تو ضرر تمکہ میں متاہیں ہے۔ بارے مخالف نہیں۔ بلکہ اوہ موید ہے اور اگر بخلاف ظاہر من کو بیانیہ کہیے تو پھر ما میں موصولہ ہوگا جو عموم پر دلالۃ کرے۔ اور تمام فئے ملوک سول اللہ فی الزمہ حکم ہو۔ بلکہ موصوفہ ہوگا۔ ورنہ لازم آئے کہ ان فئے ما ملکت یمین منحصر ہو۔ اور ہوا رما ملکت اور کچھ نہ ہو الفرض اگر من بیانیہ ہو تب بھی ہمارے خلاف نہیں۔ غایت مافی الباب یہ ہمارے لیے دلیل بن نہ ہو یہ سارا جگڑا تو اس صورت پر ہے کہ افاء فئے بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو۔ اور وہ ضرر تمکہ افاء بمعنی اعادت اور رد کے ہو اور معنی یہ ہو کہ خداوند کریم نے اپنے رسول کو کفار سے جنگ کرکے اموال انکے ہاتھوں ڈالدیا۔ تو پھر یہ مال کیونکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس آیت میں کوئی دلیل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ مال غنیمت لڑائی میں دشمنوں سے بن پڑتے ہیں۔

فئے کی تعیین اور حق دینے کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ شاید مراد اس اصطلاح کا ہو جب ہے تو آیۃ سورۂ حشر اس میں ناظر ہے اس رسول کے قول کی جو اس آیت میں ہے ما افاء اللہ ہے۔ سورۂ حشر سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ چنانچہ اتقان میں ابن خریس کی روایت سے باب ترتیب نزول میں سورۂ حشر کے تذکرہ میں گذر چکا ہے۔ اس میں یہ ترتیب مذکور ہے۔ پھر سورۂ حشر میں گذر چکا ہے کہ فئے کی تعیین اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے۔ کیونکہ شرط فئے بمعنی اصطلاحی یہ ہے کہ بغیر قتال و جنگ کے مال ہاتھ آئے۔ یہ لفظ اور یہ قید سورۂ حشر سے اٹھ گئی ہے۔ اگر فئے کے معنی میں یہ بات داخل ہوتی تو اس آیت کی بنا پر جو یہاں ہے غنیمت کے لیے اختیار کے لیے سکتے

اجملہ ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم الخ کے معنی ایک لفظ زر میں بند جیسے جہاد میں تمام جامد و اموالہم و انفسہم فی سبیل اللہ کے معنی داخل کر لیے ہیں۔ الغرض جب آیۃ سورۂ حشر میں ہو ما خذ اصطلاح و کثرت خود افادہ بھی لغوی ہو۔ تو جو آیت اس سے پہلے نازل ہوگی اس میں اضافہ بھی اصطلاحی کیونکر ہوگا۔

اب بفضلہ تعالیٰ جملہ مراتب متعلقہ آیت مافی رالخ و فرقت بالا اور ہر فہیم غیر فہیم کے نزدیک یہ بات متحقق ہو گئی کہ فدک صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھا۔ اس میں ہبہ کی قابلیت اور نہ اس میں میراث جاری ہو سکے۔ اور یہ بھی متیقن ہو گیا کہ روایت ہبہ فدک باشیوں کے نزدیک دربارہ غصب فدک دلیل کاذب ہے محض افترا اور بہتان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ممکن ہی نہیں آسکتا کہ مال غیر مملوک کا دینا کسی کو بطور ہبہ حوالہ کر دیں۔

آنحضرت سے فہم قرآن میں خطا ہو سکتی تھی کیونکہ اجتہاد کے لئے وحی ہی تھی

ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کا احتمال ہوتا تو یوں ممکن تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کلام اللہ اور کلام اللہ کے دقائق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے؟ جیسے ہم ان کو کلام اللہ کے اشارات سمجھ جائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھیں؟ سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر شیعوں کے نزدیک یہ بات ہوتی ہے۔ ہاں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ ہوتی کوئی امتی ہوتے تو یوں بھی کہہ سکتے کہ اجتہاد تھا کبھی وحی تو ہوتی نہیں ہو سکے۔ یہاں تو یہ صورت کہ اجتہاد بھی ہو تب بھی یہ امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں۔ اور پھر متنبہ نہ ہوں۔

اس صورت میں اگر بالفرض والتقدیر ہم مان لیں کہ فدک واقعی آپ کا تھا اللہ سے اس اشارہ کو کہ فدک ہمارے قبضہ سے نکل نہ جائے نہ سمجھے اور اس وجہ سے برابر غلطی پر رہے کبھی کسی نے متنبہ نہ کیا تب لازم آتا کہ وحی ربانی سے اصلاح اللہ تعالیٰ

اور فلک کو مستدرک فرماتے۔ سو اگر شیعہ اتنی گنجائش پاکر کہ سنیوں سے نزدیک ممکن ہے کہ نبی سے اجتہاد میں خطا ہو جائے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام سے باوجود نبی ہونے کے حکم میں خطا ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود نبی ہونے کے کھیتی کے جانے چنانچہ سورۂ انبیاء میں آیت وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث الخ میں مذکور ہے اس بات پر مشتمل ہے۔ اپنے مذہب سے دست بردار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق کی مذمت میں بول کیے گئے۔ کہ فدک کا مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونا بشہادت کلام اللہ مسلم۔ لیکن ہمیں اس میں بھی شک ہے کہ فدک کو ہبہ میں حضرت نے کیا بہت بہتر یہ ہو کہ بوجہ فعل اجتہادی کلام اللہ کا یہ اشارہ نہ سمجھا ہو۔

آپ یا اپنے مذہب کی تخصیص ہے! سو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ اتنی دور جانے اور اس قسم کی تدقیق کرنے کی کیا ضرورت ہے اس سے سہل تر تقریب یہ بتائے دیتا ہوں کہ ہمارے مذہب کو بھی آپ کے ذمہ لگائے اور اس بات میں ہمارے مناسب حال ہے کہ یہ بات خود اللہ خدا ہی

بھی بخوبی واضح ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ اگر آیت یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہے۔ اور خطاب عام ہے خاص امت ہی کو نہیں۔ تب بھی بہ نسبت ابو بکر صدیق کوئی حرج لازم نہیں آتا کیونکہ آیت یا افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی بہ نسبت فدک وغیرہ اموال فدک کے

ہے۔ چنانچہ واضح ہو گیا۔

یوصیکم اللہ تک کو شامل ہیں

نہیں تخصیص ہوتو یہ معنی ہوں کہ آیت یوصیکم اللہ سے بہ نسبت فدک اور غیر نکلتا تھا لیکن مثل استثنا آیت مذکور کے کسی امر نے فدک و غیرہ کو آیت سے یہ بات یہاں کو سوں پاس کو نہیں پہنچتی کیونکہ آیت یوصیکم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہی ہو گی۔ تو اس متروکہ کو شامل ہوں گے کہ یہ کہ میراث انبیاء نہیں ہوتی ہوا و حوالے ہی نہیں۔ اور مورث تسلیم کرنے کے بعد آپ کی ضرورت پڑتی۔ حدیث نہ تو کوئی کہتے لیکن بہ اللہ اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

یہ دلیل فدک کی بہت ہی اور دلیل | لیکن تاہم کثیر ہوا اور دلیل فی فدک
نہیں ہے۔ ایسے ہی متروکہ نبوی | نکلا حدیث سے ورنہ اس کے

جو دلیل بہ تخصیص فدک ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا آیت نہ ہونا ہے۔ کیونکہ آیت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں شامل نہیں ہوتی بلکہ باطلاق خبر یعنی اور بہت آیتیں ہیں جن کی آپ کی ضرورت پڑتی۔ حدیث نہ تو کوئی کہتے لیکن بہ اللہ اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

اگر بہ حدیث آیت مذکورہ کے بین فی فدک کہتے ہو کہ فدک

دیتے کرتی ہیں اور جو اولاد کی مخالف ہوں گی۔ کیونکہ نہ کوئی نص آیت ان کے
موید ہے جیسا کہ قرینہ غیبت ہوتی ہے خصوص من السبب کثیر پر دلالت کرتا ہے۔
چنانچہ مذکور ہوا مطلق ہے جو کہ مقید ہے۔ اور نہ کوئی اجماع
آیت ان احادیث کے مساوی ہے۔ جیسا کہ آیت ما قال [illegible] حدیث لا نکاح
کے مساوی ہے۔

اس آیت اور روایات | ہاں مخالفہ اس کے کہتے ہیں کہ ایک کا دل چاہتا ہے
میں کل تضاد | اس کی اولاد کی اور نہ گوارا ہے [illegible] کہ
[illegible] اور جناب باری تعالیٰ ہی یہ دعا سکھاتے ہیں [illegible]
[illegible] اور اس کی اولاد کو [illegible] کے بارے میں خود جناب باری تعالیٰ
وصیت فرماتے ہیں۔ پھر جب ان کی اولاد میں [illegible] تو ان کی ولادت
آپ ثابت ہوگی۔ اور اگر اولاد کی [illegible] میں [illegible] کو سنا ہی کی نفی
ہے اور بے سند اور بے دلیل [illegible] نہیں ہو سکتے۔ تو [illegible]
کل [illegible] کی اولاد ہی کو آیت سابقہ یعنی [illegible] کہنا
فرمایا ہے کہ [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible]

دوسرے [illegible] [illegible] [illegible] حضرت یعقوب کی اولاد
کی اولاد تھے ان کو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

یعقوب ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ کے بنی اسرائیل حضرت یعقوب کے بیٹے تو تھے ہی نہیں اولاد کی اولاد تھے وہ بھی کئی پشتوں بعد۔ پھر اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آدمیوں کو خطاب کرکے اس آیت یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان اور نیز اور آیات میں بنی آدم فرمانا حالانکہ حضرت کا ان میں سے کوئی بھی بیٹا نہ تھا۔ اگر تم کہو کہ یہ بنی آدم کہنے سے بنی آدم کی اولاد ہی مراد ہے۔

دوسرے مخالف اسے کہتے ہیں کہ یہ وہی کہ لڑکے اور لڑکی کو ایک حصہ نہیں دیتے اور کبھی بالکل اس حالت میں لڑکوں اور بھائیوں کو بھی میراث نہیں دیتے۔ اور دین کو قائل کرنے کے لئے میراث دیں۔ بشرطیکہ خاوند سے یا فلاں سے قتل کیا ہو۔ حالانکہ قرآن میں ہے کہ ماں باپ اور بہنوں اور بھائیوں کی سب کی تو یہ حکم ہے۔ لڑکی کو اس کی ایک اور دو بیٹیوں کی کچھ تخصیص نہیں۔ اور اس کے جملہ اقوال لایعنی کہ ان سے کسی کا مذہب ثابت ہوتا ہے ہم ہے۔ عوام اور ملا کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

بایں ہمہ اور بھی سب سے بڑے فرزند کو خصوصی حصہ اور اور بھی بہت کچھ (جیسا کہ) باوجود ان عوض دلاتے ہیں۔ اور امام باقر اور جعفر صادق ائمہ سے بھی روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ کے مرنے میں ان کی اور بہنوں کو کچھ نہیں دیا۔ بلکہ سب کا سب آپ ہی رکھ لیا۔ اور ہمارے علماء کا بھی سوائے شیخ صدوق کے کوئی نہیں۔ حالانکہ یہ روایت صریح خلاف قرآن ہے اگر علماء حضرت اگر سب اور ان سب کے کلام مسلم ہوتا ہے اور سب کے کلام حجت نہیں ہوتی۔ جو کچھ انھوں نے کہا ہے ہم کیا ہوگا۔ ہم نے بھی لکھا ہوا اور اور اہل سنت کسی کو سوا رسول کے معصوم نہیں سمجھتے ہیں ان کے ماننے نہ ماننے سے قرآن کا بیان باطل نہیں ہوتا ہے اور

فصل دوم بیان حقوق	واضح کہ فصل مسلم ہے فیما بین جمیع امت کہ حقوق ثابت ہیں

[illegible] سے کوئی ہے اس کے لئے ہے آخر بیویوں احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوص تھے۔ جیسا ان کے دوبارہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائے کی قید نہ ہونی معلوم ہی ہوتی صوم وصال کا آپ کے لئے جائز ہونا امتیوں کے لئے نہ ہونا سب کو معلوم ہے۔ قیاس اور بحث سے امور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کے ساتھ خصوص تھے اور کیونکر ان کو نسخ ہو چکا ہو تو قول یا بدا احتمال نہیں ہوتا اگر اس میں کسی وجہ سے کوئی تخصیص نہ ہوتی ہے تو کسی ایک آدمی کی ہوتی ہے۔

بہرحال جب قول بعض ائمہ کہ وہ اگر بالفرض ہم کو ان کی تعیین معلوم نہ ہو تو ہمیں اختیار ہے جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و اتباع ہیں۔ چنانچہ شیعہ کے نزدیک تو ہم پر کچھ بند ہے۔ بعض وہابیہ کا یہ مقولہ ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] سے بدون اس کے سنے لے۔ تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ یا تَرَکْنَاہُ [illegible] اور جب ان کو اختیار ہوا۔ اور جب ان کو اختیار ہوا تو ہم کو بھی ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہو تو لے لیں۔ اگر نہ ہو تو نہ لیں۔ اور

اتنا قصور ہے کہ انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کوئی راوی بیچ میں نہ تھا۔

ائمہ نے روایت ترک کر دیا خلاف آنحضرت بیان کی ہو تو دو خرابیاں نہ آئیں | اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ ثابت نہیں تو دو خرابیاں لازم آئیں گی اول تو معصوم ہو کر کلام اللہ کے مخالف کیا معصوم کے معنی تو یہی ہیں کہ احکام خداوندی کے خلاف نہ ہو سکے دوسرے اس پر بھی الفاظ نہ لیا امت کے لئے جو یہ حکم فاسد ہے اور یہ دونوں خرابیاں پہلی شق پر بھی برابر وارد ہیں۔ کیونکہ امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ شخصیں کو مخالف کہیے۔ خواہ اس صورت میں مخالفت کہیں نہیں گئی۔ اس میں کوئی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی اور کلام اللہ کے مخالف تو کسی کی بات کیوں نہ ہو قابل شنوائی نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اور تصریحات مسلمہ کو جو بحوالہ مذہب شیعہ مرقوم ہوئی ہیں اور واقع میں تخصیصات نہیں مخالفات ہیں چنانچہ ظاہر ہے۔ ایک طرف دو حدیثیں ہو بلا ایک طرف رہے اور عقل اور نقل آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اس کی چھپیدگی اور مخالفات شیعہ کی مخالفت ظاہر کر کے دونوں کو تولئے۔ اور پھر لیجئے کہ کس طرف پلہ جھکتا ہے؟

الغرض ہر ہر سخن سے شیعوں کی سخن فہمی اور ہر ہر قدم پر ان بزرگوں کی قلت تدبر سے مناسبت معلوم ہوتی جاتی ہے۔ پھر ہر بات پر گرفت کرنے میں کیا کیا باتیں ہوں۔ اور نیز شرم آتی ہے کہ ان بیچاروں کو الزام دے کر کہاں تک شرمائیے۔ اب رہے باقی امور کا جواب لکھنے سے جی رکتا ہے۔ اور یوں خیال آتا ہے کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر طرح پر معلوم ہو گئی تو اہل انصاف اسی سے سمجھ جائیں گے کہ اور باتیں بھی گل کھلائے ہوں گے لیکن یقین سے اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ گو اتنی خرابیاں جو مرقوم ہوئیں۔ مولوی محمد علی صاحب کے خیال سے کہ امور باقیہ کا فاسد ہونا بھی متیقن اور محقق ہو گیا لیکن شائقین کو یہ تردد ہوگا کہ دیکھئے ان کے علاوہ اور کیا کیا وجوہ ہوں؟ اس کے باوجود قلت فرصت و کثرت ضروریات

حرکت کرنی پڑی۔ اس لئے بقرینہ سب دربارہ مخالفت وہ یہ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ اور آیت وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ اور آیت وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کے اپنے مافی الضمیر کو تکلم کے پیچھے کھینچتا ہوں۔

اول قابل لحاظ یہ بات ہے کہ جب آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ میں خطاب مخصوص امت کے لئے ہوا تو اس حدیث ہی کی اہل سنت کو کیا ضرورت پڑی۔ اور کسی کے مال میں میراث جاری ہو کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں تو وراثت جاری ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم میں داخل ہی نہیں۔ بایں ہمہ جب آیت مَا اَفَاءَ اللّٰهُ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جھگڑا ہی تمام ہو گیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا ثابت بھی کرے تب بھی فدک میں تو میراث جاری ہو ہی نہیں سکتی۔

حدیث من شرِ نبیا، کرفا	القصہ اگر بوجہ مخالفت ظاہری جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ	میں ظاہر بینوں کو تعارض معلوم ہوتی ہے۔ حدیث مذکور اگر فرض بھی

ہو جائے تب بھی پھر حرج نہیں۔ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باشارہ آیۃ یوصیکم اللہ ہی اس آیت سے مستثنیٰ ہیں۔ پھر اگر اور انبیاء کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی بھی تو کیا ہرج واقع ہوتا۔ کلام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں ہے نہایت فی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اس کے غلط ہونے سے فدک نہیں مل سکتا ہاں آیت یوصیکم اللہ اگر غلط ہو جائے تو البتہ شیعوں کا کام ٹھنڈا ہو۔

دوسرے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں بھی میراث جاری ہو؟ تب جس چیز میں تنازع ہے یعنی فدک میں بشہادت آیت مَا اَفَاءَ اللّٰهُ میراث جاری نہیں ہو سکتی۔ اب اگر مخالفت بین حدیث و آیات کے ثابت بھی ہو گئی تو حدیث ہی غلط ہو جاوے۔ پیغمبروں کا مطلب تو ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں اگر آیت مَا اَفَاءَ اللّٰهُ پر شبہ خطا کا کیا گیا تو ایمان پر خط کھینچ جائیں تو کیوں نہیں؟ بہرحال بفرض اتہامات براءت

حضرت صدیق اکبر یعنی بایں غرض کہ فدک کا نہ دینا موافق حکم نبوی تھا۔ ہمیں اس میں اس کی ضرورت نہیں کہ حدیث مذکورہ اور آیات مذکورہ میں موافقت ثابت کریں۔ اول مخالفت جو بظاہر نظر آتی ہے اس کو باطل کر کے حدیث مذکور ثابت کریں۔ اس بات میں اشارہ ہو سکتا ہے اور دلالۃ ما انا اللہ کافی ہے۔

فصل

وراثت انبیاء پر بحث۔ کہ وہ مالی ہے | یہ غرض اثبات حدیث صدیق اکبر اس بات سے
یا علمی؟ اور مالی مراد لینے پر خرابیاں | بھی گفتگو کرنی ضروری ہوئی اس لئے نظر متعلقہ

وآخر آیات دال در باب مخالفت حدیث اور آیت وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ داؤد الخ میں گفتگو چھیڑتا ہوں۔ یہ شرط یہ ہے کہ نہ رہے اگر وراثت سے اس آیت میں وراثت مال مراد ہے۔ اور اس وجہ سے حدیث کو اس آیت کے مخالف کہتے ہیں تو دلیل عقلی نہیں۔ آل یعقوب سے یا تو ذات بابرکات حضرت یعقوب علیہ السلام مراد ہیں جنانچہ محاورات عرب میں اکثر پایا جاتا ہے کہ آل فلاں بولتے ہیں اور اس سے خود فلاں مراد ہوتا ہے۔ یا حقیقی معنی مقصود ہوں۔ یعنی آل یعقوب سے اولاد یعقوب مراد ہو۔ بصورت اول تو لازم آئے گا کہ تا دم وفات حضرت زکریا کو مال حضرت یعقوب کا کبھی تقسیم نہ ہوا ہو۔ اور آپ کے حضرت زکریا کے پوتے بڑا کہ میری وفات سے پہلے بھی تقسیم ہو لیا تھا۔

یا بعد اس دعوے کے قبل وفات حضرت زکریا کے تقسیم ہوتا تو پھر جب یہ بات ہے من آل یعقوب کے زیادہ کرانے کی کیا حاجت تھی؟ لفظ یَرِثُنِیْ ہی کافی تھا کیونکہ اس صورت میں وہ مال حضرت زکریا کا ہو چکا۔ اب حضرت یعقوب کا وارث رہا نہ شرعاً۔ حضرت یحییٰ وارث ہوں تو ہر طرح سے حضرت زکریا ہی کے وارث کہلائیں حضرت یعقوب کے وارث نہ کہلائیں گے۔ اس صورت میں لاجرم یَرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ غلط ہو جائے گا۔ اور پکار پکار کے کہے گا کہ حضرت زکریا کی نسبت تو وارث یَرِثُنِیْ میں موجود تھی یہ وارث من آل یعقوب کی کیا ضرورت تھی؟

بہرحال اس صورت میں اس وجہ سے یوں کہنا بنے گا کہ دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذرا اور یا یوں کہ حضرت یعقوب کا مال غیر منقسم ہی رہا۔ سو ایسی بات دیوانوں کے سینے کی ہے۔ عاقلوں کے کانوں میں تو ایسی نامعقول باتوں کی سمائی نہیں۔ کون کہہ دے گا کہ دو ہزار سال سے زیادہ ایک شخص فاضل کا مال باوجود اس کثرت اولاد کے کہ شاید کسی کی نہ ہوتی ہو غیر منقسم رکھا رہا ہو۔ اور اگر آں یعقوب سے حقیقی معنی مراد ہوں اولاد یعقوب مراد ہو۔ تو یعنی ہوں کہ حضرت کی تمام اسرائیل کے ولایت ہوں۔ جو کہ ولد کے کہنے سے متبادر ہوتے ہیں۔ اور پھر ان ہر حضرت کی تمام احیاء و اموات سے ایسا رشتہ و قرابت رکھتے ہوں جو موجب وراثت ہو سکے۔

"ہذا بیان من عند ربہ کہ اس زمانہ کے بنی اسرائیل میں جو زندہ ہوں وہ لاجرم حضرت یعقوب کے ساتھ ملحق ہو جائیں۔ تاکہ وارث ہو حضرت کے کہ یرثنی من آل یعقوب اس پر دلالت کرتا ہے ظاہر میں آئے۔ سو یہ بات بھی ایسی ہے کہ آگے بڑھنے نہیں پاتی ہے۔ بجز اس کے کہ ان عبارات کے ایسے معنی سے نکلنے پر دستی اور بے ہودہ بکنے اور کہنے پر کوئی عاقل کے تقید میں یہ بات نہیں آسکتی کہ ایسے امور بے معنی میں آئیں۔ اور پھر کوئی دانا ہی ایسی نامعقول تحائیں کرے۔ پھر بھی کہ حضرت زکریا انبیاء کی تہ دل ذہین لیتے ہیں سب مانتے ہیں اور پھر ان ہی کی زبان کہ جناب باری تعالیٰ ایسی بے ہودہ باتوں کو اپنے ایسے کلام پاک میں نقل فرماتا کہ جس کی بابت وحی نبوت کا شہرہ آسمان سے زمین تک پہنچا۔

غایت مافی الباب کوئی بات کہے تو یوں بنائے کہ من کل واحد من آل یعقوب اگر فرماتے تو یہ احتمال ہو سکتا۔ اور فقط من آل یعقوب سے تو سب بنی اسرائیل کے مال کی وراثت لازم نہیں آتی۔ کیا اہل انصاف سمجھتے ہیں کہ اگر معنی ہوں کہ بنی اسرائیل میں سے ہر فرد بشر کی وراثت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دو کی وراثت کی کافی ہے تو اتنی بات تو بدیہی میں موجود تھی۔ اس قدر بات بتلانے سے کیا حاصل ہوا؟ حالانکہ ایسے مواقع میں بحکم محاورۃ تمام افراد کی

مراد ہوتے ہیں۔

اسی شیعوں کا اس آیت کو وراثت پر محمول کرکے اجماع لغت عرب و نکاح صدقہ حضرت ابوبکر صدیق اور پیروان حضرت صدیق پر طعن کرنا بینہ ایسا قریب ہے جیسے ناک والوں پر ہنسیں جس فرقہ کے علماء کی فہم و فراست اور خوش فہمی اس درجہ کو ہو تو ایسا کہ تو کچھ نہ پوچھئے۔ ان کی عقل سے تو بیشک بعید ہی بڑی ہوگی۔ صد حیف کہ حضرت زکریا نے مقام دعا میں دو لفظ فرمائے ہیں ایک تو وَلِيًّا دوسرے يَرِثُنِي الرراث سے فرزند محبوب ہے تب یرثنی بیکار اور لغو گفتار ہے بیٹا آپ وارث ہوا کرتا ہے۔ ایسا کون فرزند ہوتا ہے جو قابلیت وراثت نہ رکھتا ہو۔ اور اگر یَرِثُنِي کی قید سے غرض ہو تو ایسے اوصاف اس میں پیدا نہ ہوں جو مانع وراثت ہوں مثلاً کافر نہ ہو۔ قاتل نہ ہو۔ کیونکہ کافر اور قاتل میت کے وارث نہیں ہوتے تب بھی اس کی کچھ بحث نہ تھی اس لئے کہ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا آگے موجود ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ولی بھی دے تو ایسا دے جو تیری مرضی کے موافق ہو۔

باقی رہا یہ احتمال کہ یَرِثُنِي کی قید اس لئے بڑھائی کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سامنے ہی مر جائے۔ تو یہ احتمال اسی کو ہوا ہے جو نور قرآن اور علم قرآن سے بے بہرہ ہے اسی دعا میں یہ الفاظ موجود ہیں اِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَائِي جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ مجھے اپنے بعد کا اندیشہ ہے اس اندیشہ کے سبب ولی طلب کرتا ہوں۔ پھر اس دعا میں یہ بات صاف موجود ہے کہ دیدے تو ایسا جو ابھی زندہ رہے۔ معہذا لفظ ولی تو آپ ہی کہیں گے جو ولی ہو وہ تو زندہ ہوگا۔ اس مضمون کو حضرت زکریا کے بعد تک زندہ رہنا آپ لازم ہے۔

اور ان سب خرابیوں سے قطع نظر کیجئے۔ وراثت مالی کے ہونے کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ کہ اس صورت میں حضرت زکریا کے منصب نبوت کو بٹا لگتا ہے۔ ان کا اتنا خیال کہ بیٹے جی تو رہتا ہی۔ مرنے کے بعد کا بھی ایسی سے بہتر بندوبست ہے۔ اتنی دیر اس قدر کہ خدا سے بھی کچھ شرم نہیں۔ یہاں تک کہ خود جناب باری جو سے یہ بات

کہ اس کے برتنے کے لئے فرزند عنایت کر۔ پہلے درجہ کے دنیا داروں اور محبانِ دنیا کا کام ہے نہ کہ انبیاء کا۔ اور ان میں سے بھی حضرت زکریا کا جو آزادگی اور دارستگی میں مشہور تھے۔ استغفر اللہ شیعہ بھی کس قدر بہکے ہوئے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ انبیاء کو بھی نہیں چھوڑتے۔ انبیاء کی یہ لوگ کیا قدر جانیں؟ ان کی ہمت بلند کے سامنے تو تمام متاع دنیا مینگنی کے برابر ہے۔ پھر ان میں سے حضرت زکریا جیسے بے تعلق۔ وہ ایک قدر قلیل متاع دنیا کے لئے کیا اس قدر بیتاب و بیدست کرتے؟ اور وہ بھی اتنا کہ خدا تک نوبت نہ پہنچے۔ اور وہ بھی اس اہتمام سے کہ اول تمام مراتب اپنے استحقاق کے جس سے خدا انہ دوا قبول ہی کرنی پڑے۔ بیان کئے جائیں۔

کیونکہ یہ کہتے ہیں تو یہ ہے انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال بیقراری اور بے تابی اور ضرورت فرزند ثابت ہو جائے۔ تاکہ کچھ توقف نہ ہو۔ سبحان اللہ نبی نہ ہوئے دنیا دار ہوئے۔ اتنی دیر کی تو انہیں بھی نہیں سوجھتی جن کی رگ رگ میں محبت دنیا رچی ہوئی ہے۔ اور شب و روز اسی دھیان گیان میں رہتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر حضرت زکریا کو یہ اندیشہ تھا۔ کہ ان کے بعد بنی اعمام ان کے مال کو ان کے بعد بیجا اور بے موقع صرف نہ کریں۔ تو اول تو یہ اندیشہ ہی بیجا ہے کیونکہ نقل مشہور ہے آپ ہوئے جگ ہنسائی مرے کے بعد کفن سیاہ کیے یا سفید مردہ کو کیا اندیشہ؟ بعد مرنے کوئی مواخذہ کی صورت ہی نہیں۔ اور اس پر اسے رفع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس اندیشہ کی تدبیر اور تدبیر بھی وہ عمدہ کہ درصورت تبدیلیت دنیا نہ بات ہرگز نہیں۔ خود ان کے ہاتھ میں موجود تھی۔ یعنی اپنے ہاتھ سے تمام اموال خدا کی راہ میں لٹا جاتے۔ جو اس خوف سے بھی بچت ہو جاتی اور ذریعہ مزید ثواب آخرت کا بھی میسر آتا۔ فرزند اگر نیک بھی ہو اور اس نے مال کو خدا کی راہ میں صرف بھی کیا تو مردہ کو کیا؟ وہ مال اب فرزند کا ہو گیا ثواب دینے والے نے اس کو اختیار دیا۔

باقی رہی یہ بات کہ ایک دفعہ مال کے ہاتھ سے دینے میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر بیاتفاق ہاتھ خالی باقی نکلی تو پھر اپنا گذارا مشکل ہے۔ سو اس کی یہ صورت ہے کہ اگر ایسی

ہی بے خبری اور اس بات کی پابندی تھی۔ اور باوجود نبوت آگاہی و خبرداری تو انبیاء کو ان کی موت کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ وقت الہام موت سب کچھ کر لیتے اور وارثان برزخ کے لئے کڑی نہ چھوڑتے۔ التہ نظر بروجہ مذکور وَرِثَ مِنْ آلِ یعقوب سے وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی۔

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ میں وراثت مالی مراد نہیں	علی ہذا القیاس آیت وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ میں بھی وراثت مالی مراد نہیں بلکہ مطلق وراثت مراد ہے۔ گویا یہ فرمان کہ

یہ مقدر ہو کہ یہاں عقل ہی نہ دار د ہے۔ تو البتہ یہ مقدر ہے۔ اگر عقل ہو تو اس قدر اور مقدر ہے کہ باتفاق مؤرخین و اہل تواریخ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے۔ ایک حضرت سلیمان اور باقی دوسرے۔ پس اگر وراثت ہوتے تو سب ہی ہوتے۔ حالانکہ بطور خصوصیت جناب باری تعالیٰ کا ارشاد فرمانا کہ حضرت داؤد کے حضرت سلیمان وارث ہوئے اس بات کو مقتضی ہے۔ کہ حضرت داؤد کے وارث فقط حضرت سلیمان ہی تھے۔ اور بھائیوں کی شرکت نہ تھی۔ اور یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ سب بیٹے باپ کے مال کے وارث ہوا کرتے ہیں۔ پھر اس بات کے بیان کرنے سے کیا حاصل نکلا۔ جو جناب باری تعالیٰ نے اس تصریح کو یاد فرمایا۔ ایسی لغو بیہودہ باتیں خداوند تعالیٰ کے کلام میں نہیں ہو سکتیں۔

دلیل دوم ایسی بات کے بیان کرنے میں جس میں تمام عالم کی بہتری ہو کیا بزرگی ہے جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں ذکر فرمایا۔ اور مقام تعریف میں جبکہ سیاق و سباق سے ظاہر ہو کہ وجہ مذکورہ یہاں بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی۔ جب بڑا کمال وارث اس سے اطمینان ہوا کہ ہر چیز باوا دادا وراثت مالی مراد نہیں۔ تو یہ تردد ہوا کہ ایسی کیا مراد بزرگی ہے اس بات کے اطمینان کے لئے اول آیت حضرات ائمہ کی زبان پر ہے ادھر سے یہ جواب ہے اِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ لَنَا لَمَا یَرِثُ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ کے وَرِثَ سُلَیْمَانُ یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔ اور حضرت

پر معطوف ہونے کو برا نہ کریں۔ تو در صورتیکہ جملہ و قال عن وراثۃ ما ورث ہو معطوف ہو تو اس ارتباط سے یہ بات نکلتی ہے کہ وَرِثَ میں وراثت علمی مراد ہے۔ ورنہ جملوں میں عطف کے کیا معنے؟ جس نے منصفانہ اور عقل کی کچھ بھی بو سونگھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اگر وراثت سے وراثت علمی مراد نہ ہو تو عطف کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ بہ جائیکہ مذہب فصاحت و بلاغت ہو۔ اور اگر ہو تو ہے اس صورت میں ان دونوں تینوں جملوں میں عطف کا ہونا بعینہٖ ایسا ہے جیسا زاغ کے ساتھ طول کو ایک قفس میں بند کر دیں۔

اور جملہ ورث جرما بین اپنے ماقبل اور مابعد کے داخل ہے اس کی یہ صورت ہو گی۔ جیسے کہا کرتے ہیں بیاض میں بیع کا لیکھا۔ ایسی غیر ملائم ترکیب اللہ کی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ شانہ کی شان رفیع سے یہ بات محال ہے۔ کہ ایسی نازیبا گفتگو کرے۔ ہاں اگر ایسے مواقع میں محاورات عرب میں نظر و فکر نہ کرے تو البتہ ہی اجملہ بائے تامل تھی۔ خیر طبیبوں کو شاید عجز ہو پر محاورات کو معلوم ہے۔ کہ محاورات ساکنان عرب آدر کنار خود کلام ربانی میں جو اب فصاحت و بلاغت کے نزدیک عربی زبان میں کوئی کتاب یا کوئی عبارت ہم سنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی۔ بہت مواقع میں وراثت سے دانش مراد ہے یہاں تک کہ وراثت مالی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔

کلام اللہ میں وراثت کا صرف ملک کے کثرت سے استعمال ہے

ایک جا فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا جس کا مطلب ہے کہ ہم نے وارث کیا کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو ہم نے چن لیا۔ دوسری جا ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْکِتٰبَ اس سے بھی وراثت کتاب یعنی علم کتاب مراد ہے۔ مگر شاید خوش فہمی نہ ہو کہ یہاں احتمال ہو کہ کتاب بھی مال ہے اور شاید وراثت مال ہی یہاں بھی مراد ہو۔ تو اگر ایسا احتمال کے دفع کے لئے کاغذ کے سیاہ کرنے میں اپنا ناحق کا نقصان ہے۔

بلحاظ قدر مہم شیعہ ناچار کچھ اشارہ ضروری ہوا۔

اس لئے معروف ہے کہ اول آیتیں قولہ عِبَادَنَا کے فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ الخ ہے اور دوسری آیتیں بعد کتاب بیشک یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی ہے سو تفریع فَخَلَفَ سے تو یوں ظاہر ہے کہ علماء کتاب کے بعد باعتبار عمل کے ان کے تین حال ہو گئے۔ کوئی ظالم رہا۔ کوئی مقتصد۔ کوئی سابق۔ سو عمل علم پر متفرع ہوتے ہے نہ کہ اوراق اوپر کتاب پر۔ اور یَخْتَلِسُوْنَ کا مخاطب ہے کہ ان کو کتاب کہاں دی ہے کہ لے لیں گے یعنی ثبوت لیکر اور کی رضی کے موافق مسئلے غلط بتانے لگے چنانچہ قرینہ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اس بات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ ثبوت لیکر غلط مسائل بتانے بے علم کے نہیں ہو سکتے۔ بہرحال اکثر مواقع میں اخذ وراثت سے وراثت علمی مراد ہے۔ سو اس استدلال کی بھی گنجائش نہیں کہ ہمیں کو علم سے کیا علاقہ۔؟

کلام اللہ میں وارث بمعنی قائم مقام

ہاں شاید کسی عرفی خیال سے تمام بنی آدم کے جی میں یہ کھٹکے کہ وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی۔ پس وارث کے معنی حقیقی چھوڑ کر بضرورت معنی مجازی لینے درست نہیں البتہ اگر ضرورت ہوتی تو مضائقہ بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ گذارش یہ ہے کہ معنی معروف وراثت کے معنی حقیقی ہونا اور علم میں مجاز متصل ہونا ہی اول تو مسلّم نہیں علم میں بھی مثل مالی وراثت ! اپنے معنی حقیقی پر ہی رہتی ہے۔ الغرض وراثت کے معنی حقیقی دونوں کو عام ہے اور ظاہر ہے اور معنی قائم مقام ہونے کے قریب قریب ہیں بلکہ اگر بمعنی جانشین ہو جانے کے کہئے تو اور بھی انسب اور اولیٰ ہے۔ چنانچہ ظاہر ہو جائے گا۔ پر بسبب کثرت استعمال کے صرف فقہا میں معنی معروف خاص ہو گیا ہے۔ ورنہ حقیقت وراثت کا اطلاق وراثت علم اور وراثت منصب دونوں پر لیا ہی صحیح اور درست ہے جیسا کہ وراثت مالی پر۔

اور دلیل اس بات کی (کہ معنی خاص لیتے) وراثت مال میں یہ لفظ معروف ہو گیا ہے

اور اس سے قریب تر تمام ہونے والا ادا ہو رہا ہے کہ
کلالہ معروف ہے اور بعد کے [illegible]
ہے کہ وہاں وراثت [illegible]
میراث [illegible]
قرابت [illegible]
جن [illegible]
دیکھ [illegible]
اگر [illegible]
کیا ہم نے ان لوگوں کو جو کہ [illegible]
جو کہ [illegible]
جن سے [illegible]
اسلام [illegible]
گزشتہ [illegible]
کی میراث [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بمعنی معروف ہے۔

[illegible]

وراثت کی تقسیم

[illegible]

چھین لیا۔

بلکہ اقسام منقولات میں سے ہوتی ہیں۔ تو لازم معنی حقیقی اندر ہی ہوں گے۔ سو اگر وہی ہوں جو میں نے عرض کئے تو فبہا ورنہ جو کچھ ہوں وہی ہیں۔ ہاں اتنا مطلب ہے کہ وراثت بمعنی مصروف فی حقیقی نہیں بمعنی اصطلاحی ہے۔

اب سنئے کہ باوجود اصطلاح کے پھر اصطلاح کی ایسی غالب نہیں کہ معنی حقیقی پر ترجیح ہو۔ کیونکہ کلام اللہ میں اکثر مواقع میں معنی اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں ہوتا بہت ہی کم ایسے مواقع ہیں کہ بظاہر وہاں معنی اصطلاحی کا احتمال ہو۔ اور تم سے کہیے تو بجز ان آیتوں کے جو متمسک شیعہ ہیں اور کوئی آیت نہ نکلے گی اور یہ ظاہر ہے کہ ان آیتوں میں بھی احتمال ہی احتمال ہے۔ اور پھر احتمال بھی ایسا کہ غور سے دیکھئے تو وہ احتمال ہی محال ہے۔ چنانچہ عنقریب واضح ہوگا۔ پھر کون سی ضرورت ہے کہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی منقول مراد لیجئے؟ ہاں اگر قرائن کی خود اس امر کی مقتضی ہوتی۔ اور مثل سوم و صلوٰۃ معنی اصلی مراد نہ ہوا کرتا تو ایک بات بھی تھی۔ اس تقریر اخیر سے متعلق ہو گیا کہ وراثت علمی اور وراثت مالی دونوں معنی مجازی ہیں یعنی معنی غیر حقیقی ہے۔

وراثت علمی اگر معنی مجازی ہی ہو تو مجاز متعارف ہے

اور سمجھا کہ وراثت بمعنی مصروف وراثت حقیقی ہے اور وراثت علمی وراثت مجازی لیکن مجاز متعارف اور مجاز مشہور خصوصاً استعمالات قرآن میں یہاں تک کہ حقیقت اور معنی حقیقی کی برابر ہمسر ہے۔ چنانچہ دو آیتیں اس بات کی شاہد مذکور ہو چکی ہیں ایک ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا دوسری فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں وراثت علمی پر بے تکلف دلالت کرتی ہیں۔ پھر تامل اور توقف کی نوبت نہیں پیش آتی۔ اور ایسا مجاز متعارف کے معنی ہیں کہ ایسا مجاز حقیقت سے کم نہیں ہوتا۔ بولوں کہ ایسے کہ بے ضرورت معنی مجازی مراد لیے درست نہیں۔ اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تب بھی بات ہاتھ سے کہیں نہیں گئی۔ اس لئے کہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں

باوجود قرائن کے معنی مجازی کے مراد لینے میں کچھ دشواری نہیں بلکہ وقت قرائن دالہ معنی حقیقی کا چھوڑ دینا اور معنی مجازی کا مراد لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ نہیں تو پھر معنی مجازی کے استعمال کی کوئی صورت نہ ہو۔

مدعا اول تو حدیث کلینی سے بڑھ کر اور کونسی دلیل معنی حقیقی کے چھوڑنے اور معنی مجازی کے مراد لینے کی ہمگی علاوہ بریں اور بھی قرائن عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہوئے پھر اب بھی اگر معنی مجازی ضروری نہ ہوں تو مرکب ہوں گے؟

کلینی کی ایک روایت جس میں وراثت علی کی صراحت ہے

اور بایں ہمہ اور ایک ایسی دلیل ہے جس سے وراثت نہ ہی کا آیت وَرِثَ میں بلکہ آیت وَهَبْ لِيْ الخ میں بھی مراد نہ ہونا اور وراثت علمی کا دونوں آیتوں میں مراد ہونا بتصریح ثابت ہو جائے اور شیعوں کو بھی اس کے انکار میں مجال دم زدن نہ ہو۔ ہمارے پاس موجود ہے اتنی سوائے آیت مذکورہ کے۔ ایک دوسری روایت کلینی ہی کی جس کو شیعوں کو بھی بسر و چشم ہی رکھنا پڑے۔ اور درباب مطلب مذکور روایت سابق سے زیادہ کافی وافی ہے۔ اپنے پیش نظر ہے بفرض دندان شکنی شیعہ اس روایت کو زیب اوراق کرتا ہوں۔

روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی عبد اللہ جعفر ابن محمد الصادق علیہ السلام انہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ حظا وافرا۔

مطلب یہ ہے کہ انبیاء نے درہم و دینار کسی کو نہیں دیا ہے ابوالبقر کے واسطے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں اور اس سبب سے کہ انبیاء نے درہم و دینار کسی کو نہیں دیا ہے اور ایک حدیث ان سے کہ میراث میں چھوڑی ہے پس جس نے کوئی حدیث

جو میراث میں چھوڑا ہے تو چند باتیں ہیں جن باتوں میں سے کچھ آسان ہیں اور
جس نے کچھ باتوں میں سے لیا اگر اس نے بڑا [illegible]
اس روایت سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ائمہ کے مال کا کوئی وارث نہیں ہے سوائے
خلیفہ کے البتہ اولاد وراثت پا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ
حضرت [illegible] کے روایت کرتے ہیں۔ اگر اس روایت کو [illegible]
اور دیگر احادیث جو [illegible] تو یہ روایت [illegible] کہ وہ روایت صحیح ہے تو یہ روایت صادق ہے۔ اور جو [illegible] کی اس
کب پسند آتی ہے؟ اس روایت کو [illegible]
تو یہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق سے بھی برگشتہ ہو گئے [illegible]
ان کے کہنے کو [illegible] اس بات میں ان کو [illegible]
اگر دین سے خارج ہوتی تو صحابہ کرام [illegible]
یہ کہہ دیا حضرت امام [illegible] کا قول ہمارے لئے حجت ہے اس
ان کی بات [illegible]

الحاصل بشہادت کرامات ہوا قرار [illegible] ہے۔ غایۃ ما
[illegible] ایک [illegible] اس [illegible]
نے سوائے [illegible] کے کوئی [illegible]
لاجرم دونوں آیتوں میں [illegible] ہوگی۔ اور اس بات [illegible]
اختیار ہے کہ [illegible] قبول کرے تو [illegible]
حقیقی کہیں تو [illegible]
اگر [illegible]
چنانچہ [illegible]
مراد ہونا [illegible] مذکور ہوا۔ اور [illegible]
وراثت کی [illegible]

تب بھی عین حق وصواب ہے۔

بلکہ اگر بالفرض یہ آیت خاص اور غلط ہے اور آیۃ اولاد کی رو سے غیر وارث بہرحال آیت وَرِثَہٗ میں بہ قرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد نہ ہونا ثابت اور متحقق ہو گیا تھا۔ ویسے ہی اب بوجود دلائل مذکورہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علم وغیرہ اس آیت کریمہ میں مراد ہے تاکہ آیت وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ میں وراثت مالی مراد نہیں۔ اب بشہادت روایت ثانی کیسی یہ ثابت ہوا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ وراثت علم مراد ہے جس کا ظاہر ہے۔ اور بعد ادائے شہادت اس روایت کے اس کی حاجت نہ رہی کہ قرائن اس بات کے بیان کئے جاویں کہ یہاں آیت وَهَبْ لِيْ میں بقرینہ آیت وَرِثَ وراثت علم ہی مراد ہے کیونکہ روایت مذکورہ سے بڑھ کر شیعوں کے حق میں اور کونسی دلیل درکار ہے؟

کی جوتی انہیں کا سر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آتا ہو۔ لیکن یہاں یہی معنی مراد نہیں۔ کیونکہ موالی کے ساتھ لفظ من خذا فی بولا ہوا ہے۔ وہ بے اس کے کہ موالی سے معنی مذکور ہی مراد ہوں کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ترجمہ مرقوم ہے۔

اعنی اپنے بنی اعمام اور اقربا سے اندیشہ ہے یعنی یہ ڈر ہے کہ لوگ نبوت کے لائق نہیں، اگر وہ لوگ میرے جانشین ہوئے تو ان سے ہدایت اٹھ جائے گی تو معصوم۔ الٰہی تبدیل اور تغیر کا ہے اور اپنی اولاد ہونے کی توقع نہیں۔ ہاں امید ہو کہ شاید کوئی فرزند لائق پیدا ہو جائے۔ کیونکہ میں [illegible] اس لئے یہ عرض ہے کہ مجھ ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا اور [illegible] آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔ اور اس کو اپنی مرضی کے موافق [illegible]

ظاہر ہے کہ سیاق میں موالی کے معنی بجز قرائن مقامیہ [illegible] نہیں ہو سکتے لہٰذا جرم دلیل یہی جو اسی مادہ سے مشتق ہے بمعنی ولیہ اور [illegible] محال ہے بمعنی فرزند ہو تو موالی بھی بمعنی فرزندان ہی ہوگا۔ اور یہ ہے کہ حضرت زکریا کے اول تو کوئی فرزند تھا ہی نہیں۔ دوسرے اگر ہو تو بھی فرزند کس سے تھی۔ وراثت کے قابل سب ہی فرزند ہوتے ہیں نیک ہوں یا بد۔

باقی رہا مضمون پسندیدہ الٰہی ہونے کا۔ اگر بالفرض بفرض محال کوئی فرزند بدکردار ہی تھا؟ اور اسی لئے دوسرے فرزند نیک کی التجا کی تھی۔ تو اس کے حق میں یہ دعا کیوں نہ فرمائی؟ اور موالی کے لئے جو دعا فرمائی تو یہ بات کہ تمام برادری بلکہ تمام کنبہ کے ساتھ آدمی کو ایسی محبت نہیں ہوتی جو اپنے لئے خواہ مخواہ دعا ایسے تو دل سے نکلے۔ یہ معاملہ اگر ہوتا بھی تو اپنی ہی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اس کو بدکردار دیکھے تو خواہ مخواہ [illegible] اصلاح کی دعا بے اختیار دل سے نکلے لیکن غیروں کے بارے میں [illegible] حضرت زکریا علیہ السلام کی استدعا کے وقت تک کوئی فرزند نہ تھا۔ تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہیں کہ [illegible] جانشین ہوتے ہیں۔

دعیان تھا کیونکہ یہ جملہ ابتدا بغیر ہی کی طلب گاری کی علت ہے۔ کیونکہ عاقل
جس ابتدا ہر یہ ہیں کہ میرے آخر زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کوئی جانشین ہی
ہی۔ اور جب جانشین کوئی غیر ہو تو وراثت منتفی ہو آیت میں وراثت علمی
اور وراثت مالی کچھ نہ ہو گی۔

اور یہ بھی نہ ہی جب وہ ولی یعنی جانشین ہوا تو وراثت سے وراثت علمی ہی مراد
ہو گی وہ اپنا ہو یا نبی۔ اور یہ وہ کچھ مستبعد نہیں کیونکہ جیسے علمائے دنیا اور اہل
دنیا فرزند اور خلف رشید کے جاب گزر ہتے ہیں۔ ایسے ہی ارباب علم و فضل اور
مرشدان صاحب کمال کو خلیفہ اشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہے۔ بلکہ
ایسے لوگوں سے تمنائے فرزند البتہ مستبعد ہے۔ اور یہ جو بعض مواقع
میں حضرت زکریا سے دعا میں بجائے ولی لفظ ذریۃ جو باتفاق بحق
اولاد ہے کلام اللہ میں منقول ہے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ سورۂ مریم میں بھی اس
دعا سے اولاد ہی مطلوب ہو۔ اس لئے کہ مکرر سہ کرر دعا کا اتفاق ہوا ہو۔

سورۂ مریم میں جس دعا کا ذکر ہے اس دعا کے وقت تک بسبب اس کے
کہ اولاد کی طرف سے مایوس تھے۔ جانشین ہی کی تمنا ہو۔ مگر کہ تو اس سبب سے
کہ مایوس کر اسی چیز کی تمنا ہوتی ہے جس کی طرف سے مایوس ہو نہیں تو مایوس ہے
کیوں ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس آیت کی آیات جیب اور عادات نے اور جناب زکریا
حضرت زکریا علیہ السلام کی تمنا پیدا کر دی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ فرزند حقیقی وارث
عادۃً فرزند ہوتا ہے کہ اس دعا کے بعد قبل قبولیت جب حضرت مریم کو دیکھا ہو کہ
بلا تخم میوہ ہائے نادر کے ان کے پہنچتا ہے۔ تو ان کو بھی امید ہوئی ہو کہ بے تخم
و تم فرزند عنایت ہو جائے۔ تو ایسے ارحم الراحمین قادر کی رحمت اور قدرت سے کیا
بعید ہے اس لئے اس وقت (جس فرزند کی) دعا کی ہو۔ اور خلاف مقتضائے
عادت فرزند ہی ہو۔ کمال کرامات کا اس کو حاصل ہوا ہو۔ اول نبی نہ ہونے
سے ان کے) فقط جانشین ہونے کی دعا ہو۔ اس لئے ہم نے اس کو مکرر سہ کرر کہا ہے
و ہم فرزند عنایت ہو جائے۔ تو ایسے ارحم الراحمین قادر کی رحمت اور قدرت سے کیا
بعید ہے اس لئے اس وقت (جس فرزند کی) دعا کی ہو۔ اور خلاف مقتضائے
عادت فرزند ہی ہو۔ کمال کرامات کا اس کو حاصل ہوا ہو۔ اول نبی نہ ہونے
سے ان کے) فقط جانشین ہونے کی دعا ہو۔ اس لئے ہم نے اس کو مکرر سہ کرر کہا ہے

کو ضرورت نہیں اس بات کی دعا کی ہو کہ جانشین بھی بے تو فرزند ہی ہے۔

لیکن جس آیت میں کلام ہے اُس آیت میں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ابن فرزند ہی اس میں مقصود ہے۔ اور بایں ہمہ ہیں بھی لفظ ذریت گو ہاں بھی اگر اولاد نسبی یعنی خلیفہ راشد اور مرید کامل اور شاگرد مستعد مراد ہو تو کیا قباحت ہے اگر شاگردوں اور مریدوں کو فرزند بول ہی دیا کرتے ہیں۔ اور فرزند کہنا کیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا بیٹا نہیں۔ بلکہ خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بیٹا ماننے سے یوں کہا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہونا ثابت ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو نیک اطوار ہیں وہ تو بیٹے نہیں اور فرزند ہیں۔ بلکہ سورۂ ہود میں جو حضرت نوح کا قصہ لکھا ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب تنبعان نوح علیہ السلام کو اہل نوح فرمایا ہے کہ اے نوح تو اپنے اہل کو لے آئی کہ حضرت نوح کے کنبہ کے لوگ مراد ہیں۔ اور یہ کہ حضرت نوح کو یہ حکم ہوا تھا کہ جب طوفان کی آمد ہو تو تم کشتی میں سب قسم کے جانوروں سے ایک ایک جوڑا چڑھا لیجو۔ اور اپنے اہل کو چڑھا لیجو۔

اب ظاہر ہے کہ جانوروں کے اور اہل و عیال کے چڑھانے کا فرمانا۔ اور سوا ان کے اور مسلمانوں کے چڑھانے کو نہ فرمانا۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ طوفان کے سبب سے یہ حالت ہے کہ جانوروں کے بچاؤ کی تدبیر تو کی جائے اور مسلمانوں کے بچاؤ کا سامان نہ کیا جائے۔ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب مسلمانوں کو اہل عیال نوح علیہ السلام ہی میں شمار کر لیا ہے۔ الغرض جب تمام اور مرد اہل و عیال ہوئے اور فرزند تا قلف اہل و عیال سے خارج ہوئے۔ تو ثابت ہے کہ ذریت سے مرید اور تبع ہی مراد ہو۔ چنانچہ اہل بیت کے حاورات میں اپنے زمرہ کے لوگوں کو آل اور ذریت کہہ لیا کرتے ہیں۔ مگر انصاف یوں ہے کہ سب آل قرآن میں جو دعا ذکریا علیہ السلام میں لفظ ذریت واقع ہے۔ تو وہاں اولاد ہی مراد ہے۔ پر اس سے یہ نہ سمجھیں آتا کہ وہ مریم میں بھی لفظ اولاد سے اولاد

مراد ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سوائے ایک بار کے اس بارے حضرات زکریا علیہ السلام نے دعا نہیں کی۔ تو البتہ ٹھکانے کی بات ہے۔

بہرحال لفظ یعنی یہاں اور الفاظ کا ہونا اور وہاں نہ ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ وہی کو فرزند ہی قبول کیجئے۔ البتہ اگر فرزند کے مراد لینے کے معنی صحیح نہ ہو سکیں تو ایک بات بھی ہے لیکن یہاں تو معنی صحیح ہیں۔ فرزند کے مراد لینے میں صحت معنی زائل ہو جائے۔ آپ نہیں۔ جب کہ ثابت ہو چکا کہ جملہ کانت امرأتی عاقرا اس طرف مشیر ہے۔ اور اگر یوں کہئے کہ اس سیاق سے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ وہ معلوم ہو جائے اور اس بات کی باز پرس کا اندیشہ نہ رہے کہ اولاد سے فتنہ ہے۔ اس بات کے پیدا کرنے کی ایسی تمنا کے نازیبا کو زبان پر لائے تو یہ بھی کافی ہے جملہ فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب کا اپنے بڑھاپے پر نظر کرنا ہے۔ اپنی بڑھاپے سے سروسامانی ثابت ہو جائے۔ تاکہ باعث بخشش ہو اور موجب حرکت قدرت ہو۔ نہ یہ کہ اولاد سے سروسامانی قطع امید مقصود ہے۔ آپ نے نہ اس کہ ہم نے جو معنی بیان کئے ان معنی سے عہدہ نہیں آ سکتے۔ ولایہ کو لانسلم کہنے کی اس سبب سے پھر گنجائش ہے۔ اس سے تو بات ہاری ہی نہیں کہ وہ کسی معنی فرزند ہو ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کا مصداق فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

غرض بہرحال یہ دعا کسی ولی بعد اور جانشین کے لئے ہے۔ اور جب معنی ولی بعد اور جانشین ہوا تو وراثت سے وہی وراثت مقصود ہوگی جو ولی بعد اور جانشین کو مورث سے ہوا کرتی ہے۔ ترکہ والے کے اختیار کرنے کا بھی فائدہ ہے۔ اور نہ اگر کہیں وراثت منصب و وراثت علم ہے۔ وراثت مال بطور عموم۔ جیسے مال و قرائن مقام بتا رہے ہیں کہ وراثت منصب و علم میں وراثت مالی کا ارادہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اب بشہادت روایت کلینی و قرائن مذکورہ یہ متحقق ہو گیا کہ وراثت

علمی اور وراثت منتقل ہی مقصود ہے۔ اور وہ [illegible] جو دربارِ رسالت ہو وہ
آیت مشار الیہا و حدیث ما ترکنا [illegible] ہر ہیان حدیث کو [illegible]
میں کھٹکتا تھا بنیاد سے اکھڑ گیا۔ اور پھر بھی اطمینان کامل نہ ہوا کہ حدیث
مذکور کسی آیت کے مخالف ہی نہیں۔ جو اس وجہ سے اس کو رد کیا جائے۔ اور نیز
صدیق اکبر کی بات بے گدہ ورنہ غلط ہونے حدیث مذکور کے بھی شیوں کا ایا
سنت بکسی دباؤ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جو الہ اشارہ آیۃ [illegible] آیت
آیۃ ... افائن مرقوم ہو چکا۔ بلکہ اے شیعوں کو اپنے دن نہ آئے کہ اس حدیث
کے مصداق ان کی بیٹیاں ہی نکلیں۔

حدیث لا نورث حضرت صدیق کے لئے متواتر سے بھی بڑھ کر تھی۔

اور نیز اب اس کی کسی [illegible] کے لیے
اس حدیث کو مخالف [illegible] ہی (بطور مخالف ہونے کے) فی حد ذاتہ اس کا رد کرنا بھی [illegible] بلکہ
بنظر اثبات و اظہار صدق صدیق اکبر کے اس بات میں بھی [illegible]
اس لئے اول تو یہ معروض ہے کہ اس جگہ یہ عذر بیجا ہے کہ اس حدیث کا راوی
ایک ہی شخص ہے۔ کیونکہ یہ بات تو وہاں دیکھی جاتی ہے کہ جہاں خود راوی
وہ صورتیکہ کوئی شخص اپنے کانوں سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سن لے۔ تو اس کے لئے وہ ایک اپنا مستند لوگوں کی خبر دینے سے زیادہ
کیونکہ راویوں کی کثرت کی جو روایات میں ضرورت ہوتی ہے تو اس لئے ہوتی
ہے کہ جھوٹ ہونے کا وہم جاتا رہے۔ اور جب اپنے کانوں سے سنی ہو تو
جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رہتا۔ جو اس کے رفع دفع کی ضرورت ہو۔

بلکہ لاکھوں کے بیان سے گو یقین حاصل ہو جائے۔ پر ایسا تسلی اور اس قدر
اطمینان نہیں ہوتا جس قدر دیکھنے سے ہوتا ہے۔ کہ [illegible] کے
کے ہونے میں گو ہمیں اس وجہ سے شبہ نہیں۔ کہ ہزاروں لاکھوں بیان کرتے
ہیں لیکن دیکھنے میں جو بات ہے وہ سننے میں نہیں۔ اس لئے [illegible]

گوش نیوشندہ کے بود مانند دیدہ

جب دیکھنے کی چیزوں میں یہ حال ہے کہ اندھوں کا کہا اگرچہ کوکا کیوں نہ ہوں۔ اپنے دیکھنے کے برابر نہیں تو سننے کی باتوں میں بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ اندھوں کی خبر اندھا دیتا اگرچہ کوکا کیوں نہ ہو۔ اپنے کانوں کے سننے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اظہر من الشمس ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک بات سنتے ہیں۔ تو ان پر یہ حرف کہ کہیں روایت بالمعنی نہ کی ہو۔ ان کے اس کو اور کوئی راہ ہی نہیں۔ علماء شیعہ کا کمال یہ ہے کہ [illegible] جانتے ہیں۔ اتنی بات تو ہر ادنیٰ اعلیٰ جانتا ہے کہ [illegible] بلکہ عین الیقین ہے۔ اس کو اس پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے سے سنے یا نہ سنے۔

روایت کے درجات میں کہتے ہیں۔ اس لئے اجماع اصولیین ہے کہ اس بات پر ہے جس کو [illegible] کہنے کا متواتر اور اصطلاحی مشہور وغیرہ

ہونا بہ نسبت اُن لوگوں کے جنہوں نے نبی کو نہ دیکھا اپنے آپ اُن کی بات سُنی یکساں ہے۔ اس لئے اُن کی بات حجت ہے۔ نہ کہ اُن کے حق میں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور نہ کسی خود اُن کے کلام سُنے۔ ایسے لوگوں کے حق میں جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنے کانوں سُن لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے والے متواتر ہیں۔ بڑے بڑے صحابی نے اپنے سننے کے موافق آپ کی بات کسی دوسرے کی روایت پر نہیں رکھی۔ فرق یا اختلاف تو ہوا ہے۔ [illegible] اُن کی بات کا اعتبار نہ کرے تو یہ بڑی بات ہے اس کو اس اختلاف سے کیا علاقہ۔

روایت بالمعنی کے [illegible] ہمارے [illegible] ہم بھی اُسی راہ رد و بدل میں [illegible] جس راہ سے [illegible]۔ اگر راویوں کی کثرت ہاتھ سے جاتی ہے۔ اپنے سننے سے نہیں جاتی۔ تو سنے ہوئے روایات کے [illegible] ہوتے

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس کے راوی کذاب و مفتری ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح ہوں۔ ایسے ہی صحت روایت کی بھی دو ہی صورتیں سمجھنی چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے راوی صادق ثقہ دین ہوں۔ دوسرے یہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اس کے مضمون کی مؤید ہوں۔ اور نفس اس کے مدلول کے مساعد ہو۔ علیٰ ہذا القیاس جیسے راویوں کی قلت اور روایات صحیحہ کی کثرت فی الجملہ اعتبار کی بھی قلت بڑھتی ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں اسی طرح کثرت رواۃ و ناقلان اخبار و موافقت اخبار و روایات صحیحہ سے اعتبار کو بھی ترقی اور زیادتی ہوتی ہے۔ اس لئے دونوں قسم کے وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

راویوں کی کثرت کا تو یہ حال ہے کہ ایک ابوبکر حمیدی ہی سے کئی راوی ہیں۔ کوئی دس بارہ راوی ہیں۔ اور وہ بھی ایسے ایسے کہ اُن کے ثقہ اور صادق ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اور یہ جو علمائے شیعہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں ابوبکر حمیدی کے سوا کسی نے روایت نہیں کی ہے۔ اس سے فقط ایسی روایت کو سُنا کر جواب بتلایا۔ کہ اس کا راوی ایک آدمی کے سوا یعنی اپنے آپ کے اندر کوئی نہ تھا۔ درحقیقت نفس امر میں ایسا نہیں ہے۔ کہ اہل سنت کی کتابوں میں یہ حدیث بروایت زبیر بن العوام و حضرت علی و ابوہریرہ و عباس و علی بن حسین و عبدالرحمٰن بن عوف۔ و سعد بن وقاص و عثمان و عمار بن یاسر و ابوالہیثم و ابوبکر حمیدی عن النبی صلعم صحیح و ثابت ہوئی ہے۔

اہل شیعہ کے نزدیک حضرت علی اور حضرت عائشہ کا اعتبار راوی ہے

اگر حضرت عائشہ و حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس باب میں شیعوں کو اعتبار نہ تھا۔ تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ و غیرہم کی تخطیہ کرتے ہیں ان کا بھی اعتبار شیعہ کے نزدیک اس سے زیادہ ادنیٰ یا خفا اور کمی کی حد تک نہ ہوگا۔ اور وہ بھی ایسے

زیادہ ہے۔

بنا بر اصطلاح علماء درایہ جو روایت کہ اس روایت کے اس قدر راوی ہیں کہ تکثر روایات کے اس طبقہ تک پہنچے ہوں جس کے بعد اور طبقہ میں بھی اکثر وہ لوگ ہوں جن کا جھوٹ پر اتفاق ہونا عادۃً محال ہو اور طبقہ مذکورہ میں سے ہر ایک طبقہ کے راوی ایسے ہوں کہ ان کی روایتوں کو ایک دوسرے سے کچھ مناسبت نہ ہو ایک کی روایت دوسرے کی روایت کے مخالف ہو۔ اس کو متواتر کہتے ہیں۔

اور بنا بر اصطلاح علماء اصول جو روایت کہ اس درجہ کی ہو کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابر ہو اس کو متواتر کہتے ہیں۔

کذا فی حاشیۃ الشرح العضدی علی مختصر ابن الحاجب۔ اور متواتر کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اس میں یہ احتراز ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت کثیر سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ان سب صورتوں میں روایت متواتر نہیں ہے۔ کذا فی الکافیہ۔ اور متواتر کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اس میں یہ احتراز ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت کثیر سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ان سب صورتوں میں روایت متواتر نہیں ہے۔ کذا فی الکافیہ۔ اور متواتر کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اس میں یہ احتراز ہے کہ ایک جماعت کثیر سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک جماعت قلیل سے ایک جماعت قلیل روایت کرے۔ اور ایک جماعت کثیر سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک جماعت کثیر روایت کرے۔ اور ایک شخص واحد سے ایک شخص واحد روایت کرے۔ اور ان سب صورتوں میں روایت متواتر نہیں ہے۔ کذا فی الکافیہ۔

اس کو کہنے کا زیبا ہے۔ بالیں ہمہ یہ حدیث کی طریقہ [illegible]
مروی ہے۔ اور وہ سب کی سب صحیح ہیں۔ اور یہ [illegible]
صحیح کے موافق ہونے کے۔

کیونکہ حدیث کی صحت یا قبولیت کے واسطے [illegible]
تواتر سند کے ہوتا ہے۔ اگر ان میں ایک [illegible]
حدیث کو ہر ایک حدیث [illegible]

اگر جب وہ ایک [illegible]
خود صحت کے موافق ہو گی۔ اور چونکہ [illegible]
بعض بعض الفاظ متن میں کچھ فرق ہے [illegible]
ایسی چند حدیثیں کہہ سکتے کہ ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ اور [illegible]
صحیح ہونگی تو ہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث [illegible]
روایات شبہ سے لا دلالت کی [illegible]

شک ہو تو خیر ہوں کہو۔ اس سے دونوں [illegible]
شیخ اس کی صحت پر شاہد ہے۔ [illegible]
خواہ اس کو صحیح کہے۔ کہ [illegible]
بہر کہ کتب احادیث کو [illegible]
بروایت ابو بکری [illegible]

إِنَّ الَّذِينَ [illegible]
لَمْ يَرْجُونَ [illegible]
فَمَنْ أَظْلَمُ [illegible]

اور یہ کہ [illegible]
کہ صحت [illegible]
بلکہ اتنی بات [illegible]

اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی حدیث میں اس دعوے کے ساتھ کہ متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں۔ اور نہ امام نے اس کی دلیل کبھی فرمائی ہے اور اپنے دعوے کو موجہ کر دیا ہے۔ سنیوں کی کتاب آپ کو اطمینان ہی تھا اس وجہ سے کہ لکھا یا تو اسی وجہ سے لکھا ہوگا کہ حضرات شیعہ کی طرف سے آپ کی خاطر جمع تھی۔ الزام کے لفظ سے جواب کہ میری بات سے ہی انکاری حضرات شیعہ مانتے والے معلوم نہیں ہوتے اس لئے اپنے دعوے کو موجہ کر کے بیان فرماتا۔

لیکن آفریں ہے شیعوں کو کہ حضرت امام کی بات کے نہ ماننے سے کوئی ایمان ہی جاتا رہا اگر کیا امکان ہے پیغمبر سے بڑھ جائیں، اپنی دو حرفی کی ہانک لگائے جاتے ہیں۔ خیر خدا کرے یہ ہی ان کو بخشے نہ فقیر کے مزاج سے نہ امام کے۔۔

۔۔ بالجملہ ہائے ستم ہے کہ جن کی ڈیوڑھی پر ادب کر کے پاؤں رکھتے تھے۔ وہ خود بے حیا ہو جائیں۔ یہ وہی مثل ہے کہ "نہ سہت اندر نہ واہ چہ۔" والے برحال شیعہ کا مذہب تو ہر کہ کے نہ ماننے سے ایمان ہی کھو دیتا ہے کیونکہ نزدیک شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہے خصوصاً جب کہ ایسی معتبر کتابوں کے واسطے سے معلوم ہو جائے جن کا امام کلینی اقصر درجہ ثقہ بلکہ ثقہ الثقات ہے۔

کلینی کی دوسری مؤید حدیث اب ایک اور حدیث کلینی کی اس کے متعلق ہے جو کہ ہم ترجمہ کر چکے لیکن بنظر اختصار اسے بھی نقل کر دیتے ہیں۔ وہ حدیث کلینی کی یہ ہے [illegible] ترجمہ [illegible] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی میراث میراث ہے [illegible] قرائن حقیقت [illegible] فقط اس بات کا ثبوت مرتفع ہے کہ [illegible] اس لئے

[illegible] کو کسی طرح بھی [illegible] کرنے کو کہیں۔ تو ان کے خلاف کرنے کو کہیں۔ [illegible] کو اسی طرف صرف کر دیں، [illegible] جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بات فرماتے تھے اپنی [illegible] کو [illegible] ہوں۔

[illegible] کی اس پر شاہد ہوں۔ چنانچہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوئے۔ [illegible] آپ کے [illegible] جاری نہ ہوگی۔ لیکن آپ کے خلیفہ کے ذمہ جو کچھ [illegible] ہے کہ [illegible] فرمایا ہے، یہ بات لازم ہوگی کہ درباب اموال موروثی جو [illegible] ہوئے ہیں [illegible] جو کہ [illegible] حضرت ابوبکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تھے اس بات [illegible] ہوا کہ [illegible] کی قسم آنحضرت کے ذمہ اس کی تعمیل لازم پڑی، [illegible] باوجود [illegible] ہونے کے [illegible] کو نہ مانے تو ان کے [illegible] ہے۔ مگر ہاں یہ آنا ان کو منظور ہو، وہ یہ ہے کہ انبیاء خدا کے [illegible] نہیں ہوتے۔ پھر وہ کیونکر نہ کہیں کہ ہمارے متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ [illegible] ہماری ملک ہی نہیں خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط امانت [illegible] ہے [illegible] کہاں رہی؟ سب [illegible] ہے کہ جیسے یہ خدا کا مال ہے خدا کی راہ میں [illegible] ہونا چاہیے۔

[illegible] چونکہ یہ بات سابق میں مشروحاً بیان ہو چکی ہے تو یہاں اس [illegible] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرق نہ دینا بالجزم [illegible] حق نیت ہے۔ چونکہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو [illegible] ایک نہیں بلکہ دو [illegible] اس حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی [illegible] رضی [illegible] کو کبھی نہیں دیا۔ [illegible] کہ [illegible] میراث یہ دونوں بیبیاں [illegible] نہیں رکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے تھیں، بلکہ [illegible] سب [illegible] ہو کہ یہ نہ دینا محض باتباع حضرت رسالت کے [illegible] یہ [illegible] ہو [illegible] فساد نہ تھا۔ ورنہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا [illegible] قرینہ فدک آپ سے [illegible] کرتے۔

ترک دنیا اور زہد غضب نہیں ہو سکتا یہ اور اس جیسے دوسرے غضب کرنے والے ہوتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا ترک کر دی ہے اور زاہد ہو گئے ہیں۔ ترک دنیا تو [illegible] ترک دنیا کی خواہش نفسانی کی وجہ سے کرتے ہیں [illegible] جو حکومت جو کہ [illegible] ترک کرنے کی چیز ہے اس کو [illegible] مسلم ہے کہ ترک کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ کے اہل بیت پر [illegible] اس کے باوجود ایک حکم ناحق سن چکے تھے [illegible] کی نسبت آنحضرت نے فریب یا زبردستی کا لفظ نہیں فرمایا [illegible]

ترک نبوی میں تمام اہل بیت کا حق حضرت عمر اور اہل بیت کا اختلاف نہیں ہوا ان کا اختلاف یہ تھا کہ حضرت عمر فدک کو آنحضرت سے لے کر آخر تک سب حکمرانوں میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ کہ جب ان کے ہاتھوں پڑا تھا جب سے اب تک [illegible] ان سب کی مشترک ملکیت ہے [illegible] نہ یا [illegible] کہ نصف ترکہ کے یہ دونوں فریق مالک ہوتے ہیں [illegible] سے ترکہ میں سے [illegible] ہوتی ہے [illegible] بیت کو [illegible] راہ ہوئے [illegible] لیکن ان لوگوں کو [illegible] نزدیک محروم [illegible] بتلایا گیا کہ جب کے سب لیے [illegible]

[illegible] کہ [illegible] ترکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہیز [illegible] فدک [illegible] حضرت [illegible] ان کے قبضہ میں [illegible] حضرت [illegible] فدک [illegible] رہا [illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible]

ان کے بعد حضرت زید بن حسن بن حسن بن علی کا اس پر تصرف ہوگیا۔ اس کے بعد وہ بنی عباس کے ہاتھوں میں پڑ گیا۔ پھر برابر عباسیوں کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ حضرت امام علی رضا کی وفات ہوئی۔ چونکہ وہ خلیفہ اول اور بادشاہ تھے انہوں نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کو مانگنے پر بھی نہ دی ہو میرا اس میں کیوں کر حق ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی متولی کر دیا۔

پس ائمہ معصومین اور بزرگان بابیت کے عمل و آئین سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی، بلکہ وقف ہوتا ہے اولاد ائمہ معصومین ..... نے ان لوگوں کو دخل نہ دیا۔ اور اس آیت کے [illegible] تک، اور بایں یقین متحقق ہوگیا کہ حدیث [illegible] صدقہ ہے بلا غبار صحیح و درست ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق[1] [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ایسے [illegible] علم بزرگوار اور بنی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا۔ بلکہ حق [illegible] کی جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہیں کیونکہ اہل بیت کی نسبت [illegible] بنی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہے جو [illegible] شبہ ہو سکتا ہے کہ نفع کی چیز دیگر کو دیدی کیونکہ [illegible] مقدم تھا۔ مذہب حسن و تشیع کا بطلان [illegible] کیونکہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے [illegible] کی وجہ سے [illegible] کہتے ہیں کہ کل کیا کیا [illegible]

لیکن بڑے دیدہ کی بات یہ ہے کہ [illegible] کی روایت [illegible] کی کہ [illegible] ہو سکتے [illegible] آیت [illegible] مسکین فقیر نہ تھا اور [illegible] تھا [illegible]

[1] یعنی ابوبکر صدیق

کیا۔ آئندہ سوائے چند نادان شیعہ اور ناقدان سنجیدہ کے کسی سے کلمہ خیر کی توقع نہ تھی، بلکہ تو غل کے دشمنوں سے یہ اندیشہ تھا کہ گالیاں دیں گے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ہوتے ہی یہ آنکھیں بدل گئیں کہ حضرت فاطمہ کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دبا بیٹھے۔ چنانچہ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بارہا ظہور میں آیا۔ غرض کہ کسی طرح کی مخالفت کی نہیں ہوئی تو تم ہر کی سوخانی کی امید تھی۔

الغرض جو حضرت صدیق نے بعد وفات نبوی کو متروکہ نبوی لاجرم قبیل ایسے نبوی نہیں دیا۔ اور اکثر اہلبیت نے بھی بعد منکر متروکہ نبوی وارثان نبوی کو نہیں پایا۔ لیکن ابوبکر صدیق کا نہ دینا ایک بات عظیم تھا اور اہلبیت کا نہ دینا خفت نہ دینا ہی تھا۔ خصوصاً جب کہ نیاز مندی و اخلاص و عقیدت صدیق کبریٰ اور حقوق اہلبیت حضرت فاطمہ زہرا کو ملحوظ کیجئے۔ اور پھر اس پر حضرت فاطمہ کے ایک دفعہ بتقاضائے بشریت ناخوش ہو جانے کو دیکھئے تو رفتہ رفتہ شیعان طریقہ پر واضح ہو جائے گا کہ ایسے وقت میں باوجود حکم نبوی رہنے ایسے کامل دیندار مستقیم الحال کا سراپا اتباع نبوی کا کام تھا ابوبکر صدیق سے کیوں نہ ہوا۔ لیکن غیروں کی عقل کی آنکھ پھٹ گئی ہے حق و باطل کو تمیز کیونکر کریں گے۔ ع اس میں کیا ابوبکر صدیق کا کیا قصور ؟ ع

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمہ آفتاب را چہ گنہ ؟

بینائی کا نہ ہونا تو خیر اندھوں کی (بیچارہی) نظر آتا ہے ایسی ہی تیزیوں کو بسبب غفلت کے اندھے ہو جانے کے باعث خوبیاں بھی برائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ ع

چشمہ را خاشاک بر کندہ نہ ۔ عیب نماید ہنرش در نظر

الحاصل بقرائن عقلیہ واضح و لائح ہو گیا کہ حضرت صدیق کا نہ دینا فدک اہلبیت نہ تھا اور خود ہی اہلبیت کے نزدیک ملک نہ تھا صدقہ تھا۔ بنا بر ارشاد نبوی اور بموجب سوائے اتباع نبوی نہ دینے میں مذکور کسی قسم کا احتمال ان کی جانب نہیں ہو سکتا۔ زیادہ بحث کرنا اور صرف وقت دیانت ہے۔ اور بیان وجہ اخذ اس حدیث سے صدیق کی صحت معلوم ہو چکی تو اب کسی اور بارہ صحت حدیث نذر کسی نہ ہو سکتا

حضرت صدیق اکبر یہ کچھ اعتراض ہوگا؟ اور ان کا یہ عذر کہ یہ نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ جو خلاف ظاہر ہر مرتبہ بصریح کو لازم ہے، اور انبیاء کبھی اس سے چھوٹے ہوئے نہیں پائے گئے۔ تو حضرت علی سوچتے ہیں وہ اس حدیث کو سنا دینگے، القصہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کسی سے اپنے وارثوں میں سے نہ کہا، سراسر دروغ و بہتان ہے۔

آنحضرت نے سیدہ کو یہ حدیث نہ بتائی۔ کیونکہ وہ بزعم شیعہ علم غیب جانتی تھیں،

اور یہ بھی اپنی نزاکت اس نہ کہنے کے حکم کا چھپانا کہتے ہیں۔۔۔

اس کو بجز اس کے کہ دیوانوں کی بڑ اس کہیئے اور کیا کہیئے؟ اول تو حضرت فاطمہ زہرا سے بظاہر چھپانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ وہ اگر طبیعت سے کسی بات میں کم نہیں، جب ائمہ کو علم ما کان و علم ما یکون ہو تو حضرت فاطمہ کو بھی ان کا رتبہ اکثر ائمہ سے زیادہ ہے کم نہیں۔ بلکہ یوں کہیئے تو زیبا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہنے کی حاجت ہی نہ سمجھی، کہیئے تو سہی کہ بے کہے بھی حضرت فاطمہ اور اگر ان کو ان دمادکان میں سے احکام مستثنیٰ رکھے، حضرت فاطمہ زہرا کو دیگر ائمہ سے کم کہیئے۔ تو اسے چھپانا نہیں کہتے کہ یک گروہ میں سے دو چار کو جلسہ یا مدرسہ کو نہ بتلایا، سب جانتے ہیں کہ جب بات دو چار کے کانوں میں پڑتی ہے۔ چھپی نہیں رہتی۔ مثل مشہور ہے۔

ع۔ نہاں کے ماند آں راز کز دو سازند محفل را

خاص کر علم دین کی باتیں کیونکر دبی رہ سکتی ہیں درس و تدریس و تبلیغ علم دین کا کچھ فضائل اور تاکیدیں منقول ہیں۔ سب کو معلوم ہیں۔ پھر کیا ان کا ان پر عمل ہو رہا ہے؟ آخر ہوا احکام خداوندی نازل ہوتے تھے۔ حضور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و علی آلہ کون سے خانہ بنانہ ہر دولت کے کان میں کہتے پھرتے تھے۔ یہ بات تو دوسرے آپ نے کہی۔ انہوں نے اوروں سے، اسی طرح آگے پیچھے کی خبر ہوتی رہتی ہے۔ اب تک یہ نہیں خبر دینے والیوں کو خبر ہوتی ہے۔۔۔

مرقومہ ہرگز نہ تھیں۔

علیہ وسلم کی وراثت میں کچھ دخل نہ تھا۔ یہ فرمایا کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ اور
حاصل جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میرے بعد خلافت
اختیار صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہوگا اس لئے جملہ ذریعہ خلافت زائل ہونے میں
انہیں سے کہنے چاہئیں تاکہ اس کے موافق کار بند ہو کر اندازِ خلافت کرے۔ غرض
دوسرے ایسی حالت میں فقط لینے والے کو منع کرنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ
نفسانی حکم خداوندی کو چھپا لے۔ گو اب یہ محفوظیت با معصومیت حضرت ختمی
مرتبہ خاص ہیں یہ ڈر نہ ہو۔ مگر قواعد کلیہ شرعیہ میں خاص خاص
اسی واسطے اگر کسی قضیہ میں کوئی حکم کامل کہ اس کی روایت اور
پر تمام عالم متفق ہو تن تنہا ثبوتِ دعوائے مدعی کی گواہی دے۔ آنحضرت کا
کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا۔ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

اور اگر ایسے دو آدمی کہ ہر پیرایہ عدالت رکھتے ہوں گواہی
بھی دونوں مل کر صدق میں اس ایک کے برابر نہ ہوں۔ بلکہ اصل یہ
کی بنا ہے کہ قواعد کلیہ شرعیہ کو بایں وجہ کہ جمہور کے لئے ہیں
کسی خاص موقع میں ان کے لحاظ نہ کرنے میں وہ مقصود بالذات احسن اور بہتر
حاصل ہوتا ہے نہیں چھوڑ سکتے۔ الحاصل کہ حضرت فاطمہ کو حدیث نہ کور سے منع
میں بر تقدیر صحت و اصلی بہ نسبت اس کے زیادہ تر اچھا طریقہ سے حاصل ہوتا کہ
صدیق اکبر سے فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ ایسے حقوق میں دینے والے کو
نہ لینے والے کو۔ اور پاس ہونا کسی امر کا ہے کہ آیت نہ کورہ کی
توجیہ گزرنہ ہوتا۔ اور شخص دوم بھی حاصل ہو جاتا کیونکہ اول تو جزئی کا
مسلّم نہیں۔ چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔ یہ نقاشیوں کی فراست ہے کہ
افسانے بے اصل کو گرچہ دو بازار میں لاتے پھرتے ہیں۔ مانا کہ ہوا ہو
دوسری بات دوسرے کہ کسی قسم کی فی الجملہ بھی تکذیب کی دلیل نہ ہو
ہو بھی کیا۔ آدمی جھوٹا نہیں ہوتا۔ ایسے امور میں بھی [illegible]

اور حضرت ہارون کا قصہ کس کس نے نہیں سنا، مہذا جو رہے کہ قریب ہی مبدل بنے ہوئے۔ اس کے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو قرآن میں کَانَ لَمْ یَکُنْ کہتے ہیں، ایسے بچوں کا اگر کشف بھی ہوتا ہے۔ تو پیش بندی نہیں کیا کرتے۔ سو ہاں لہذا گو نہ صدیق اکبر ایسے ناقدر شناس ہیں کہ حضرت زہرا کے سامنے فدک حضرت نہ کریں گے، نہ حضرت زہرا ایسی کم طینت ہیں کہ ہرگز سیدھی ہی نہ ہوں گی۔ اس کا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لحاظ نہ کیا تو مرتضیٰ اللہ کہ اسی طرح ظہور میں آیا۔ چنانچہ روایت معراج السالکین جو انشاء اللہ اب قریب ہی مذکور ہوتی ہے۔ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک لے لیا، اور حضرت زہرا نے قبول فرمائے، اور بدل و جان ان سے پھر بمنزلہ شیر و شکر مل گئیں۔

تیسری حکمت تیسرے یہ کہ حضرت فاطمہ سے کہ دیتے تو جھوٹا نہ ہوتا۔ جب نہ بیان کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الغیب بھی ہوتے ہیں۔ تو یہ آیت اس بات کی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام موجودات میں سے کسی کا علم غیب نہیں قُلْ لَّوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ فِی الْحَسَنٰتِ وَمَا بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ اول آیت سے بالنص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب نہ ہونا، اور دوسری سے بالعموم ملائکہ اور انبیاء اور جن و بشر کا عالم الغیب نہ ہونا ثابت ہے۔ جس شک ہو تو قرآن کریم اللہ بہت جگہ میں ہے اس کے نصف و ثلث کے مابین اور بیچ میں پارہ کے اول رکوع میں آیت ضرور کو تلاش کر کے اپنی تسلی کرے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح کہ اندر اوصاف و شان کسی پیغمبر کے ذات نہیں ہوتے بیان کیے کہ عقل سے معلوم کر کے پیش بندی کرنی تھی۔ ہاں جو نسبی صفات بیان کیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کروں گا۔ وہ البتہ اس شخص کے قابل ہیں۔ چنانچہ قول کہتے ہیں

بیان کیا جاتا ہے کہ حکمت یہ ہے کہ جب یوں سمجھ کر کہ جنہوں نے کہنے سے کام چلتا

الحاصل اسے چھپانا نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کے سامنے ایک بات فرمادی اور وہ بات بھی اس قسم کی کہ اس کی تعمیل اگر ہو سکے۔ تو جب تک اس بات کا وقوع نہ ہو تب تک نہ ہو سکے۔ پھر اسرار کے نہیں جو چھپائی جائے۔ خاص کر حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہ دونوں میں سے وارث ہیں اور ایک کے وارث یعنی ان کے خبر گیران پھر یوں کہنا کہ حکم خدا کا ہے نسبت وارث نبی کا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وارثوں سے چھپا کر کچھ بات کہی۔

حسب روایت شیعہ خدا کا تم نے کی یک مثل ہاں چھپانا اسے کہتے ہیں کہ جس تس

زین العابدین نے حسب روایات کافیہ شیعہ فرزند ارجمند خویش حضرت زید شہید کو حکم امامت امام محمد باقر چھپا گیا۔ اور پھر حیف ہے کہ حکم امامت کا ایسا ہے کہ جس کے نہ جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ویسا ہی اس کے نہ جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے حدیث مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً شیعوں کا مسلم ہے۔ اس لئے کہ اس کے معنے شیعوں کے نزدیک یہی ہو سکتے ہیں کہ جو امام زمانہ کو (ائمہ میں سے) نہ جانے، یعنی اس کی امامت کی اسے خبر نہ ہو تو وہ جاہلیت کا مرے گا یعنی جیسے رسول مدنی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت جو لوگ جزیرۂ عرب کے لوگ بسبب جہالت کے تھے کفر اور اس جہالت سے انہیں سبب سے جہنم رسید ہوئے۔ ایسے ہی امامت امام وقت سے نہ جاننے والے بھی اسی شمار قطار میں داخل ہوں گے۔ الحاصل حضرت امام زین العابدین نے حضرت زید شہید سے ایسا مسئلہ جو کفر و ایمان کا تھا چھپا گیا۔ اور یہ کہنا کہ اس کو کہ ہر ہر وارث کے کان میں خصوصیت سے کہہ گئے تھے۔ مطلب جب تک لیجئے کلینی کی روایت موجود ہے کسی کے دیئے نہ بنے گا۔

رَوَى الْكُلَيْنِيُّ عَنْ أَبَانٍ قَالَ فَحَدَّثَنِي الْأَحْوَلُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ بَعَثَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُخْتَبِئٌ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ أَتُرَانِي إِنْ طَلَبْتُ ثَأْرِي قَالَ فَقَالَ لَا فَقَالَ أَتُرَانِي إِنْ دَعَوْتُ النَّاسَ إِلَى

کا بھلا بنا دیتے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہاں تک مولوی صاحب کی خرافات تھیں جو ہوئی اس میں کوئی ایک دلیل کا فرق ہوگا، پر معنی میں تفاوت نہیں، اب ہم ان کی سنئے کہ اس عبارت سے مولوی صاحب کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر حضرت علی و حضرت عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پتہ جاتے، تو حضرت عمر کی خلافت میں خلاف کرتے، اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کے زمانہ میں وہ ایسا ہی کرتے، دوسرا یہ کہ جب باقرار حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کا ابوبکر صدیق کو کاذب آثم خائن جاننا ثابت ہوا تو ہم بھی اتباع مرتضوی میں ابوبکر کاذب آثم خائن جانیں گے۔

مسلم شریف کے حوالہ کی حقیقت اب اول اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی دغابازی ہے۔ مولوی صاحب کے بہکانے کے لئے ایسی ایسی زبردست حقیقت میں اپنی نسبت خراب کرتے ہیں۔ جو لوگ اصل روایات پر مطلع ہو جائیں گے۔ کہ قصہ دگرگوں ہے۔ یعنے حضرت عمر کے زمانہ میں جس قسم کی بات آئی ہے حضرت عمر نے یوں کہا کہ ابوبکر صدیق کو کاذب آثم خائن جانتے تھے، محفل میں بسبب قلت تکرار تھا نہ بہ نسبت وراثت۔ چنانچہ اس حدیث سے کہ جس کا مضمون پکڑ کر مولوی صاحب نے دھوکا دیا ہے۔ اور ہدایت مالک بن اوس مروی ہے اور نیز مسلم ہی کی اور حدیث میں ہے بہت صاف لیکن مولوی صاحب نے یا تو بوجہ بلادت و غباوت نہ سمجھا ہو اور یا تجاہل عارفانہ قریب دوسروں کے مخاطب کی بہ فہم کر کے جس قدر دھوکا دے سکیں دیں قرطاس کیا ہے۔

ہر چند کہ یوں ہوا ہے کہ [illegible] مگر ہم ان کے [illegible] مشہار یہاں کے تماشائیوں کے [illegible] کہ وہ ایک بہت طویل و عریض ہے اور یہاں ہم اکثر [illegible] فوت نہ ہو، اس لئے سب میں سے [illegible] کر متردد دل کا اطمینان کئے دیتے ہیں، [illegible] اس حدیث سے

[illegible] مسلم ہیں موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں جائداد ترکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فقدا اس زمین کا جو مدینہ کے قریب ہیں اور قریب وجوہ ادیہ تھی حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تھا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اس حدیث سے جس کا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے خدا کا واسطہ دیکر حضرت علی اور حضرت عباس سے یہ عہد لے لیا تھا کہ اس میں وہی کام کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

مگر حدیث کا منشا مذکورہ بالا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ نہ دیا۔ چنانچہ حدیث مذکور کے یہ الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

فَلَمَّا قُبِضَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا إِلَيَّ

جس کا یہ مطلب ہے کہ مدینہ میں جو جائداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اس کا حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیا تھا سو حضرت علی نے اس کو بانٹ لیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنئے کہ جب حضرت علی سے زمین پر جو دونوں کی تقسیم ہوئی تھی کچھ زمین بچ گئی تو پھر دونوں صاحبوں میں جھگڑا پڑا اس کے فیصلہ کے لئے یہ حضرت پیش آئی کہ یہ دونوں صاحب حضرت عمر کے پاس گئے اور حضرت عمر نے ان دونوں صاحبوں سے حلف لے کر زمین ان کے سپرد کر دی اور اس بات کا ثبوت کہ یہ زمین بھی اول وقف تھی یہ ہے کہ ان کے پاس تک وہی آئی ہے جو ہمارا سابق خلیفہ سے ان کو ملی تھی اور اسی آخر کو دونوں صاحب دعویٰ میراث کے لئے آئے ہیں اس سے حضرت کا یہ فرمانا کہ حضرت عباس کو کچھ حصہ نہ دیا تھا کذب و بہتان ہے۔ سی دلیل پیش آیا ہے چنانچہ ان حدیث مذکور یہ بالا شاہد ہے۔

الحاصل جب حضرت ابوبکر کے پاس یہ چیزیں جو حسب تشریح اوپر مذکور ہوئیں تو اول تو حضرت علیہ السلام نے پیش صاحبوں کو قسم دیکر پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا ترکہ نہ

ہوتا ہے، اور نہ ہی کسی سے یہ نسبت اور اختیار ممکن ہے، بلکہ یہ ایک

دوائم پھر حضرت کلر کا یہ قول کہ فاطمہ تو امت کی ماں ہے۔

خود اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت کلر نے ترکہ نبوی بطور ارث حضرت عباس کے حوالہ کر کے اپنا حصہ نہ دیا تھا، ورنہ حضرت عباس کو

فقط تقسیم کر دینا تھا، سو اس میں حضرت فاطمہ کا کیا تعلق تھا کہ ایک ان کو

مابین ورثاء کے تقسیم کر دیں، پھر قبل کرتے تو دین ہی کرتے۔ پھر

پھر تقسیم میں کیا مشکل تھی۔ ہاں درصورت اراثت یہ امر ضروری تھا کہ

چچا کا میراث میں آدھوں آدھ حصہ ہوتا ہے۔ اور حضرت فاطمہ

وکیل تھے اور حضرت عباس کہ دونوں آدھا تقسیم کر دیتے۔ فاطمہ کا

رفتہ رفتہ کا قرار ہوا اس تقسیم کو دیکھ کر دیکھنے والے یہ کہتے

فاطمہ کی اولاد کا چچا حضرت عباس کی اولاد سے

حضرت علی و عباس نے بحضرت صدیق اور حضرت عباس کے وفات کے بعد حضرت علی کا

صدیق کی تصدیق کی۔ اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ کے بعد

بیشک یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے

کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے حضرت علی و عباس کا یہ فعل کہ وہ

یہاں پر قرار پائے ہیں کہ حضرت صدیق کے نسبت فاطمہ کے

حضرت کلر نے بعد وفات رسول اللہ کے عمر اور ابوبکر کی خلافت میں

جن کو بدرجہ غایت تعظیم کرتے تھے، پھر حضرت علی و حضرت عباس

نے باوجود اس کے کہ ان کے سامنے ظاہر ہوتے تھے حضرت عباس

ایسی خوبرکت اور ایسی بات کرتے تھے کہ اس سے اولاد کا نسبت

فاطمہ کا اور آدھا مال آ جانا ہے؟ کوئی بات حضرت کی حضرت

کا خلاف شرع پائی کہ آپ نے کہ حضرت کلر نے فاطمہ کو

کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ کا دعویٰ میراث کے لئے نہ تھا۔

مگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور روایت کسی کو دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ حضرت
فاطمہ کی طلب میراث کا تازہ قصہ تھا، اس لئے صدقہ ہے کہ کان پڑتی ہے وقت
اگر بطور ہبہ ہی دیتے۔ ہر کوئی اس دینے کو بطور میراث ہی سمجھتا۔ فتدبر
اگر سنا بھی ہوتا تب کسے دھیان آتا۔؟

فائن دونور صبالغۃ است مل	وہ بھی وجہ فی الجملہ وجیہ گرانی خاطر حضرت ابوبکر رضی
ہوئے۔ جیسا کہ مذکور ہوا ہے

جس سے معلوم ہوتی ہے جس کو نہایت الزام کے ساتھ
بایں الفاظ تعبیر فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے ہو۔ اللہ جانتا
کا دستور ہے اور نیز کلام اللہ اور احادیث سے بھی یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ
موقع میں معاملہ قلبی کے برخلاف کوئی بات ظاہر نہیں کرتے۔ آدمی اس کے
ساتھ معاملہ قلبی کی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً فی ما بین قرابتداروں کسی
قسم کی بے۔ رحمانی اور بے پروائی کسی وجہ خاص کے
کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قریب یا دوست کیوں ہونے لگے
دوست ہی نہیں سمجھتے۔

سو قرابت و رشتہ داری نسبی کا یہ حال ہے کہ وہ کسی
ہی نہیں سکتے۔ یہ جانکہ
کیونکہ
اور
علی اور حضرت عباس کی جانب سے جو فی الجملہ کشیدگی اور گرانی خاطر
ہے جس کا کچھ بیان آ چکا ہے اور
تھے ان کی بھی ذرا تاویل کر لیجئے جو ان روایتوں کو اس نسبت سے قبل کہنے
ہیں آتی۔ کیونکہ اس سے نظر ہو جاتی ہے
لے ہیں۔ حضرت
کو منسوب کی روایتوں سے بات کہ یہ کلمہ مبالغہ فرمایا تھا بیان حقیقت پر نظر نہ

[illegible] ہے کیونکہ [illegible] کا [illegible] کا [illegible] نہیں تو
[illegible] کہتے کہ ان کے نزدیک [illegible] نے متروکہ نبوی زبردستی سے دبا رکھا تھا اور
[illegible] کے موافق وہ [illegible] کاذب آثم تھے۔

حضرت عمر کا قصہ میانہ کی دلیل سے ہے | مہذا حضرت عمر کا قرینہ غضب خود ان کے رد کے
لئے رفع ہے۔ لیکن آفرین ہے مولوی محمد علی صاحب کے ہر پہلو اور جن سے انہوں نے لیس
تیار پائی ان کے ذہن پر کہ ایسی بات کو جو تمام عالم میں مروج ہے اس زمانہ میں بھی کہ بیشوا
شیعہ ہو گذرے نہیں سمجھتے کوئی ان کا مدح بہت سے بہت توجیہ کرے۔ تو یہ کہ بے
کہ مولوی صاحب بھولے تو ہیں لیکن نہیں لیکن کی رو کو خوش کرنے کے لئے دیدہ و دانستہ
فریب سے تحریف معانی کرتے ہیں یہ سبب نہیں کہ حضرت عمر کا یہ کہنا تو نہیں یاد رہا کہ تم
حضرت صدیق اکبر کو کاذب آثم غادر خائن کہتے تھے۔ اور یہ یاد نہ رہا کہ انہوں نے اس
کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا واللہ یعلم انک لصادق بارّ راشد تابع للحق یعنی
اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر صدیق بیشک سچے نیک راہ راست پر حق کے تابع تھے۔
اس مسئلہ کی سب کی مٹی ہی یا فریب بازی ہے۔ ورنہ ایسی بیہودہ باتیں فرماتے ہیں کہ
کہیں کا سہ کہیں کاپوں، ورنہ جن کو ذرا بھی سمجھ ہے اس لیکن کی رو کو خوب
جانتے ہیں جس کو مقتل نہیں۔ پھر جانکہ [illegible]

مبالغہ کا [illegible] | اور اگر اس پر بھی اس قصہ کی [illegible] کے لئے
[illegible] کی [illegible] تو [illegible] سے کچھ نہیں کرتا اس
[illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] کہ [illegible] کا [illegible] بہت [illegible]
[illegible] ہوں۔ [illegible] ہوں) اس [illegible] سے پہلا

رکوع میں یہ جملہ بھی موجود ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا جس کو یہ مطلب ہے، بیشک اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور رکھے اے گھر والو اور تم کو خوب پاک کر دے۔ کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات کو اس روایت کے بموجب باتباع مرتضیٰ صدیقہ کبریٰ مولوی محمد کمال خان صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ جب کسی کام کے کرنے کا ہوتا ہے تو اس کا ارادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورہ جاثیہ میں فرمایا ہے، اس کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی جائے گا۔ اور لوگوں کا مارنے والا زمانہ ہے، یہ ارشاد ہے کہ ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے یہ لوگ صرف اٹکلوں کی باتیں کرتے ہیں۔ الغرض کفر کا اپنے سر لینا ہے مگر چونکہ ایک خیال خاطر جناب باری ہے اس کو بھی ذیل میں مضمون میں سورۂ انشقت میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّہَا وَحُقَّتْ اگر فضول اس کو ذکر کیا ہے۔ تو اس کا یقین ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ اس سے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے کرنے میں کوشش کرنی پڑے۔ اور اگر موافق مطلب لوگوں کے مانے گئے ہیں تو یہ دلیل ہے کہ رسولوں کو اپنی طرف سے کچھ اختیار نہ تھا اور اس وجہ سے نعوذ باللہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اور جب نبی نہ ہوئے تو امت کو کیا دے گئے۔

اور اگر اس آیت کریمہ کو رسولوں کی ہتک و توہین کے لئے

یعنی آیت حتی اذا استیئس الرسل کے یہ معنی ہیں کہ انبیاء کے دل میں اس
یقین ہی تھا۔ کہ وعدہائے الٰہی صادق ہیں۔ ایک نہ ایک روز بیشک اعداء اس آنے والی
خبر دل سے کوئی صورت انقطاع امید اور ظن، دروغ کی نہ تھی پر جیسے بمقتضائے بشریت
ہمارے تمہارے دل میں خداوند اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خیالات نا لائق
اوروں کے دل میں آجاتے ہیں۔ اور اس سے اعتقاد قلبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ایسے ہی
انبیاء کے دل میں بھی بمقتضائے بشریت بہ نسبت وعدہائے الٰہی خیالات نا لائق
گذر جاتے تھے اور خدا نخواستہ ایمان قلبی میں کچھ فتور نہ تھا۔ جیسے کہ وہ
ناامید ہو گئے تھے۔ اور یقین ہو گیا تھا کہ وعدہائے الٰہی محض دروغ تھے۔ ان سے
صدق کا یقین نہ رہا تھا۔ اگر ایسا نہ تھا کہ اس قسم کے خیالات کی وجہ سے (کہ دل میں
اور بے اختیار ہی آتے ہوں۔ ظاہر نظر میں یوں ہی کہتے ہیں کہ دل میں
یہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فقط اوروں کے خیالات ہیں۔

تو خداوند کریم نے کیوں بروایت ظاہر اور مبالغہ متوجہ ان خیالات کی
طعن اور بے قراری اور بیتابی بشری کو جس کے لوازم میں سے یہ خیالات ہیں
تعبیر فرمایا۔ لیکن اسی طرح اگر حضرت علی اور حضرت عباس نے
فرمایا کہ تم صدیق اکبر کو اور نبی کو کاذب خائن و
عباس کی کشیدگی و رشکایت دل پر جو بمقتضائے
قلبی کے جمتہ دل میں آ ہی جاتی تھی، اوروں کے دل میں کریں
کریں، تو اس سے زیادہ اور کچھ گناہ نہ ہوگا کہ کلام اللہ کی
بات تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی بھی نہ تھی۔ انہوں نے کہ
ہی خدا آ گئے ہوں، کہ دونوں صاحب پکے اس قسم کا خیال
کے دل میں رکھتے ہیں۔

حضرت عباس نے یہ حضرت علی کے لئے کہ حضرت عمر نے ان کی نسبت کہے

ہم تو اس کے یہ معنی سمجھتے ہیں۔ جو حضرت عباس
نے حضرت علی کو بالمواجہ تمام میں

میں اجنبیہ ہی الفاظ کہے ہیں، پانچویں حدیث میں جس کے حوالہ سے مولوی صاحب حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ صدیق اکبر کو کاذب اور خائن وغیرہ سمجھتے ہوئے ثابت کرتے ہیں موجود ہے، مگر اس کو کاہے کو نقل کرتے، یہ تو صدیق اکبر ہی سے خدا سمجھے، بہرحال سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ حق بات یہی ہے، جو میں نے عرض کی، ورنہ حاشا وکلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کے دل میں ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو، مگر افسوس یہ ہے کہ مولوی صاحب اپنی تیرہ درونی کے باعث حضرت علی کی گرمجوشی ظاہر میں فرمادیں۔ کہ حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کی طرف سے پاک فرق ہے، آؤ بے تحقیق اعتبار کریں۔ اور حضرت خود اپنی زبان مبارک قسیں کھا کھا کر اپنے کمالات جو لاکھ درجہ بلند تر ہیں صدیق اکبر کی نسبت بیان فرمائیں۔ اور علی ہذا القیاس باقی مسئلے چنانچہ سابقاً حوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلاً مرقوم ہو چکا ہے۔

لیکن اس پر بھی ایک نکتہ ہے مولوی صاحب کے اور ان کے اور شیعوں کے دل میں کافر ہوئے۔ [illegible] بل معتبر ہیں، اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی ہی کی ہے جانے دیں، کوئی نہیں سنتا، کسی نے سچ کہا ہے [illegible] ہو نہیں سکتے۔ پس شیعوں کے اور مولوی صاحب کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کے سینکڑوں برس پیچھے بنی اسرائیل سے کسی نے کہا کہ ایک طمانچہ پر دس جوتے کھا لیجئے۔ اس نے کہا کہ بعد مرنے کے جب کہ اپنے ہاتھ پاؤں کی قدرت نہ رہے گی، اور گردن ہلا نہ سکیں گے، اور منہ سے بول نہ سکیں گے، تو پھر کیا ہوگا، اس نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ نے جو کہا وہ واقعی ہے، اس میں کچھ خلل نہیں ہے، اس کے سوا تم نے جو احتمال کئے وہ کچھ نہیں ہے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ بیش بہا نعمت حضرت علی اور حضرت عباس کے دل میں کی بات ایک دم کا آنی ہے کہ صدیق اکبر نے خلافت کی درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ترکہ [illegible] فرمایا

بلکہ شاید حضرت عمر نے بھی انہیں کی بات سے سمجھا ہو کہ ایسے معاملات میں اتنے دن ایک دوسرے کو کاذب وغیرہ کہتے ہیں اسی قیاس پر انہوں نے کہا کہ صدیق کبھی کذاب ایسا سمجھتے ہو سو بکم محبوبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگی حضرت عباس کا بھی افترا چاہیئے اگر فدرے اعتقادی ہے تو بہت نہ تھا ہی ہی، یا کیا دین و کیا آئین سیدھی سی بات کہ ایسے دن آپس میں ایک دوسرے کی [illegible]

ع: قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اب ایک بات شرح واجب باقی رہی، مگر اس کے [illegible] خیال کہ وہ بات شاید کسی کے خیال میں آجائے تو یہ اندیشہ کسی کو تردد پیدا ہو، یا کسی متعصب کو [illegible] کہ کبھی ہوں بھی ہو بتاتے کہ دنیا نہ کہیں [illegible] سے گذر رہے، ڈرتا ہوں کہ شاید کم فہم [illegible] لکھوں تو شاید خبر بھی ہو۔ لیکن ہمیں [illegible] نقصان ہو جائے تو اتفاقی ہے۔ اس [illegible] میرے کلام [illegible] ذیل بدکتیزا [illegible] گزرا کرنا ہوں [illegible] جب خود ذکر کیا ہے [illegible] کوئی سے نہ چھپانا [illegible] گیدڑ چھپاؤں۔

جیسے کہ ہم ربانی [illegible] کے لئے ہے [illegible] لوگوں [illegible] تو [illegible] ہی کے لئے ہیں، یہاں کوئی بات کے متعلق [illegible] بہرحال گنجائش مناسب [illegible]

ترکہ نبوی کے میراث ہونے پر	حدیث [illegible]
اشکال اور اس کے جواب	[illegible]

اس کو روایت صحیح مسلم کی بتاتے ہیں رقوم ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو ہی جلسہ میں فرمایا ہے دونوں صاحب جھگڑتے ہوئے آئے تھے بغرض نزاع یہاں کہ فرمایا تھا۔

فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجِئْتَ اَنْتَ يَا عَبَّاسُ تَطْلُبُ مِيْرَاثَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَ هٰذَا يَطْلُبُ مِيْرَاثَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ (اس کے بعد ہے) فَرَاَيْتُمَا كَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

(مطلب یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کا یہ قول ہے کہ ہم وارث نہیں بناتے ہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اس پر آپ دونوں صاحب مجھ کو جھوٹا گناہگار دغاباز خائن سمجھتے تھے)

اس حدیث سے بھی صاف ثابت ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو حضرت صدیق اکبر کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ ہمارے حق میراث کو غصب کر گئے ہیں اور ہم کو اس کے لینے کا حق ہے اور حضرت ابوبکر نے بموجب حدیث اعتقاد کے ان حضرات کو اس سے منع فرمایا جس کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوا کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی اور حضرت عباس نے حضرت ابوبکر کی نسبت یہ اعتقاد کر لیا

اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے ان کی میراث نہ دی۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اس فدک دینے کی [illegible]

فرمایا تھا کہ میں نے اس امر میں [illegible]

باوجود کہ [illegible] کی [illegible]

کیا گیا کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ [illegible]

جب میراث کی نہ دینے کی وجہ [illegible]

خاتون جنت کو جواب [illegible]

ہو کیونکہ کسی کی میراث کی نہ دینے [illegible]

یوں منکر ہوا۔ [illegible]

جیسا کہ حضرت عمرؓ سے [illegible]

دیگر انبیاء کیا۔ [illegible]

نہیں، نبوت کسی کا حق نہیں [illegible]

موقوف عمل کر دیے۔

دوسرا سوال اب ان [illegible]

ثابت کریں کہ حضرت [illegible]

تب ان [illegible]

حدیث میں مذکور ہے [illegible]

آپ نے [illegible]

گواہ کے [illegible]

شاہد کی [illegible]

دوسرا جواب اور [illegible]

پنانچہ [illegible]

إِنَّ [illegible]

طلب میراث سے جسقدر مشابہت ہے ظاہر ہے اور یہ کہ جیہہ جب ہی بن پڑتے ہے۔
جبکہ مادہ میراث کو معنی معروف میں منحصر نہ رکھے، بلکہ بدستور معنی معروف غیر معروف
میں عام سمجھئے۔ چنانچہ ظاہر ہے باقی اس صورت میں اگر کوئی طالب قرینہ صارفہ ہے
جو ارادہ معنی حقیقی سے روکے، تو اس سے زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ وہ اسطلب
پہلے حضرت علی اور حضرت عباس کا اقرار گذرا ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ

لیکن یہ بات قابل بیان باقی رہی، کہ ہم نے مانا یہ تینوں آیتیں
اور حضرت علی اور حضرت عباس تو لیت ہی کے طلبگار ہوتے تھے ملک میراث نہ
تھے لیکن صدیق اکبر کے اس جواب کو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ طلب تولیت سے کیا تعلق؟ کیونکہ یہ تینوں
میں میراث سے معنی معروف مراد ہیں، اس صورت میں اس سوال و جواب کا وہی
ہوگا جیسا ہوتا ہے در سوال از اسمال جواب از یسمان۔ یا جیسے کسی
زمین کی کہیں تو آسمان کی سنیں، اس لئے ہمیں ہوتا ہے کہ ایک شاعر نے
بیت

بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

اس کہنے کے مشغلہ کی گفتگو کبھی آخر نہ ہوتی اور ایک دن ہونے
والی ہے۔ ہو بیشک انسان اور بگڑتی ہوش دیکھے اور سنے کہ جواب سوال کس
کے کس طرح مطابق آتا ہے۔

جناب من جواب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطابق، دوسرا الزامی
کے معنے تو یہ سمجھئے کہ اس کلام کے معنے مطابق یہ ہیں جواب ہے۔ اور جواب
الزامی کے ہاں اصطلاح میں یہ معنے ہیں کہ اس کے معنے مطابق کے اقرار یا انکار
ہو۔ اس جواب کو دونوں طرح حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف سے طلب تولیت
معنے معروف ظاہر میں منافی بمنزلہ جواب مطابق سمجھنا چاہیے۔ کہ تینوں طرح غلط
ہے۔ کیونکہ ان الفاظ میں سے کسی کے معنے مطابق یہ نہیں کہ [illegible]

اس لئے

انہیں جو دیا ہے تو بطور ہدیہ دیا ہے

اُن کی اولاد ہیں۔

ہیں تو جواب مذکور کافی وافی ہے۔ اور دوسرا جواب

امر امامت جاننے والے حاصل ہو

کوئی کہے کہ بادشاہ کے دل میں خیال ہے

کہ حضرت امام کو بلا بھیجے

حضرت نے فرمایا کہ

دوسرا جواب

ہے

صدیق اکبرؓ (بوجہ نہ دینے فدک کے حضرت فاطمہ زہراؓ کو) انصاف کرنا آپ کا
نہیں ہو سکتا۔ بال اگر بنا بر تحقیق ہونے فدک وقف کے کہ حضرت
کہ حضرت فاطمہ بالغ و معصوم ہونے کے بیٹا تھا [illegible]
اموال وقف میں سے کس لئے طلب کرتیں۔ پھر اگر میراث ہوتیں
اگر نے ایک حق بات کہدی تو انصاف سے کام لینا چاہیئے تھا
مگر چونکہ آپ کو آپ نہیں سمجھتے [illegible]
وشواری نہیں، جب وہ صدیق اکبرؓ [illegible]
زہرا جیسی گستاخ [illegible]
سنتے۔ اور بایں ہمہ کوئی قاعدہ ان کے دین [illegible]

مقال رابع بیان۔

قرن نبی میں آنحضرتؐ کی محبت میں اور دوسرے [illegible]
اور آنحضرتؐ حضرت فاطمہؓ [illegible]
کے فرمان [illegible] اور انصاف کا [illegible]
اتفاق ان کا [illegible]
نہ تھیں، [illegible]
دنی اور [illegible]
سمجھ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوا ہے کیونکہ انبیاء اور مرسلین اور صدیقین کا لازم ہے کہ اگر کوئی بات ان سے خلاف ہو آئے تو اسی وقت اس پر متنبہ ہو کر اسے ترک کر دیں اسی لیے یہ ناروا ہوتا ہے اور اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام کا ارادہ ناروا لغزش ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قبل از وقت ذبح کرنا قرآن میں مذموم ہے۔

اور اس روایت سے [illegible] آگیا ہو اور ظاہر بات ہے کہ [illegible] ہوگیا کہ اس طرح کی مشارکت میں زیادہ سے زیادہ [illegible] مسلمانوں میں [illegible] حضرت فاطمہ کی طرف کچھ نسبت نہیں۔

حدیث کی [illegible] کلام کی حجیت ہی نہ رہی۔

کتاب [illegible] حضرت فاطمہ زہرا [illegible] ہے کہ [illegible] بے گناہوں کو [illegible] ہے اور حضرت فاطمہ زہرا [illegible] ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نے فدک کو ان کے نام ہبہ کر دیا۔

یہ روایت ہر چند چند بار گذر چکی ہے۔ لیکن ہم کو نقل مشہور [illegible]
تقویۃ الایمان مشکل کو جتنا کسی یا جتنی بار لکھا وہ زیادہ ہی زیادہ خوش ہوتے ہیں بار بار
اس روایت کے نقل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم بھی ایک [illegible]
کی کراہت سے کہ حق نے تہمت کی ناحق سے شیعوں کی [illegible]
دیں۔ اگر کوئی یہ کہنا چاہے کہ کیسے [illegible]
کے منہ سے ان کے سب اعتراضوں کا جواب دلا دیا۔ [illegible]
فریق اکبر و جزء اعظم ان کا ہے تاسی ہو اس روایت سے شیعوں کے سب
دعووں کو دھس سے کر دیا ہے کہ باغ یا میراث کا، وصیت کا یا کسی اور سبب کا ہیچ
خدا اور ذوالجلال نے شان [illegible] (اللہ المومنین الا قال دکھائی)

اور اگر یا اعتراض [illegible] یہ روایت شیعوں کی [illegible]
تب دوسری [illegible] حضرت صدیق اکبر کے ہی [illegible]

نجاز انسانیت ہے جو عمدہ کتب فقہ امامیہ ہے اور [illegible]
اور یت موجود ہے۔ اور سنی کے یہاں کا عمدہ بہت دو بہت ہو گی [illegible]
آج بفضلہ تعالیٰ اس اوقت آپ کے [illegible]
قابل مطالعہ ہے۔

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمَّا أَرَادَ إِنْفَاذَ [illegible]
ذَلِكَ فِي [illegible]
يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ [illegible]
أَنَّ اللَّهَ [illegible]
عَنْ أَنْ يَرِثَ [illegible]
أَبِي رَسُولُ اللَّهِ [illegible]
أَنْ نَفْعَلَ [illegible]

[illegible] وَأَخَذَتِ [illegible] لَكَانَ أَبُوبَكْرٍ يُنْفِذُهَا وَتَصَرَّفَتْ فِيهَا [illegible] وَالْأَحْيَاءِ وَابْنَ السَّبِيلِ۔

حال اس روایت کا یہ ہے کہ کیا ابوبکر نے کسی [illegible] اور ان کو [illegible] کے مقابلہ میں [illegible] یا کسی [illegible] کو [illegible] کرنے کا [illegible] یا [illegible] کو [illegible] کیا [illegible] ہو گئی ہو [illegible] کرتے تھے [illegible] کرتے تھے [illegible] کرتے تھے

کیا معنے تھے۔ کہ دنیادار صاحب اختیار ہو کر حضرت فاطمہ کی ناخوشی سے کچھ دلگیر اور ہو یا ان کا رنجیدہ ہو جانا۔ ان پر شاق ہو؟ بلکہ تہ دل سے ان کی رضا کے خواہاں تھے، پھر بایں ہمہ حق فدک نہ دیا۔ حالانکہ اپنے لئے بھی نہ رکھا تو بیز اس کے اور کچھ نہیں کہ کسی حکم خداوندی کی پابندی اور تابعداری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نہ چاری کی اور دینی و دنیوی کی رعایت تھی۔

سو پابندی خداوندی کا تو یہ حال ہے کہ آیت یوصیکم اللہ اور آیت ما افاء اللہ خود اسی بات پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے کہ خدا کی اطاعت کی جائے۔ سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا نورث ما ترکنا صدقۃ کہا ہو اور زیادہ اس کی تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مصدق اور اس کی تائید شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل بھی ہوئی ہیں۔ اور مصلحتوں کی یہ حالت ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سراپا حکمت و مصلحت ہی ہوتے ہیں۔ سوا اس کے اگر صدیق اکبر بپاس خاطر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیتے اور درصورت صحت روایات ہبہ فدک اس بات کی رعایت نہ کرتے کہ ہنوز دعوی ہے۔ کوئی دستاویز کامل نہیں، کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن بالکل ان کے ساتھ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی گواہی موافق قرآن خداوندی قابل اعتبار نہیں۔

تو اول تو عام وخاص کے دل میں یہ بات تہ نشین ہو جاتی کہ خلیفہ مسلمین مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتے۔ دوستداروں کو بے ثبوت بھی کامیاب کر دیتا ہے۔ اور دشمنوں سے قرار واقعی حجتیں طلب کرتا ہے۔ اور دوم یہ بات شیعہ نواز فتنہ سے بہت بعید رہتی۔ مبادا باعث تنفر خلائق اور دیگر بھی امور خلافت ہو جائے۔ ہر جا تاراج اور پھر یہ مال ہرگز بجائے نہ رہتا اور اگر باغ فدک حکم خلافت میں کچھ فرق نہ تھا تو یہ وبال کس کی گردن پر رہتا کہ قیامت تک حکام اسلام پر شیعہ

برتتے اور ان کے لئے یہ بحث اور دستاویز ہو جاتی کہ خلیفہ راشد نے جب ایسا کیا تو ہم بھی ایسا کرینگے، رشتہ داروں کو منہ مانگے موتی دینگے غیروں کی سنیں گے۔

دوسرے اس صورت میں لازم آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے مصداق ہو جائیں اَلْعَائِدُ فِیْ صَدَقَتِہٖ کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِہٖ یعنی کسی چیز کو کسی کو اللہ دے کر پھر اس سے لوٹانے والا ایسا ہے جیسا کتا قے کر کے پھر چاٹ لیوے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہوں لا نورث ما ترکنا صدقۃ تو جو چیز وقت وفات آپ کی ملک میں تھی۔ سب صدقہ ہو گئی، اور یہ بات باتفاق فریقین ثابت ہے۔ کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا اور اب اس حدیث سے یہ ثابت ہوا۔ کہ تا دم وفات فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا تو اگر ہبہ بھی کیا۔ تب بھی قبضہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نہ ہونے پایا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا، تو یہ ہبہ باتفاق فریقین موجب ملک حیثیۃ النساء نہ قابلہ ہمیشہ دم وفات تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملک میں رہا تو بیشک یہ بھی صدقہ ہو گیا۔

سو در صورتیکہ دعوائے ہبہ کے قبول نہ ہونے کے بعد بر تقدیم شیعہ دعوئے میراث کیا ہو تو بھی ہبہ کی صورت میں صدیق لبغرض پاس خاطر سیدۃ النساء بوجہ مذکور نہ دے سکے میراث کی صورت میں اس وجہ سے نہ دے سکے کیونکہ وارث کی ملک نائب ملک مورث ہوتی ہے۔ جب یہ مستحق بنتا وہ پہلے مستحق ہو سو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو چیز بقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ ہو چکی ہے اور ملک سے نکل گئی تھی، پھر ملک نبوی میں آئی، ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہو۔ اس میں میراث کا جاری ہونا محال ہے، سو ایسی حرکت لغو و بیہودہ اکابر سے کب ہو سکتی تھی جس سے ایسا حرف بیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہو بموجب لا نورث ما ترکنا صدقۃ ہونا جب ثابت ہو

کہ قابل ملک وارث نہ ہے۔ پھر کیونکر آنحضرت اس کی مالک ہو سکتی تھیں

تاویلیں لازم ہیں۔

علاوہ بریں لاتورث ماترکناہ صدقۃ سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہا ہے کہ ہمارا (یعنی انبیاء کا)

وارث کوئی نہ ہوگا۔ جائے، نیاز ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوگا

تحریم کے کہ انبیاء آنحضرت کے فرمانے کے موافق کسی کا وارث نہیں ہوتا

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بھی ملی کیونکر ہو سکتا ہے جس طرح آنحضرت

اور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث نہ ہوئے اسی طرح فاطمہ

سے نہ ہونے دیا۔ اور نہ فاطمہ نے کہا کہ وہ میرے والد رضی اللہ عنہ کی

کمائی ہوئی ہے۔ اور نہ ان کے ورثہ حضرت فاطمہ کا راضی کرنا ثابت

چنانچہ ظاہر ہے۔

جیسی کہ روایت (جو اس میں ہے) کہ ابوبکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کی خدمت میں آئے اور حضرت عباس اور زید حارثہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

جاہر کوئی اپنا جاگیر کے گاؤں مانگے۔ سو اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہ ہونا جاتا ہے کہ ایسی بات کہی ہو۔ اس سے نہ ثابت ہوا کہ

اس زمانہ میں دوسرے ہمراہ تھے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب اہل کار اس

اللہ تعالیٰ غیر حق کو نہ دیکھا ہو۔ پھر اس کو ہمراہ لے جائے السراکین

کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک بات ناحق کہیں۔ اور حضرت علی

کہ سید الاولیاء ہیں ساتھ ہو کر اس کی تائید کریں۔ اور اسی سبب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

کہ سید النساء ہیں ناراض ہو کر فدک کی خاطر سے جاگیر اس حدیث کو

کہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ تو کیونکر اس کی تائید میں

فرماتیں۔ غیر از ایں کہ ان کو اس روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ سید النساء ہیں ثابت ہو گیا۔ اور پھر روایت کی صحت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ

بھی اپنی کتاب کی روایت نہیں۔ بلکہ سوائے بخاری اسماعیلی کے درکتابوں میں بھی
موجود ہے۔

روایت اہل سنت میں سیدہ کی ناراضی کا ثبوت موجود ہے

باقی رہیں روایات اہلسنت، صحیح البخاری اور کتاب الفرض
بخاری اور شرح مشکوٰۃ میں یہ بات موجود ہے کہ
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ناخوش ہوکر بغیر کہے گئی ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے ابوبکر
سے ناراض ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے دولت پر اثر ہوئے اور حضرت علی سے سفارش
کرائی، یہاں تک کہ حضرت نہ ہر ان سے خوشنود ہو گئیں۔ بلکہ شیخ عبدالحق نے
شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اس قضیہ کے بعد صدیقی اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئے
دروازہ پر کھڑے رہے اور سفارش کی۔ اور حضرت نہ ہرا رضی اللہ عنہا نے
خوشنود ہو کر اجازت دی (انتہی) یہ قصہ بتفصیل مذکور ہے اور اقصاء الطلب میں
بھی بروایت بیہقی (شیعی) سے یہ قصہ مروی ہے۔

اور ابن سعد نے کتاب الطبقات میں اور ابن عساکر نے روایت کی ہے انہوں
نے بایں لفظ حضرت فاطمہ کبریٰ کے دن حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو دفن کرکے
واپس آئے کہ میں یہاں سے کسی شخص کا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی صاحبزادی بھوکے راضی نہ ہو جائیں۔ پس حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے
حضرت علی کو قسم دی کہ تم رات ہی رات دفن کر دینا اور کسی کو خبر نہ ہونے دینا۔ ابن بابویہ
شیعی نے بھی یہ روایت کی ہے۔ اہل سنت کی اہل سنت کے
مقابلے میں حجت ہوتی ہیں۔

نہ اپنے کے لحاظ سے ہم انصاف کرنا چاہتے ہیں کہ ذرا بھی کسی کے
دل میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی محبت اور عقیدت ہو۔ بلکہ ان کی محبت اور عقیدت ہی کی بنا پر
ہم کہتے ہیں کہ ایسے خیال کرنا کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا خلافت اور شرکت حکومت حضرت فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا کے ساتھ رکھتی تھیں کہ ان کو شامل خلافت نہ کیا گیا۔ ہرگز ہرگز صحیح نہیں
بلکہ یہ تو ان کی شان کے خلاف ہے کہ ان کو اس دنیا کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ وہ تو اس سے
بالکل بے تعلق ہو چکی تھیں۔

ہوتی۔ تو ایسے اجتماع سے ہرگز ظہور میں نہ آتے۔ ان کی بات کو فرض کیا جائے کہ اس طرح وصیت پر اتنی مدتیں صبر کرتے؟ بلکہ خود سیدۃ النساء کا ان سے روٹھ جانا اس بات پر دلیل کامل ہے۔ کہ حضرت سیدۃ النساء کو صدیق اکبر پر کامل اعتماد تھا۔ ورنہ کس کے تصور میں آسکتا ہے کہ کوئی فقیر بادشاہان جبار کے ساتھ ایسی باتیں کرے اور وہ بادشاہ ان کو ایسی ایسی منتوں سے منائے۔

جنازہ میں شرکت روکنے کا الزام | اور بالفرض اس سے یہ بھی ہو گیا کہ حضرت فاطمہ زہرا نے مرتے دم اس بات کی وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر ہرگز نہ آنے پائیں تو یہ سبب کمال حیا اور پردہ داری کو یہ وصیت کی ہوگی۔ اور ابوبکر کو اس وصیت کی تخصیص اس وجہ سے ہو کہ ان کو حضرت زہرا ایسا سمجھتی تھیں کہ یہ خواہ مخواہ حاضر ہو کر ان کو جس قدر تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش نہ آنا ان کو نہیں بھاتا ابوبکر ایک بار کی رنجش سے شرمائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کبھی کوئی موقع ایسا نہ پائیں گے جو اس میں غیر حاضری باعث اعتراض ہو۔ اور سب بار بار ان اہلبیت ہوں۔ خلاوہ بریں وہ جانتے تھے کہ امامت نماز اور امامت جنازہ دونوں ہی سے متعلق تھیں، اس لئے بالخصوص ان کا نام لے کر منع کیا ہو۔ غرض اگر یہ بات ثابت ہو بھی جائے تو اس کے یہ وجوہ ہیں

سیدہ کی وصیت میں عام نعت کی تخصیص ہوگی | ورنہ حق العموم مردان ناصر کے خلاف کی آپ کو اور نہ تھیں، اس لئے یہ وصیت کی کہ مجھ کو شب کو دفن کر دینا۔ اور دن میں اس بات کی کہ بوجہ حیاء و پردہ داری کی العموم ممانعت تھی۔ صدیق اکبر ہی کی تخصیص نہ تھی یہ ہے کہ بروایت ۔۔۔ یہ بات مروی ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے اپنے دفن کے متعلق فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے۔ کہ جنازہ بے پردہ مردوں کے سامنے لے جایا جائے۔ اور سیدہ کی عادت یہ تھی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے بے پردہ یعنی بے کجاوہ دفن کرنے کو برا جانتی تھیں، اس پر اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازہ پر کجاوہ کی صورت کی نعش بنا دیتے ہیں، حضرت زہرا نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے بنا کر

حضرت اسماء نے خبر دکھلایا۔ تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں۔ اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ان کو کبھی کسی نے تبسم کرتے نہ دیکھا تھا۔

اس وجہ سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد تو ہی غسل دیجیو، اور حضرت علی کو میرے ساتھ ہی کسی دوسرے کو نہ آنے دیجیو، اب غور کیجیے کہ غسل کے وقت صدیق اکبر کا آنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی، بلکہ کسی مرد کے آنے کی کوئی سبیل ہی نہیں۔ اس وقت ہزاروں کے آنے سے ممانعت ہوئی۔ تو یہ کب ہو سکتا تھا کہ کبھی نہ آنے دیجیو۔ جیسے عورتوں سے اس قدر حشمت ہے کہ بعد مردوں نہانے کے ان کے سامنے ہونے سے شرماتے ہیں مردوں کے جنازہ پر آنے سے کیونکر نہ شرمائے۔ سو اس لیے حضرت علی نے ان کو رات ہی کو دفن کر دیا۔ اور کسی کو اطلاع نہ کی۔

الحمد للہ تسترو بیانت جو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس بات کی روادار نہ ہوئیں کہ میرے جنازہ پر کوئی مرد حاضر ہو، وہ حضرت ابوبکر کی کب گوارا کرتیں نہ تھی، اور ہرگز کسی روایت میں اہل سنت کی روایات میں سے یہ بات نہیں کہ بالفرض حضرت صدیق اکبر کے نام سے ممانعت ہوئی ہو عام الحکم دائمی ہوتی تھی۔ ہاں شیعوں کی شرارت ہے کہ ممانعت ان کے نام لگا دی۔ اور پھر دلاوری ہے کہ اہل سنت کے ساتھ ان کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں، اس پر بھی عامل صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر کی آنکھیں پھوڑ دیں مسلم کا نام لے دیا کہ اس میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفات یہ وصیت کی تھی۔ کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آئیں۔ خدا جانے یہ بے حیائی کہاں سے الاتے ہیں یا ایسی مثل ہے کہ اندھا لینے سے شرم نہیں آتی۔ بھئی صاحب! اب کتاب نہیں ہزاروں تھے اس لیے دوبارہ چھپنے کی گنجائش نہیں۔ اگر یہ روایت آپ کو کہیں سے مل جائے تو فقط اس میں اتنی بات ہے۔

دو کہ جب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی فوت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شب کو دفن کر دیا اور صحابہ کو اطلاع نہ کی۔ اور نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ تسکین خاطر ناظرین کے لئے عبارت روایت یہ کلام مختوم ہے اس کا ترجمہ ہی ہے۔ ہم نے سنا

فَمَاتَتْ وَدُفِنَتْ لَيْلًا فَأَتَى ابْنَ أَبِي طَالِبٍ لَيْلًا فَدَفَنَهَا أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يُعْلِمْ بِهَا أَحَدًا

اور اس عبارت سے آگے نہ بڑھے کہیں نماز جنازہ کا ذکر نہیں۔ مترجم صاحب نے اس عبارت میں سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت زہرا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز نہ آنے دینے کی وصیت کی تھی اس سے لغت اور کسی زبان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ محض اپنی طرف سے یہ اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ امانت و دیانت ہے کہ وہ بیچ دانستہ ایسے جھوٹ بولتے ہیں۔ نواصب میں سے کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ حضرت سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شب کو دفن کر دیا۔ اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آپ نماز جنازہ پڑھنی پڑی۔ اور یوں بھی ایک قول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھ کے رات ہی کو دفن کر دیا۔ مگر ہر حال میں اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم نہیں ہوتا۔

اور اگر بالفرض کسی روایت میں اس باب میں کوئی وصیت آ بھی جاتی کہ ابوبکر کو خبر نہ ہو تو ہم کہتے ہیں کہ وصیت ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی بلکہ زمانہ کے حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ ان کی وصیت کے موافق عمل کیا گیا ہے۔ نیز اس روایت سے ان کی اہانت کے

علی الحوضا کے آنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عمر یا حضرت عمار رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا اشارہ بھی نہیں۔

مگر شیعوں کی بدگمانی کا یہ حال ہے کہ اہل بیت کی تمام روایات سکتہ کو ان بیچاروں پر چسپاں کرتے ہیں اور اس قدر کہ کبھی نہیں کرتے۔ ان کی قسمی نظم ہے۔

شرمندۂ احسان کسے خضر نہ آبے — زنہار بہ بخشیں تو ان آں
اگر نہ بود کس بہ دنیا زندہ — الا اللہ بماند و کہ تو ان آں

قصہ ابوبکر و عمر کا حضرت عمر کی زندگی میں

سب کا فیصلہ حق کے مطابق ہے | بلکہ اس روایت سے تو ان کا ثابت ہونا ہے کہ وہ لوگوں سے کہتے کہ اس پیالہ سے کوئی نہ پیے جو زندہ ہو اور حضرت عمر نے اس کو اپنے زمانہ خلافت میں بند کر دیا تھا کہ کوئی نہ پیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کو کھولا۔ اگر شراب ان کے نزدیک حلال ہوتی تو کیوں نہ پیتے۔ اور کیوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش ہونے پر چار گواہوں کے ساتھ شہادت دیتے۔ اس روایت سے تو ان کا اس پر متفق ہونا کبھی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت عمر کا ان کو منع کرنا اور ان کا باز آنا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اس کو کھولنا اور پینا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی یہ شراب بند تھی۔ اور اس کا پینا ممنوع تھا۔ اور اس کے پینے والے کو سزا دی جاتی تھی۔

الحاصل [illegible]

سوا اگر حضرت فاطمہ وصیت کریں۔ تو رسول تو صدیق اکبر کو دے دیتے، اور ان کے
کانوں کی ذکر ہے کہ اپنی شجاعت اور صدیق اکبر کے ادب کے باعث کوئی روایت کی ہو
نہ کی۔ البتہ صدیق اکبر کی امانت کی کوئی روایت نہیں، ہاں ایسی روایتیں ہیں
جن سے ان کی خیانت ثابت ہے، اور اگر بالفرض تسلیم کر لیں کہ حضرت ابوبکر حضرت فاطمہ
کی زندگی تک ان سے ملتے رہے تو حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد ان کا ملنا
بند ہو گیا تھا اور یہ ان سے پہلے شرمائے ہوئے تھے۔

باقی رہی تیسری وجہ اس میں بھی حضرت عمر صدیق اکبر کے ساتھ شریک
ہیں) اور حضرت عمر کا خطبہ ہے سو اگر بالفرض اس کے ثبوت میں
کی ہو تو تسلیم نہ کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تک آپ کی زندگی میں
زندہ رہے حضرت ابوبکر کے منبر پر نہ چڑھے اور نہ خطبہ پڑھا، اور جب حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس کی وجہ سے بنو امیہ نے ان کی
جنازہ کی نماز نہ پڑھائی، کیونکہ وہ خلیفہ تھے۔ امامت نماز پنجگانہ اور امامت
جنازہ انہی سے متعلق آیا ایسی بات کسی وجہ سے دیت نہیں ہو سکتی۔

(۳۰) لئے کہ باجماع المومنین شیعہ سنی جب حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لایا گیا۔ امام حسین نے سعید بن العاص کو جو مروان
سے ولید کم نہ تھا۔ نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم
جنازہ کی نماز نہ پڑھاؤ گے تو ہم پڑھائیں گے کیونکہ وہ خلیفہ تھے۔ امامت نماز پنجگانہ اور امامت
جنازہ انہی سے متعلق آیا ایسی بات کسی وجہ سے دیت نہیں ہو سکتی۔

بیلہ و [illegible] کی منقبت میں نہ ہوتی، کہ کہ امام جنازہ امیر ہوا کرے۔ تو کبھی ہرگز آگے نہ بڑھا
سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدۃ النساء نے حضرت ابوبکر کی نماز پڑھانے کے اندیشہ سے
یہ وصیت نہ فرمائی تھی۔ اور نہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی طرح حضرت زہرا
رضی اللہ عنہا کی خلاف ورزی کرتے، اور ظاہر ہے کہ سعید بن العاص ہزاروں مرتبہ ابوبکر رضی اللہ
عنہ سے کمتر تھے خاص کر اس وقت نواسے میں۔

کچھ کم کچھ زیادہ چھ مہینہ گزرے تھے۔ جو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام نماز تمام مہاجر و انصار کا کیا تھا۔ اور اس باب میں کمال ہی تاکید
فرمائی تھی۔ پھر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تھوڑی سی مدت میں یہ
تمام واقعات بھول گئی ہوں۔ الحاصل دلائل نقلیہ و عقلیہ دونوں اس بات پر شاہد
ہیں کہ شیعوں کا یہ وہم کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر کو جنازہ پر آنے دینے
کی روادار نہ تھیں، محض کج فہمی کے نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کو کسی جائز
عذر کی فقط روایت [illegible] کافی ہے۔ کیونکہ حضرت
فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اگر صدیق اکبر کے (بالخصوص) جنازہ پر آنے کی روادار
نہ تھیں۔ تو اور لوگ روادار نہ ہوتیں۔ حالانکہ اس روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا کے دل مبارک میں اگر بالفرض رنج تھا بھی تو وہ زائل ہو گیا تھا اور
دونوں باہم راضی خوشی ہو گئے تھے۔

حکایت [illegible] منافق پیشہ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی نسبت بیان
منافق نے، اور یوں کہے کہ بیشک ہم منافقانہ ظاہر داری کے لئے ہوا، مگر یہ بات
ہے، پر یہ بات غلط ہے۔ کہ بیشک ہے، کیونکہ المرء یقیس علی نفسہ جیسے دنیا میں
ہی بزرگان دین کو کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خدا اور رسول راضی ہوں تو سیدہ کی ناراضی سے کچھ نقصان نہیں

اگر بالفرض والتقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صدیق اکبر سے اس وجہ سے ناراض ہوں۔ تو درصورتیکہ خدا و رسول خوش ہوں۔ کچھ نقصان نہیں۔ اور اگر نقصان ہو بھی تو اس کی تدبیر اور اس کا بندوبست خود خداوند کریم نے کر دیا ہے۔ سورہ حجر میں فرماتے ہیں وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۔ اس آیت میں متقیوں کے جنت میں داخل ہونے کی کیفیت بیان فرمائی ہے مطلب یہ ہے کہ اور نکال ڈالی ہم نے جو کچھ ان کے دلوں میں غل تھا بھائی ہو گئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے۔ اس آیت سے صریح ثابت ہوا کہ متقیوں اور پرہیزگاروں میں آپس میں سخت بھی ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سخت باتیں پھر مضر نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعد میں خداوندی جنت میں جانے کے ان کی وجہ سے دلوں کی خفگی زائل ہو جاتی ہے۔

سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر سے اس جہان سے ناراض گئیں ہوں۔ تب اس آیت کے بموجب آپ نے صدیق اکبر کی تسلی کر دی۔ اور شیعہ کی آنکھوں میں خاک ڈالی۔ اگر شیعہ کا کوئی فرد ان میں سے انکار کرے کہ ہرگز اس آیت میں یہ اثبات نہیں جو مذکور ہے۔ تو ان کا معلوم ہوتا ہے کہ اور دل ہی کے لئے یہ اثبات ہے جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناخوش ہوں۔ ان کے لئے اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما اراہا یرینی وفی روایۃ فمن اغضبہا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ یاد رہے یہ بات کہ فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس سے اسے تکلیف پہنچے اس سے بھی تکلیف پہنچتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے فاطمہ کو ناخوش کیا اس نے مجھ کو ناخوش کیا۔ اب اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما اراہا یرینی وفی روایۃ فمن اغضبہا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ یاد رہے یہ بات کہ فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس سے اسے تکلیف پہنچے اس سے بھی تکلیف پہنچتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے فاطمہ کو ناخوش کیا اس نے مجھ کو ناخوش کیا۔ اب اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم کو غصہ کرنے والا کون ہوتا ہے۔

فصل نمبر ۶ سے اشکال ۱ اور اس کے جوابات سو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہی روایت کر گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ جس کے یہ معنی ہیں کہ جو اسے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا، اور اوپر ہم نے فرمایا مَنْ غَضِبَتْ عَلَیْهِ فَاطِمَةُ یعنی جس پر وہ غصہ ہوئی اس پر میں غصہ ہوں گا ظاہر ہے کہ کسی کو غصہ کرنے کی یہ صورت ہو کہ وہ بے وجہ اور ناحق کسی بات یا کلام سے کوئی شخص اسے غصہ دلانے کا ارادہ کرے، یہ کمال نادانی کی بات ہے کہ کوئی شخص جبریل اکبر کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ انہوں نے بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا جانتے ہوئے کہ وہ غصہ ہوتی ہیں۔ پر وہ یہ نہ جانتے تھے، اب تو ان پر بھی واضح ہو گیا کہ صدیق اکبر نے اس قصہ میں معذور تھے، اور یا نہیں کسی قدر معذرت کیا کیا نہ کیا۔

روایات کو ٹٹولیے تو معلوم ہو جائے گا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مگر یہ عرض کیا کہ وَاللّٰہِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِنَّ قَرَابَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ یعنی اللہ کی قسم اے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ کرنا، احسان کی خدمت کرنا بہت ہی زیادہ محبوب ہے میرے نزدیک اپنے قرابتیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے" اور جب ان کی طرف سے اغضاب ہی نہ ہوا یعنی انہوں نے بالقصد ان کو غصہ نہ دلایا۔ بلکہ حق القصہ اس کا بجاؤ ہی کیا ہو تو وہ پھر کس طرح اس وعید میں داخل ہوں گے اور بالفرض کچھ ہوا بھی ہو تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ بمقتضائے بشریت غصہ ہو گئی ہوں اس کی اگر خبر ہو، اور ان کو خبر ہو جائے کہ ان کے غصہ ہونے سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے وہ رنج نکل جائے، اور دل میں سے کسی کینہ آپ کی شکر رنجی نہ رہے۔

فصل نمبر ۷ کا بیان اور اس میں اشکال ۲ کا بیان کیا گیا اور اگر قطع نظر غصہ کرنے سے حضرت

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود آزاد خصم ہو جانا، کیا اس وعید میں داخل نہیں تو شیعوں کو ہم سے زیادہ مشکل پڑے گی کیونکہ ابوبکر و عمر تو معصوم نہیں، اگر ان سے کوئی حرکت بیجا ہو جائے تو اس سبب سے کسی وعید میں شامل ہو جائیں، مگر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں ان سے یہ بات متصور خانگی میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہو گیا ہے تو اس کی سبب ابتدا اس فرمانے کا اکان فاطمہ بضعۃ منی الخ ہی سبب ہوا تھا حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اس وجہ سے فی الجملہ ناچاقی ہو گئی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا پیام بھیجا تھا۔ اس میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور خطبہ یہ ارشاد فرمایا ان فاطمۃ بضعۃ الخ۔ سو اگر فقط حضرت فاطمہ زہرا کے غصہ ہو جانے کے باعث حضرت ابوبکر مذکور میں داخل ہو جائیں، تو حضرت امیر پہلے داخل ہوں گے۔ کیونکہ اس ارشاد کے سمجھانے سنانے کو فرمایا تھا، دوسرے حضرت صدیق اکبر تو اپنے ارشاد اور ارشاد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فدک کے نہ دینے میں معذور رکھتے، اور یہ بات باشارہ حدیث مجاج یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکم الٰہی نہ ہوتا، تب بھی ان کی میں یہی تمنا تھی، کہ فدک حضرت فاطمہ کے پاس رہے لیکن حضرت علی نے اپنے چچا کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو انکو کیا دشواری تھی؟ اور یہ بھی نہیں کہ دل سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کو چاہتے ہوں۔

تیسرا اقتباس ایک بار حضرت امیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے گھر سے باہر تشریف لے آئے اور مسجد میں جا بیٹھے، جب بچے باہر جمع ہو گئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم گئے اس قدر کی خبر ہوئی، آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور پوچھا بیٹے چچا کا بیٹا یعنی علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ کہا ہیں اپنے موقع میں اکثر ایک دوسرے کو چچا کا بیٹا بولتے ہیں، پھر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا

لڑکے نکل گئے اور دوپہر کو بھی یہاں نہیں سوئے، اور یہ دونوں روایتیں کوفیوں ہی کی کتابوں میں نہیں بلکہ بخاری کی کتابوں میں بھی موجود ہیں

پیغمبر کی کوئی گناہ نہ تھا مگر سیدہ کو بشیر ہونے کی وجہ سے غصہ آیا۔

باقی روایت اول سے سوائے مطلب پیش آنے کے ایک اور بات بھی نکلتی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ آخر بشر تھیں مقتضائے بشریت غصہ آجاتا تھا۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ پھر اب غصہ کی وجہ بجز مقتضائے بشریت اور کچھ نہیں۔ اگر دونوں روایتوں سے اتنی بات نکلتی ہے کہ معصوم کو مقتضائے بشریت غصہ آنا محال نہیں بلکہ بوقت پیش آجاتا ہے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا معصومہ تھیں ہی تم نے پھر آپ میں رہنے دیا تو کیا اور کسی کو نہیں ہو سکتے جس کے مقتضائے بشریت ایک کو دوسرے کی نسبت کچھ خیال خاطر دل میں آجائے اور اسی سبب سے بعض غصہ ہو جائے، اور اسی غصہ میں دوسرے کی مذمت کا کچھ لفظ زبان سے نکل جائے تو کوئی حرج نہیں، سو اسی کو ہم مقتضائے بشریت کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر حضرت خلیفۃ المسلمین کے بعض مقتضائے بشریت سے ایسے کام ہو گئے ہوں جو کہ ان کی شان کے لائق نہ تھے اور کچھ بعید نہیں کہ مقتضائے بشریت غصہ ہی کے سبب ہو جائے اس کے کہ کوئی دیندار اسلام لے آئے اور ان کے دامن میں داخل نہیں ہوتے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے بڑے بھائی تک نے حضرت کے پاس آنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ ہر روز ان کے بال بچے کر کھیتی بیت آنا اور ہر سب آتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے بڑے بھائی تک نے حضرت کے پاس آنا چھوڑ دیا

سے باقی نہیں رہی ہیں کا جواب شافی بفضلہ تعالیٰ اس رسالہ میں مسطور ہیں جو آپ
کے ان کلمات طیبات پر ختم کرتا ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ وذریتہ اجمعین۔
وانا ارجو من الراحمین ان تقبل منا ہذا الرسالۃ منی وتجعلہ وسیلۃ لی
الی بیت رضوانہ ورضوان رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضوان آل بیتہ ورضوان جمیع
ازواجہ الشریفات ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وعن سواہ من اصحابہ آل اللہ علیہ وستر
رضوان اللہ علیہم اجمعین وان تنزلنی وترضی بہذا الاوراق فی الدنیا
والآخرۃ وتجعلہ حجۃ لی یوم ابی آوالدی وابنی المالیین وذریتی واقاربی
واحبابی خصوصاً من امرنی بالقیام لمن الاہل العلم برحمتک یا ارحم الراحمین

اعتراض جواب ملحق نمبر ۱

اعتراض: شیعہ کی حمایت کرنے والے جو بہت فرق یا بہت فرق کے
اول الذکر کی شکایت کریں تو ان کو دو حدیثیں دعوے ہیں جن میں قرآن کا اثبات
لازم ہے اور دوسری حدیث سے بیزاری کا ثبوت ہے۔ پہلی حدیث سے اول تو
یہ اس کا ثبوت نہیں ہوتا کہ قرآن کی کتنی واجب ہونے کی صورت
میں تو اول ملحق نہیں ہوتا کہ دوسرے ملحق ہے۔ تیسرے
حوالہ جس، لہٰذا ثابت ہوا کہ صورت اول ملحق نہیں ہوتا کہ دوسرے
زوال حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انتظار تعلق روح پرفتوح صلی اللہ
علیہ وسلم جو جسم اطہر سے حاصل تھا۔ تیسرے اور جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ
الوکیل خاتمہ بالخیر کرے یہ ہے کہ حیات زوال اگر مطلق علیہ وسلم کی داخل
نہ ہو تو نہیں ہوتا اور یہ جواب شل دیگر اشخاص کے لائق نہیں ہوتا ہے کہ
لیکن واقعات حال نے ضرور ان شبہات (جو) پر واقع ہوئے اہل سنت کی
جانب سے دیئے ہیں ہمیں اس کے دینے کا اور نہ ملحق کا
شکر اور ہم تسلیم ہی کرتے ہیں۔ ہمارے دلائل کے تین اجزاء تھے جن میں سے

اگر ایسا ہو گیا تو پھر نہ تو وہ دعوے ہی ہو سکیں، اور نہ ان میں مذکور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر واقع ہو سکے۔ پھر اگر تینوں مقدمے کہ مذکور ہوئے، اور مقدمات ثلاثہ مذکورہ کو بدلائل واضحہ باطل کر دیں، یعنی ان کے نقائص کو ظاہر کر دیں، تو پھر تو میرا ان سے کون لے سکتا ہے؟

ناظرین ہدیۃ الشیعہ پر مخفی نہ رہے گا کہ جب آپ کے تینوں مقدموں میں سے آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہ ہوئے، بلکہ موافق اصول ان کی نقیض ثابت ہے، اور میراث کے دعوے کے لیے یہ تینوں مقدمے لازم ہیں، تو مقدمہ اولیٰ سے قطع نظر مقدمہ ثانیہ کا ابطال اگرچہ بظاہر ضرور ہے، پر اس ہمارے نامہ خاص میں ایک رسالہ بھی باب حیات لکھا ہے جس کی نظیر پائی جانا بہت کم نہ ہو گی، اور انشاء اللہ کرنشی نہ رہے گی، جب کی غایت ہے مقدمہ ثانیہ ہی مبطل ہو کر مطلب ہی باطل ہوتا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے ہر منصف اہل انصاف میں سے کہیں جو صاحب الدین پرست ہوں، حق بول اٹھیں، ورنہ انہیں کا کام یہی ہے کہ حق کو حق نہ مانیں، اور باطل کو باطل جانیں۔

رہا اول مقدمہ ہبہ اور عدم میراث کا، اور دوسرا مقدمہ میراث کا، ان کا ابطال اور ان کی نقیضوں کا اثبات رسالہ ہدیۃ الشیعہ میں تفصیلاً تمام مرقوم ہے، خصوصاً مقدمہ اولیٰ ہبہ و میراث کا بطلان تو ایسا واضح ہے کہ بچہ تیسرے درجہ کا بھی اس میں اور کوئی متامل نہ ہو گا، یہی وجہ ہے کہ سنہ ۱۳۱۲ھ میں جو ہر گز دائرہ تشیع نہ تھا، مولوی شاہ مکافی مفتی محمد ذلی کے قول العین جلوی حامد حسین جو اثنا عشری اور مذہب میں ان کے بڑے مجتہد تھے، اور ان کی نزدیک ان کے مکان پر تشریف لائے، اور یہ پریشان روزگار ہونے کی وجہ سے بندی کا قصد مطبع مجتبائی میں ان دنوں شب و روز گزارتے تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پیاس قسم کا مقدمہ کر آیا، آپ نے جواب صرف اتنا لکھ دیا، نہ آیا۔ واللہ الہادی القوم الظالمین فقط

بارھویں صدی ہجری کی لاجواب و نادر روزگار تالیف

تحفۂ اثنا عشریہ

ترجمہ

ہدیۂ محبت

مؤلف

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ مولانا ظہیر عبدالمجید خان

ازالۃ الخفاء

عن

خلافۃ الخلفاء

تالیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مع ترجمہ

مولانا اشتیاق احمد مولانا محمد عبدالشکور فاروقی دہلوی

حضرت شاہ صاحب اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں [illegible] اور ہر گروہ کے دل [illegible] کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں۔ [illegible] اصل ہے، جبکہ لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے [illegible] ہمارا یہ رسالہ [illegible] اس کتاب میں [illegible] کے کارنامے نیز امور [illegible]

یہ کتاب [illegible] کی بہترین [illegible]

دینی علوم و معارف کا خزانہ اور [illegible]

وارد ہے اس کتاب کے شایان شان معیاری کتابت و طباعت کا [illegible]

اصل متن فارسی اور اس کے مقابل اردو ترجمہ درج ہے۔

۴ سو صفحات، رنگین ٹائٹل سیٹ۔ ۱۶۰ روپے

ملنے کا پتہ

لعل کتاب گھر، مٹیا محل، جامع مسجد اردو بازار لاہور

[illegible] کے تمام [illegible] اور بک سیلرز

آفتاب ہدایت

رنگین

رفض و بلاغت

مؤلفہ

شیر اسلام مدینے المناظرین البرالتفلاے

مولانا محمد گرم الدین صاحب دبیر

آنریری رپیسپ کرنٹلے نام پر آگرہ

زینت طبع سے

لاجواب کتاب

رنگین ٹائیٹل، کاغذ نیو، صفحات ۲۸۴۔

قیمت اجلد روپے ۱/۸

ملنے کا پتہ: نامل بک ڈپو سٹریٹ آگرہ یا اردو بازار لاہور

یا: مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

تاریخ نادرشاہ

حسب ایما و پسند فرمودہ مولانا عبدالشکور صاحب ذروقی

اس کتاب میں مذہب شیعہ کی پوری تاریخ بیان کی گئی ہے اور مذہب شیعہ
بن سبا یہودی کے حالات پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ کس طرح
کس طرح از راہ نفاق اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے
اور یہیں سے مذہب کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا یہ کتاب مفت نہیں
لئے ایک روپیہ تحفہ بھیجنا ہوگا کسی طباعت سفید کاغذ عمدہ جلد
صفحات ۲۵۲ - قیمت ۷۵ روپے

ہدایت الشیعہ

از حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی

جس میں مسئلہ خلافت کی تحقیق بحث تقیہ کا پس منظر کتب شیعہ
متعہ اور مشاجرات صحابہ کی بحثیں فدک اور وراثت نبی اور ایسے ہی درجنوں
بے شمار موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ اور شیعوں کی طرف سے کئے گئے دس دس
سے شافی و مسکت جواب - یہ کتاب عرصہ تک نایاب رہی اب پھر بہت عمدہ
سیاہ سفید کاغذ سائز ۲۰×۳۰ صفحات ۲۰۰ جس پر دل کھول کر قیمت رکھی ہے

صرف ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ

ثمانی کتب خانہ، آتش سٹریٹ اردو بازار لاہور

ایک کتب خانہ: اردو بازار: گجرانوالہ

ایک اہم کتاب

تہذیب النسواں

جس کا مطالعہ:-

ہر مسلمان خاتون کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ • اپنے کردار کو ارفع و اعلےٰ • اپنے اخلاق کو بلند و پاکیزہ • اپنی زندگی کو روشن و تابناک اور رضائے الٰہی کے مطابق بنا سکے اور خدا پرستی اور دینداری و حق پسندی کا سبق پڑھ سکے۔ مجلد اعلیٰ کاغذ قیمت -/۱۸

آخرت کی فکر پیدا کرنے والی

کتابیں

مرنے کے بعد کیا ہوگا مع موت کا منظر مولانا عاشق الٰہی ۱۲—۰۰

مسلمان کا سفر آخرت	۱۵—۰۰	دوزخ کا کھٹکا	۵—۰۰
عالم عقبےٰ	۱۵—۰۰	جنت کی کنجی	۶—۰۰
موت کا جھٹکا	۱۳—۰۰	جنت کی ضمانت	۲—۲۵
موت کی یاد	۲—۰۰	جنت کا منظر	۲۵—۰۰

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

25-5-82

آیاتِ بیّنات

کامل دو جلد چار حصّے

محسن الملک سید محمد مہدی علی خان کی تردید شیعہ میں وہ ضخیم اور سنجیدہ تحقیقی کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ اِس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے اقوال سے ہی ان کا رد لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب عرصے سے نایاب تھی اب ہمارے یہاں اس کے چاروں حصّے دو جلدوں میں تیار ہو گئے ہیں۔ سفید کاغذ۔ جلد اول ۱۸/۔ جلد دوم ۱۸/۔ کامل دو جلد ۳۶/۔

تاج کمپنی کے قرآن مجید

عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ اسلامی۔ مذہبی۔ تاریخی ادبی۔ اصلاحی کتب کے علاوہ مدارسِ عربیہ کی درسی کتابیں اور قاعدے سیپارے تھوک و پرچون نرخوں پر حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ

ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار گوجرانوالہ

سیکرٹین کرافٹ - ۶- میلارام روڈ، حبیب بنک بالائی منزل، لاہور